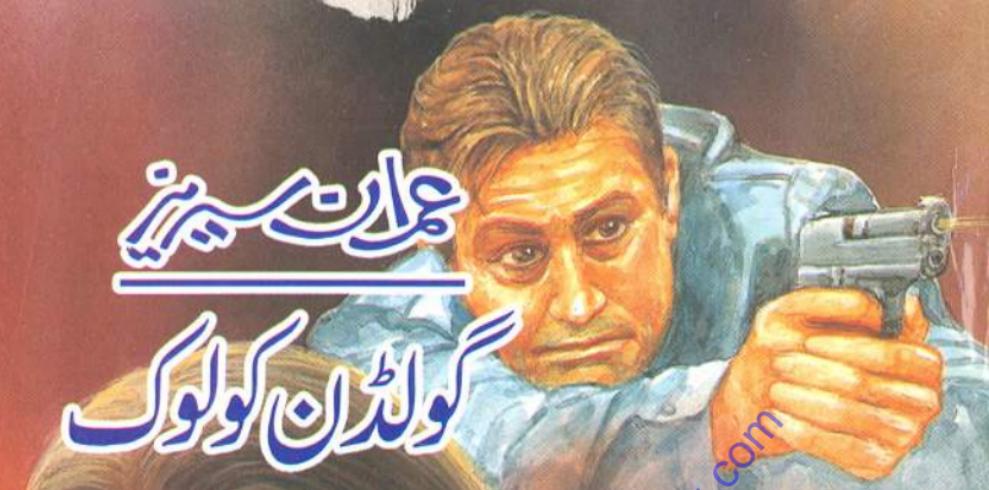
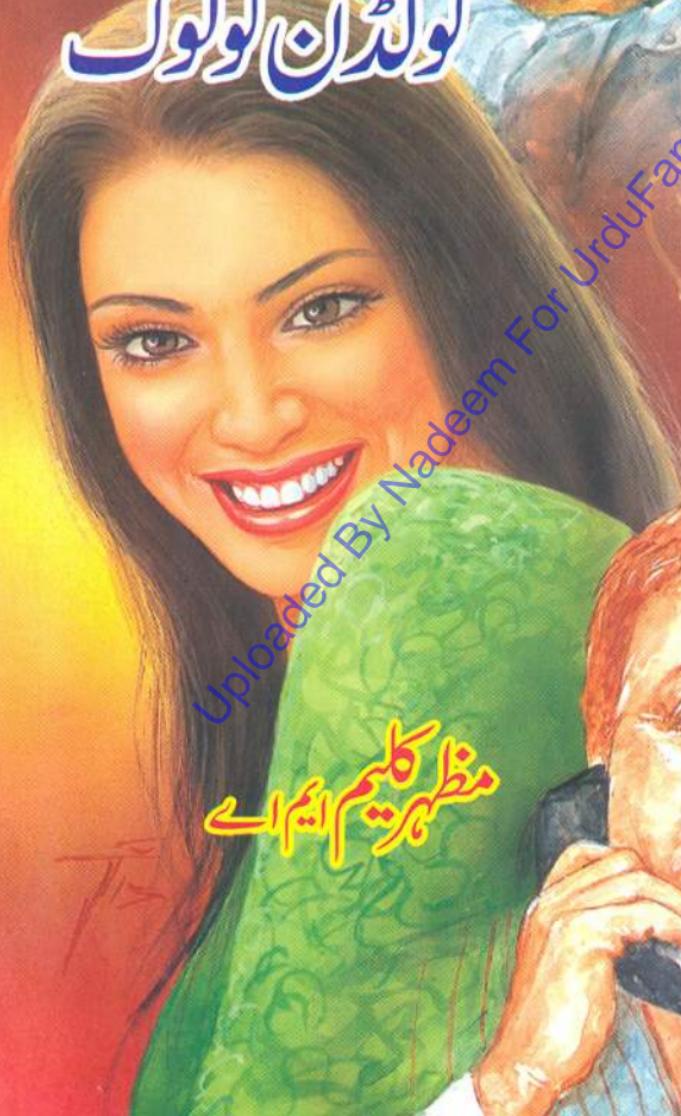
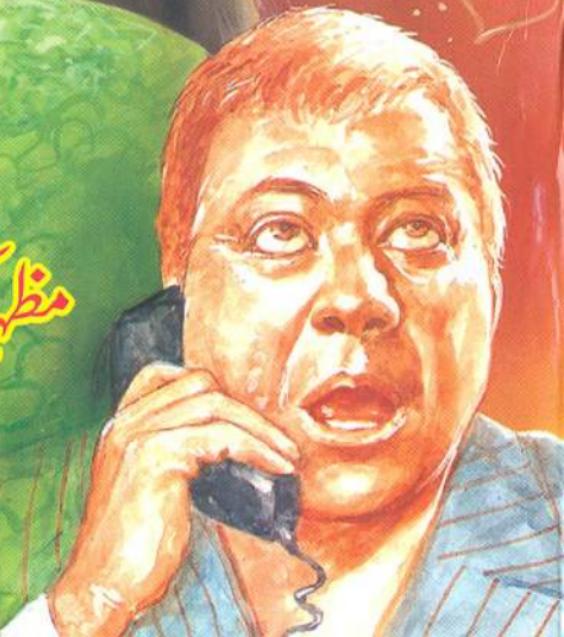


علاقہ نیشن

گولڈن کولوک

Uploaded By Nadeem For UrduFanz.com

منظہ کلیم ایم اے



محلق سینئر

گولڈن کولوک

مکمل ناول

منظہ ہر چوتھا میہماں

Uploaded By Nadeem Fat Hurdufanz.com

خان برادر ز گارڈن ٹاؤن ملتان

چند باتیں

محترم قارئین۔ سلام مسنون۔ فورشارز کا نیا کارنامہ ”گولڈن کولوک“ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ دولت پرستی ہمارے معاشرے میں گینسر کی طرح پھیلی ہوئی ہے اور مسلسل پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ دولت کمانے کی خاطر انسان دوستی تو ایک طرف انسانیت کے قتل سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ موجودہ ناول میں بھی معاشرے میں پھیلی ہوئی اس دولت پرستی کے نتیجے میں موت باشنا وائے گروہ کی ان انسانیت سوز کا روایوں کا فکر ہے جن کی وجہ سے ہزاروں نوجوان اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ یہ وہ زہریلا نشہ ہے جسے صرف دولت کمانے کی خاطر معاشرے میں پھیلایا جاتا ہے اور پھر عمران اور فورشارز جب اس کے خلاف میدان میں اترتے ہیں تو ان کے خلاف پیشہ ور قاتلوں اور منظم مجرموں کے گروہ المذا آتے ہیں اور سارا سیٹ اپ اس قدر خفیہ رکھا جا رہا ہوتا ہے کہ عمران اور فورشارز باوجود شدید کوششوں کے اس کے قریب بھی نہیں بھک سکتے۔ لیکن انسانیت اور پاکیشیا کے نوجوانوں کو اس بھی انک موت سے بچانے کے لئے فورشارز اور عمران اس کے خلاف اپنی تمام تر توانائیوں کو میدان عمل میں جھونک دیتے ہیں لیکن نتیجہ کیا لکھا ہے یہ تو آپ کو ناول پڑھنے کے بعد ہی معلوم ہو گا۔

مجھے یقین ہے کہ یہ ناول بھی قارئین کے اعلیٰ معیار پر ہر لحاظ سے پورا اترے گا۔ اپنی آراء سے مجھے بذریعہ خطوط یا اسی میلہ ضرور مطلع کریں تاکہ مجھے آپ کی طرف سے رہنمائی ملتی رہے۔ البتہ حسب و متن ناول پڑھنے سے پہلے اپنے چند خطوط، اسی میلہ اور ان کے جواب بھی ضرور ملاحظہ کر لیجئے کیونکہ دلچسپی کے لحاظ سے یہ بھی کسی طرح سکم نہیں ہیں۔

امک شی سے سید محمد علی لکھتے ہیں۔ ”میں نے آپ کا جو پہلا ناول پڑھا تھا وہ ”ترو میں“ تھا۔ اس کے بعد اب گزشتہ آٹھ سالوں سے آپ کا دیوانہ قاری ہوں۔ البتہ آپ سے شکایت بھی ہے کہ آپ نے عمران کے کردار کو یکسر بدلتا ہے۔ اب وہ مسخریاں نہیں کرتا، یعنی کلرباس نہیں پہنتا لیکن اس کے باوجود آپ کے ناول پڑھے بغیر جیسی نہیں آتا۔ آپ سے ایک سوال بھی ہے کہ کیا دفائی تحریکیوں اور سیکرٹ ایجنسیوں میں کرنل سے بڑا کوئی عہدہ نہیں ہوتا جو فریدی بھی ابھی تک کرنل ہے اور اسرائیل کا کرنل ذیوذ بھی کرنل ہی ہے۔ امید ہے آپ ضرور جواب دیں گے۔“

محترم سید محمد علی صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ جہاں تک آپ کی شکایت کا تعلق ہے تو آپ کی بات درست ہے۔ اپنے ابتدائی دور سے اب عمران خاصا بدلتا چکا ہے لیکن آپ نے ناول پڑھتے ہوئے یہ بھی ضرور محسوس کیا ہو گا کہ ابتدائی دور کی نسبت اب میں الاقوامی معاملات بھی یکسر تبدیل ہو

چکے ہیں۔ یہ دنیا تبدیلی کا نام ہے۔ یہاں وقت کے ساتھ ساتھ ہر چیز تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ آپ کالج میں داخل ہوئے تو آپ نے عمران کو پڑھنا شروع کیا تھا اور اب آپ تعلیم کمل کرنے کے بعد جاپ میں آچکے ہیں۔ کیا آپ نے محسوس نہیں کیا کہ آپ کے اپنے اندر کتنی تبدیلی آچکی ہے۔ یقیناً اب آپ پہلے جیسے کالج بوانے نہ ہوں گے۔ اس طرح عمران کے کردار میں یہ تبدیلیاں اس کے زندہ کردار ہونے کی نشانی ہے جس پر وقت اور زمانے کے اثرات ہوتے ہیں اور بقول شاعر زمانے میں صرف تغیر کو ہی دوام حاصل ہوتا ہے۔ مطلب ہے کہ صرف تبدیلی ہی لہکی چیز ہے جسے دوام حاصل ہوتا ہے۔ جہاں تک ایجنسیوں میں کرنل کے عہدے سے آگے نہ جانے کا سوال ہے تو آپ نے واقعی دلچسپ بات کی ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ کرنل سے اوپرچا عہدہ و فائز کا عہدہ بن جاتا ہے۔ فیلڈ کا عہدہ نہیں رہ جاتا۔ جو نکہ فریدی اور ذیوذ دونوں فیلڈ میں کام کرتے ہیں اس لئے کرنل ہی رہتے ہیں۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

مانا نوالہ سے عزت علی لکھتے ہیں۔ ”ہم نے لاہوری بناکی ہوئی ہے اور ہماری لاہوری کے سب سے پسندیدہ رائٹر آپ ہیں۔ آپ کی تحریروں کے اثرات بھی ہم نوجوانوں پر مرتب ہوتے دیکھتے رہتے ہیں۔ آپ کے ناولوں سے انہیں بہت جدوجہد اور حوصلے کا

جو الاشوري سبق ملتا ہے اس سے واقعی ان کی زندگیوں پر ثبت اڑات مرتب ہوتے ہیں۔ آپ سے درخواست ہے آپ اپنے نالوں کی مکمل فہرست ہمیں ارسال کریں۔

محترم عزت علی صاحب خط لکھنے کا بے حد شکر یہ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ میری تحریروں کے ثبت اڑات مرجب ہوتے ہیں۔ البتہ میری بھیشہ بھی کوشش رہی ہے کہ میرے قارئین کو میری تحریروں سے بہت، حوصلے اور زندگی میں مسلسل جدوجہد کا سبق حاصل ہو اور بھی دنیا میں کامیابی کی بنیاد ہے۔ نالوں کی مکمل فہرست کے لئے آپ میرے نالوں کے ذمہ دار اسلام چلی کیشز کو جوابی لفاظ بھیجنوادیں۔ امید ہے آپ آنکھوں بھی خط لکھنے رہیں گے۔

اب اجازت و تبحیر۔

والسلام

منظہر کلیم ایم اے

E-Mail.Address

mazharkaleem.ma@gmail.com

عمران اپنے فلیٹ میں بیٹھا اخبارات کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ ناشد وہ کر چکا تھا اور ناشتے کے برتن بھی سلیمان اٹھا کر لے جا چکا تھا۔ اچانک ایک خبر پر نظر پڑتے ہی عمران چونک پڑا۔ خبر کے مطابق ایک بائیس سالہ نوجوان جو اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا اور ایک متول گھرانے سے تعلق رکھتا تھا اپنے کمرے میں مردہ پایا گیا تھا۔ ڈاکٹروں کے مطابق اس کی موت زہریلے نشے کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اخبار میں روپورٹ کے مطابق لکھا گیا تھا کہ دارالحکومت سمیت پاکیشیا کے بڑے بڑے شہروں میں زہریلے نشے کی وجہ سے یمنکڑوں افراد ہلاک ہو چکے ہیں لیکن آج تک پولیس یا حکام اس زہریلے نشے کو پھیلانے والوں کا سراغ نہیں لگا سکی۔

”یہ زہریلہ نشے کیا ہوتا ہے۔ نشہ تو بذات خود زہر ہے جو انسانی جسم کو آہستہ آہستہ دیک کی طرح چاٹ جاتا ہے۔ پھر یہ زہریلہ

نے غصے کا رخ سلیمان کی طرف موڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ سلیمان اچھا بچہ ہے۔ وہ روزانہ صحیح مجھے باقاعدہ سلام کرتا ہے جبکہ تم سے بات کی جائے تو تم نجاتے کیا کیا راگ الائچے رہتے ہو۔ آئندہ اگر تم نے سلام کی بجائے یہ راگ الایا تو جو تیاں مار مار کر کھوپڑی توڑ دوں گی۔ سمجھے۔ اور ہاں سنو۔ تمہارے والد کے ایک رشتہ دار ہیں ویسٹ خان۔ ان کا نوجوان بیٹا فوت ہو گیا ہے۔ تمہارے والد تو ملک سے باہر ہیں اس لئے ان کی اجازت کے بغیر میں گھر سے نہیں نکل سکتی۔ تم ہاں جاؤ اور میری طرف سے ویسٹ خان سے ان کے نوجوان بیٹے کی تعزیت کرو۔ اور سنو۔ وہ موت والا گھر ہے اس لئے ہاں کوئی غلط لفظ منہ سے نہ نکالنا۔“

اماں بی نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”کہاں رہتے ہیں ویسٹ خان اور ذیڈی کے کیا لگتے ہیں؟“

عمران نے اطمینان بھرا سانس لیتے ہوئے کہا کیونکہ اماں بی کا دھیان اصل بات سے بہت گیا تھا ورنہ اسے خدا شہ پیدا ہو گیا تھا کہ اگر اماں بی کا پارہ اسی طرح چڑھتا رہا تو وہ جوتی اٹھا کر فلیٹ پر بھی بچنچ سکتی ہیں۔

”آفتاب پورہ میں ان کا آبائی مکان ہے۔ ایک بار میں تمہارے ذیڈی کے ساتھ ہاں گئی تھی۔ باقی ہاں سے پوچھ لیتا۔ جو ان بیٹے کی موت والا گھر ہے اس لئے سب جانتے ہوں گے اور

نہ۔“..... عمران نے بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اس پر مزید کچھ سوچتا فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

”علیٰ عمران ایم ایس سی۔ ذی ایس سی (آکسن) برباد خود بلکہ بدہان خود بول رہا ہوں۔“..... عمران نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

”یہ تم کیا بھی رویں الائچے رہتے ہو۔ کیا تم سلام نہیں کر سکتے۔ کیا اب تمہیں سلام کرنا سکھانا پڑے گا۔“..... دوسری طرف سے عمران کی اماں بی کی جلائی آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

”اماں بی۔ السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ۔“..... عمران نے مکمل سلام کرتے ہوئے کہا۔

”یہ سلام تم نے پہلے کیوں نہیں کیا تھا۔ بولا۔“..... اماں بی کا جال قدرے کم ضرور ہو گیا تھا لیکن مکمل طور پر دور نہ ہوا تھا۔

”اماں بی۔ ایک بزرگ نے بتایا تھا کہ پہلے سے سلام نہ کیا کرو۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارا مخاطب کوئی بے دین ہو۔“..... عمران نے جان بچانے کی غرض سے توجیہہ بناتے ہوئے کہا۔

”تواب بے دین اور کافر بھی تمہیں فون کرنے لگ گئے ہیں۔ کیوں۔ تم نے ان سے رابطہ ہی کیوں رکھا ہوا ہے کہ وہ تمہیں فون کریں۔ کیوں۔ بولا۔“..... اماں بی کا غصہ اور بڑھ گیا تھا۔

”اماں بی۔ یہ سلیمان نہ رہا فون نہ رہا نہیں دے دیتا ہے۔“..... عمران

ویکم خان تمہارے ذمیہ کے دور کے رشتہ دار ہیں۔ مجھے زیادہ تفصیل کا علم نہیں ہے۔ اماں بی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
”ٹھیک ہے اماں بی۔ میں ابھی جا کر تعزیت کرتا ہوں۔ یہ تو اماں بی بہت ثواب کا کام ہے۔“..... عمران نے بڑے معصوم سے مجھے میں کہا۔

”ہاں اور پھر جوان موت ہوئی ہے۔ نجاتے اس بے چاری ماں کا کیا حال ہو گا جس کا اکلوتا بیٹا اس طرح وفات پا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر دے۔ اچھا اللہ حافظ۔“..... اماں بی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ کر ایک طویل سانس لیا۔

”سلیمان۔ جناب آغا سلیمان پاشا صاحب۔ ذرا تشریف لے آئیں بلکہ ششگ روم میں قدم رنجہ فرمائیں۔“..... عمران نے اوپنی آواز میں کہا۔

”مجی صاحب۔ یہ آپ صحیح صحیح منہوس باتیں کیوں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔“..... سلیمان نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

”منہوس باتیں۔ کیا مطلب۔ اماں بی سے باتیں کرنا نہ سوت میں شمار ہوتا ہے۔“..... عمران نے غصے سے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

”میں بڑی بیگم صاحب سے بات کرنے کے بارے میں نہیں کہہ رہا۔ میں تو اس بارے میں کہہ رہا ہوں کہ قدم رنجہ کہنا کیا ضروری

تھا۔ مطلب ہے کہ میرے قدموں سے رنج ہوتا ہے۔ مجھی میرے قدم منہوس ہیں۔“..... سلیمان نے باقاعدہ جرح کرتے ہوئے کہا۔
”ارے۔ ارے۔ اگر میں تمہاری اس کمرے میں آمد کو منہوس سمجھتا تو بزر قدم کہتا۔ بزر قدم منہوس کو کہتے ہیں۔“..... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”اور آپ نے جو قدم رنجہ کہا ہے اس کا کیا مطلب ہوتا ہے۔ مجھی کہ میرے قدم یہاں پڑنے سے رنج پیدا ہوتا ہے اور رنج کا مطلب تکلیف، درد ہی ہوتا ہے۔“..... سلیمان بھلا آسانی سے کہا ماننے والا تھا۔

”تمہاری بات درست ہے۔ رنج فاری زبان میں تکلیف، دکھ اور درد کو ہی کہتے ہیں لیکن قدم رنجہ کا یہ مطلب نہیں ہوتا جو تم کبھی رہے ہو۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”پھر کیا ہوتا ہے۔“..... سلیمان کو ابھی تک اس بات پر غصہ تھا کہ اسے قدم رنجہ کیوں کہا گیا ہے۔

”اس کا مطلب ہوتا ہے کہ نزاکت کی چال چلتے ہوئے قدم۔ اب تم خود تصور کرو کہ تکلیف اور درد میں آدمی کس طرح قدم اٹھاتا اور رکھتا ہے جیسے کوئی اٹھلاتا ہوا چل رہا ہو۔ نزاکت کی چال بھی اسے ہی کہتے ہیں اس لئے قدم رنجہ کا مطلب ہوا کہ اٹھلاتے ہوئے آئیں۔“..... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”ایسے لفظ نہ بولا کریں جن کے ایسے چھپے ہوئے مخفی ہوں۔

کرنے کے لئے روزانہ فون کرتے ہو۔۔۔ عمران نے مدد بناتے ہوئے کہا۔

”آپ نے سمجھی فون کا مل، بچل کا مل، پانی کا مل، سورج کا مل، گیس کا مل، اخبار والے کا مل، ڈرائی کلیز کا مل، سودا سلف کا مل، درزی کا مل، صفائی کرنے والے ملازم کا مل، جس پرپ سے آپ پڑول ڈلواتے ہیں اس کا مل، پھر پر اپنی نیکس کا مل۔۔۔ سلیمان نے مل گنواتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ ارے۔ رک جاؤ۔ کیا واقعی تم یہ سب مل ادا کرتے ہو۔۔۔ عمران نے سلیمان کی بات کاتتے ہوئے حرمت بھرے لمحے میں کہا۔ ”ہا۔ ہر میٹنے اور میں ہی کیا پاکیشیا کا ہر شہری یہ سب مل بھرتا ہے۔ کوئی کم کوئی زیادہ۔ بھرتے بہر حال سب ہیں۔۔۔ سلیمان نے جواب دیا۔

”خدا کی پناہ۔ اتنے مل۔ میں تو واقعی بلبل اٹھا ہوں۔ نجات نے اتنے مل بھرنے کے بعد انسان زندہ کیسے رہ جاتا ہے۔ ارے ہا۔ یہ تم نے کیا مجھے بلوں کے چکر میں ڈال دیا ہے۔ میں نے پوچھنا تھا کہ آنکھ پورہ کہاں ہے۔۔۔ عمران نے کہا۔

”آنکھ پورہ یہاں سے خاصے قاطعے پر ہے۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔۔۔ سلیمان نے چوک کر کہا تو عمران نے اسے وکیم خان اور اس کے جوان بیٹی کی وفات کے بارے میں تباہ دیا۔ ”اوہ۔ پھر تو مجھے آپ کے ساتھ جانا پڑے گا کیونکہ دیسے آپ

مولوی صاحب پچھلے جمعہ کے دعڑ میں بھی کہہ رہے تھے کہ انسان کو صاف اور سیدھی بات کرنی چاہئے۔۔۔ سلیمان نے مدد بناتے ہوئے جواب دیا۔

”بات تو ان کی درست ہے لیکن تم نے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ تمہیں کیوں قدم رنجو فرمائے کا کہہ رہا تھا۔۔۔ عمران نے مکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ بڑی بیگم صاحبہ نے جہاڑ پلاں ہو گی اور آپ اس جہاڑ کی گرد مجھے پر ڈالنا چاہتے ہوں گے۔۔۔ سلیمان نے مدد بناتے ہوئے جواب دیا۔

”ارے۔ ارے۔ تم تو اماں بی کے لاڈلے ہو۔ اماں بی تمہارے خلاف بات سننے کی روا دار ہی نہیں لیکن یہ تباو کہ تم روزانہ صحیح کس وقت اماں بی کو سلام کرتے ہو۔ میں نے تو تمہیں ایک بار بھی سلام کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔۔۔ عمران نے کہا۔

”جب آپ تمہارے اور تلاوت کے بعد پارک میں چلے جاتے ہیں تو میں ناشتے کی تیاری کے لئے فلیٹ پر آ جاتا ہوں اور پھر سب سے پہلے میں فون کر کے بڑی بیگم صاحبہ کو سلام کرتا ہوں اور ان کی دعا میں لیتا ہوں۔ بزرگوں کو سلام کرنے سے ذہروں خرو و برکتیں ملتی ہیں۔۔۔ سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کمال ہے۔ مجھے آج تک پڑھی نہیں چلا کہ فون کا اتنا بھاری مل کیوں آتا ہے۔ آج علم ہوا ہے کہ تم بزرگوں کو سلام

اس علاقے کو تلاش نہ کر سکیں گے۔۔۔ سلیمان نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تیار ہو جاؤ۔ میں بھی لباس تبدیل کر لوں۔“
عمران نے کہا اور انہ کر مڑا اور ڈرینک روم کی طرف بڑھ گیا۔
تحوزی درپ بعد اس کی کارشمال کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اس
نے شلوار قمیض اور جیکٹ پہنی ہوئی تھی جبکہ سلیمان بھی ایسے ہی
لباس میں تھا۔ پھر تقریباً سوا گھنٹے کی مسلسل ڈرائیورگ کے بعد کار
ایک پرانے رہائشی علاقے میں داخل ہوئی۔ یہاں پرانی لیکن خاصی
پر مشکوہ عمارتیں تھیں۔ البتہ گلیاں نبتاب کم چوڑی تھیں اور جس طرح
گھوم گھوم کر کار اس علاقے تک پہنچی تھی اس سے واقعی سلیمان کی
بات درست ثابت ہوئی تھی کہ عمران اکیلا یہاں تک آسانی سے نہ
پہنچ پاتا۔

”اب یہاں کسی سے وسیم خان کے مکان کے بارے میں
بچھا ہے؟“..... عمران نے کہا۔

”آپ یہاں کار روکیں۔ میں معلوم کر کے آتا ہوں۔“ سلیمان
نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کار ایک سائینڈ پر
روک دی۔ سلیمان کار سے اتر اور دائیں ہاتھ پر ایک چھوٹی سی
وکان کی طرف بڑھ گیا۔ وہ کچھ دیر وہاں رکا، پھر وہ واپس آ کر کار
میں بینٹ گیا۔ اس کے چہرے پر کبیدگی کے تاثرات نمایاں تھے۔

”کیا ہوا؟“..... عمران نے پوچھا۔

”آگے چلیں۔ پھر ہمیں دائیں ہاتھ مڑنا ہو گا۔ وہاں وسیم خان

کی آپنی حوصلی ہے۔۔۔ سلیمان نے جواب دیا۔

”لیکن تمہارے چہرے پر کبیدگی کے تاثرات کیوں ہیں۔ کیا
کوئی خاص بات ہوئی ہے؟“..... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ یہ بات سن کر مجھے بے حد افسوس ہوا ہے کہ وسیم خان
کا نوجوان بیٹا زہریلے نشے سے ہلاک ہوا ہے۔۔۔ سلیمان نے کہا
تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔ اسے وہ خبر یاد آگئی جو اس نے
امان بی کافون آنے سے پہلے اخبار میں پڑھی تھی۔

”زہریلانشہ۔ یہ کیا ہوتا ہے۔ نشہ تو دیسے ہی زہریلانہ ہوتا ہے۔
وہ انسان کو دیمک کی طرح کھا جاتا ہے۔۔۔ عمران نے کار کو
دائیں طرف موڑنے ہوئے کہا۔

”اس دکاندار نے یہی الفاظ ادا کئے ہیں۔ اب پتہ نہیں کہ وہ
کسے زہریلانشہ کہہ رہا تھا۔۔۔ سلیمان نے جواب دیا۔ اسی لمحے
عمران نے کار سائینڈ پر کر کے روک دی کیونکہ اس گلی میں دونوں
اطراف میں کاریں کھڑی تھیں۔ البتہ درمیان میں اتنا راستہ موجود
تھا کہ کار آ جاسکتی تھی۔ چند لوگ ایک حوصلی نما مکان کے بڑے
سے لکڑی کے چھانک کے سامنے کھڑے ایک دوسرے سے باتیں
کر رہے تھے۔

”میرا خیال ہے یہی مکان ہے۔۔۔ عمران نے کار سے یٹھے
اتر تے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ لگتا تو بھی ہے۔۔۔ سلیمان نے کہا اور پھر وہ تیز تیز

اس آدمی نے جواب دے کر ایک دروازہ کھولتے ہوئے کہا تو عمران اور اس کے پیچے سلیمان اور آخر میں وہ آدمی بھی اندر آگیا۔ یہ شاید ڈرامینگ روم تھا۔ یہاں فرش پر قائم بچھا ہوا تھا اور صوفے موجود تھے۔

”تشریف رکھیں۔ میں انہیں بھجوتا ہوں۔ آپ کیا پہنچ کریں گے۔“..... اس آدمی نے کہا۔

”جناب۔ ہم نے بھی خدا کو جان دیتی ہے۔ آپ اس قدر تکلف کر رہے ہیں۔ ہم جوان موت کی تعزیت کے لئے آئے ہیں کسی شادی میں شرکت کرنے نہیں آئے۔ پلیز۔“..... عمران نے کہا۔

”سوری جتاب۔ یہاں ایسے لوگ اکثر آتے ہیں جنہیں صرف ری تعزیت کرنی ہوتی ہے۔“..... اس آدمی نے مذکور بھرے لبجے میں کہا اور واپس مزکر کمرے سے باہر چلا گیا۔

”لوگوں میں انسانیت ختم ہوتی جا رہی ہے۔“..... عمران نے قدرے غصیلے لبجے میں بڑھاتے ہوئے کہا۔

”یہ صاحب درست کہہ رہے ہیں۔ یہاں لوگ واقعی وی آئی پی ہن کرتے ہیں اور وی آئی پی سلوک کے ہی خواہش مند ہوتے ہیں۔“..... سلیمان نے جو دوسرے صوفے پر بیٹھا ہوا تھا جواب دیتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد ایک خاصی پختہ عمر کا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے بال پر یثان تھے۔ چہرہ بری طرح لکھا ہوا تھا۔ اس کے پیچے وہ آدمی تھا جو انہیں یہاں بٹھا کر گیا تھا۔ عمران بھج گیا کہ

قدم اٹھاتا اس حوالی نما مکان کے پھانک کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے کار لاک کی اور پھر وہ بھی مکان کی طرف بڑھنے لگا۔ پھانک پہنچنے سے پہلے سلیمان واپس آ گیا۔

”بھی گھر ہے۔ آئیے اندر بیٹھنا ہو گا۔“..... سلیمان نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر پھانک پر ایک ادھیز عمر آدمی نے ان کا استقبال کیا۔

”ویسیم خان صاحب سے ملتا ہے اور تعزیت کرنی ہے۔“..... عمران نے کہا۔

”وہ اندر ہیں۔ آئیے۔ آپ کا نام۔“..... اس آدمی نے اندر کی طرف مرتے ہوئے کہا۔

”میرا نام تو علی عمران ہے لیکن مجھے تو شاید وہ جانتے نہ ہوں گے۔ البت آپ انہیں میرے ذیلی کا حوالہ دے دیں۔ ان کا نام سر عبدالرحمٰن ہے اور وہ سنٹرل انٹلی جس کے ڈائریکٹر جزل ہیں اور ویسیم خان صاحب کے عزیز ہیں۔“..... عمران نے کہا۔

”اوہ اچھا۔ آئیے ادھر۔ دوسرے کمرے میں آ جائیے۔ معزز مہمانوں کے لئے علیحدہ انتظام کیا گیا ہے۔“..... اس آدمی نے دوکیں طرف مرتے ہوئے کہا۔

”ان حالات میں بھی امتیاز برتا جاتا ہے۔ حیرت ہے۔“..... عمران نے حیرت بھرے لبجے میں کہا۔

”کیا کیا جائے صاحب۔ دنیا کا طریقہ ہی ایسا ہے۔ آئیے۔“

بھی مرنے والے نوجوان کا والد ویم خان ہے۔ عمران اٹھ کر کھڑا ہو گیا تو سلیمان بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

”پہلے فاتحہ پڑھ لیں۔ پھر مزید بات ہو گی“..... رسی فقرات کی اوائلی کے بعد عمران نے فاتحہ کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا اور باقی سب نے بھی ہاتھ اٹھا لئے۔ فاتحہ خوانی کے بعد عمران نے ویم خان سے ان کے جوان بیٹے کی موت پر تعزیت کی۔

”سر عبدالرحمن صاحب خود تشریف نہیں لائے“..... تعزیت کے بعد ویم خان نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”وہ ایک سرکاری دورے پر ملک سے باہر ہیں۔ ہیسے ہی وہ واپس آئیں گے تعزیت کے لئے ضرور آئیں گے اور ظاہر ہے اماں بی بھی ساتھ آئیں گی“..... عمران نے مغدرت کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ ان کا فون آیا تھا۔ انہوں نے فون پر میری بیگم سے تعزیت کی تھی“..... ویم خان نے ایک طویل سائنس لیتے ہوئے کہا۔

”کہا جا رہا ہے کہ کوئی زہر بلانشہ اس اندوہناک سانحہ کی وجہ نہ ہے۔ کیا واقعی ایسا ہی ہے“..... عمران نے کہا۔

”نہیں۔ یہ سب غلط ہے۔ میرے مر جوم بیٹے نے کبھی کسی قسم کا نش نہیں کیا۔ وہ تو سگریت سینک نہیں پیتا تھا لیکن پھر اچانک ایک سڑک پر وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ اسے وہاں سے لوگوں نے

ہسپتال پہنچایا لیکن وہ جانبر نہ ہو سکا۔ ہمیں اس وقت اطلاع ملی جب ہسپتال والوں نے اس کا پوسٹ مارٹم بھی کر دیا تھا۔ ہسپتال کے واکنز نے ہمیں بتایا کہ ہمارے بیٹے نے زہر بلانشہ استعمال کیا ہے اس لئے اس کی موت واقع ہوئی ہے حالانکہ یہ سب غلط ہے۔ کواس ہے۔ نجاتے کیوں ایسا کہا جا رہا ہے۔ ایک تو ہمارا اکلوٹا جوان بیٹا فوت ہو گیا ہے دوسرا ہمیں بدنام کیا جا رہا ہے۔ سنا ہے آج اخبار میں بھی خبر شائع ہوئی ہے۔ یہ تو شکر ہے کہ اخبار والوں نے مہربانی کی کہ ہمارا یا ہمارے بیٹے کا نام شائع نہیں کیا۔“ - ویم

خان نے بڑے غصیلے اور ناراض سے لبھ میں کہا۔
”کس ہسپتال والوں نے یہ بات کی ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”شی سول ہسپتال والوں نے“..... ویم خان نے جواب دیا اور پھر عمران نے دوسری باتیں شروع کر دیں۔ آخر میں اجازت لے لے کر وہ سلیمان کے ساتھ گھر سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار تیزی سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔

”یہ آپ کہاں جا رہے ہیں“..... سلیمان نے اچانک کہا۔
”شی سول ہسپتال۔ میں اس زہر بیٹے نے کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں“..... عمران نے کہا۔

”آپ مجھے فلیٹ پر ڈرپ کر دیں۔ میں نے مارکیٹ جانا ہے“..... سلیمان نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر

اس نے کار کا رخ موز دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سلیمان کو فلیٹ کے سامنے ڈرپ کیا اور کار لے کر ایک بار پھر شی سول ہسپتال کی طرف بڑھ گیا لیکن پھر اسے ایک خیال آیا تو اس نے کار کا رخ شی سول ہسپتال کی بجائے پیش سروز ہسپتال کی طرف موز دیا۔ اس نے سوچا کہ اس سلسلے میں اگر ڈاکٹر صدیقی کو آگے لاایا جائے تو زیادہ جتنی معلومات بھی مل جائیں گی اور ڈاکٹر صدیقی کے ذریعے وہ اس سلسلے میں مزید معلومات بھی حاصل کر سکے گا اور پھر کچھ دری بعد وہ ڈاکٹر صدیقی کے آفس میں موجود تھا۔

”آج آپ ادھر کیے بھول پڑے۔۔۔۔۔ چائے منگوانے کے بعد ڈاکٹر صدیقی نے مکراتے ہوئے کہا۔

”آپ کا مطلب ہے کہ یہاں صرف بھول کر ہی آیا جا سکتا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو ڈاکٹر صدیقی بے اختیار نہیں پڑے۔ اسی لئے ملازم چائے کے دو کپ ٹرے میں رکھے اندر داخل ہوا۔ اس نے ایک ایک کپ دونوں کے سامنے رکھا اور پھر خالی ٹرے اٹھائے واپس چلا گیا۔

”ڈاکٹر صاحب۔ ہمارے دور کے ایک عزیز ہیں ویم خان۔ ان کا امکوتا نوجوان بیٹا اچانک چلتے چلتے سرک پر گر پڑا تو لوگوں نے اسے اٹھا کر شی سول ہسپتال پہنچا دیا۔ لیکن وہاں وہ فوت ہو گیا۔ اس کا پوسٹ مارٹم کیا گیا تو ڈاکٹروں نے رپورٹ دی کہ اس کی موت کسی زہریلے نشے سے ہوئی ہے لیکن اس کے والدین کا

کہنا ہے کہ ان کا بیٹا تو سگریٹ تک نہیں پہتا تھا۔ وہ نش کیسے کر سکتا ہے اور پھر ڈاکٹر صاحب۔ یہ زہریلا نش کیا ہوتا ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ نشہ بذات خود زہریلا ہوتا ہے جو انسان کے جسم کو اندر سے دیک کی طرح کھا جاتا ہے۔ میں آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ شی سول ہسپتال کے ڈاکٹر سے ڈسکس کریں کہ کیا واقعی اس نوجوان نے کوئی نش استعمال کیا تھا اور انہوں نے زہریلے نشے کے الفاظ کیوں استعمال کئے ہیں۔۔۔۔ عمران نے چائے کی چکلیاں لیتے ہوئے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”کیا نام ہے اس لڑکے کا جس کی ذہن ہوئی ہے۔۔۔۔۔ ڈاکٹر صدیقی نے پوچھا۔

”نام تو مجھے معلوم نہیں۔ البتہ اس کے والد کا نام ویم خان ہے۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر صدیقی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔ آخر میں انہوں نے لاڈر کا ٹھن بھی پر لیں کر دیا۔

”لیں۔۔۔۔۔ شی سول ہسپتال۔۔۔۔۔ رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک نسوائی آواز سنائی دی۔

”پیش سروز ہسپتال سے ڈاکٹر صدیقی بول رہا ہوں۔ ڈاکٹر افضل سے بات کرائیں۔۔۔۔۔ ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

”لیں سر۔ ہولڈ کریں سر۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے اس بار

مودبادلہ مجھے میں کہا گیا۔

”بیلو۔ ڈاکٹر افضل بول رہا ہوں۔“..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ آواز میں موجود تھرہ اہٹ بتاری تھی کہ بولنے والا خاصی عمر کا ہے۔

”ڈاکٹر صدیقی بول رہا ہوں ڈاکٹر صاحب۔“..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

”اوہ آپ۔ آج کیسے ہماری یاد آ گئی اور آپ نے اپنی بے پناہ مصروفیت میں سے چند لمحے ہمارے لئے بھی نکال لئے۔“ ڈاکٹر افضل نے بڑے شکایت بھرے لبھے میں کہا تو ڈاکٹر صدیقی بے اختیار ہنس پڑے۔

”ڈاکٹر صاحب۔ بے پناہ مصروف میں نہیں آپ رہتے ہیں۔ جب بھی فون کرو آپ کسی وارڈ میں یا آپریشن تھیز میں ہوتے ہیں۔ آج میری خوش قسمتی ہے کہ آپ آفس میں موجود تھے۔“ ڈاکٹر صدیقی مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب کیا کیا جائے۔ آپ تو جانتے ہیں کہ ہمارے اساتذہ نے ہمیں ہمیشہ یہی سمجھایا ہے کہ انسانی جان بے حد قیمتی ہوتی ہے۔ اسے بچانے کے لئے زیادہ سے زیادہ جو کچھ ہو سکے ضرور کرنا چاہئے۔ فرمائیں۔ آج کیسے فون کیا ہے۔“..... ڈاکٹر افضل نے کہا۔

”ڈاکٹر صاحب۔ میرے ایک عزیز ہیں دیکم خان۔ ان کا نوجوان پینا سڑک پر گر گیا۔ اسے آپ کے ہسپتال پہنچایا گیا۔ وہاں

وہ جانبر نہ ہو سکا۔ اس کا پوسٹ مارٹم کیا گیا تو اس کے والدین کو بتایا گیا کہ نوجوان زہر لئے نشے کی وجہ سے فوت ہوا ہے۔..... ڈاکٹر صدیقی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اس لڑکے کا نام ارشد خان بتایا گیا تھا۔ میں نے ہی اس کا پوسٹ مارٹم کیا تھا۔ لیبارٹری سے جور پورٹ ملی تھی اس کے مطابق اس کے خون میں چرات کی خاصی مقدار پائی گئی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ چرات ایک خاص قسم کے زہر کا نام ہے جو نشے کے لئے استعمال کی جاتی ہے لیکن اگر نشہ کرنے والا زیادہ مقدار میں استعمال کرے تو اس کا خون زہریلا ہو جاتا ہے اور اس کی موت کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔“..... ڈاکٹر افضل نے کہا۔

”تو اس نے چرات کی زیادہ مقدار استعمال کی تھی۔“..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

”نہیں۔ معدے سے جو کچھ معلوم ہوا ہے اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اس نوجوان نے چرات کی زیادہ مقدار استعمال کی ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ نوجوان بھی اس گولی لی دن کا شکار ہوا ہے جسے کمزوری دور کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے یعنی قوت مدافعت رکھنے والا تو اس گولی سے بھرپور نشے کا سرور حاصل کر لیتا ہے لیکن کمزور قوت مدافعت کا مالک نوجوان اس سے ہلاک بھی ہو سکتا ہے اور اس نوجوان ارشد خان کے ساتھ بھی بھی ہوا ہے۔“..... ڈاکٹر افضل نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ اچھا۔ تو یہ مسئلہ ہے۔ ٹھیک ہے شکریہ“..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا اور پھر تھوڑی سی مزید گفتگو کے بعد ڈاکٹر صدیقی نے رسپور رکھ دیا۔

”کیا ہوا ڈاکٹر صاحب“..... عمران نے ڈاکٹر صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”قوت مدافعت بڑھانے کی ایک دو ایسے جس کا جزو نام چھات ہے۔ براثنا مولوں سے کئی مقامی اور غیر ملکی کمپنیاں اسے تیار کرتی ہیں۔ یہ گولیاں کھانے سے ایسا محسوس ہوتا ہے جسے اس آدمی نے شراب لی ہو جس سے وہ سر در محسوس کرتا ہے لیکن اس کی موت واقع نہیں ہو سکتی لیکن پہلے بھی مجھے اطلاعات مل ٹھیں کہ چند نامعلوم کمپنیاں اس دوا کے اندر کوئی ایسا زہر ملا رہی ہیں جس کی وجہ سے اسے استعمال کرنے والا آدمی زیادہ نشے کی کیفیت میں آ جاتا ہے لیکن آہستہ آہستہ یہ زہر چونکہ قدرے بے اثر ہو جاتا ہے اس لئے وہ گولیوں کی تعداد بڑھا دیتا ہے اور پھر نتیجہ بعض اوقات وہی نکتا ہے جو آپ کے عزیز کا نکلا ہے۔“..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

”لیکن یہ گولیاں کون فروخت کرتا ہے اور کیسے فروخت کی جاتی ہیں۔ کیا ان پر حکومت کا کوئی چیک نہیں ہے“..... عمران نے کہا۔

”سب چیک موجود ہیں۔ حکومت کی طرف سے ضلع و تحصیل کی سطح تک ڈرگ اسپلائر تعینات ہوتے ہیں جن کی ذیولی اس ایسے میں موجود تمام دواخانوں کو با قاعدگی سے چیک کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ

زادہ المیعاد ادویات اور بغیر لائنس بھائی گئی ادویات کو چیک کریں اور اگر کوئی اس جرم کا مرکب ہو تو اس کا دواخانہ، میڈیکل سور سیلڈ کیا جائے اور ڈرگ کوٹ میں اس کے خلاف مقدمہ چلا کر اس کو سزا دی جائے لیکن یہ سب یہاں پاکیشیا میں کاغذی باقی ہیں اور کاغذی کارروائی کر دی جاتی ہے۔ یہاں ہر طرف کرپشن کا دور دورہ ہے۔“..... ڈاکٹر صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ڈاکٹر صاحب۔ جس دوا کا ذکر آپ کر رہے ہیں کیا نام بتایا تھا جزو نیم چھات اور زہریلی دوا۔ اس کا کوئی برائند نام تو ہو گا۔ کیسے یہ لوگ حاصل کرتے ہوں گے“..... عمران نے کہا۔

”مجھے تو معلوم نہیں۔ البتہ معلوم کر کے بتا سکتا ہوں“..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

”بے حد مہربانی ہو گی ڈاکٹر صاحب۔ یہ انتہائی بھیاک جرم ہے۔ یہ تو پاکیشیائی نوجوان نسل کو ختم کرنے کا جرم ہے اور جو بھی اس جرم میں کسی بھی سطح پر شریک ہو اسے اس کی عبرتاك سزا ملنی چاہئے۔“..... عمران نے کہا۔

”یہ تو ادویات کی بات ہے۔ ویسے ہیر وئن اور دیگر نشہ کس قدر پہلیتا جا رہا ہے اس کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دیتا“..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا اور کوٹ کی اندر وئی جیب سے ایک چھوٹی سی فون ڈائریکٹری نکالی اور اس کے صفحے پلٹنا شروع کر دیئے۔ پھر ایک صفحے پر ان کی نظریں جنم گئیں۔ اس کے بعد انہوں نے ہاتھ بڑھا کر رسپور

بات ڈاکٹر افضل سے ہوئی ہے۔ ان کے ہسپتال کا ہی کیس ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ جزک نہم چھاٹ کی ایسی گولیاں کھائی گئی ہیں جن میں زہر ملایا گیا ہے۔ میں نے معلوم کرنا ہے کہ ایسی کون سی گولیاں ہیں۔ کون انہیں تیار کرتا ہے اور کہاں کہاں یہ فرد خست ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

”کیا سرکاری طور پر کوئی انکوائری کی جا رہی ہے؟“..... احمد رضا نے کہا۔

”نہیں۔ سرکاری طور پر کوئی انکوائری نہیں ہو رہی۔ البتہ میرے ایک دوست اس موضوع پر کوئی رسماج کرنا چاہتے ہیں۔“..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

”ڈاکٹر صاحب۔ آپ کو تو معلوم ہو گا کہ قوت مدافعت بڑھانے کے لئے بہت سی ملکی و غیر ملکی کمپنیاں چھاٹ پر مبنی ادویات بنارہی ہیں۔ ان دواؤں میں سب سے کامیاب دوا ایک ملٹی نیشنل کمپنی ایکس کی ہے جس کا برائٹ نام کولوک ہے لیکن یہی کولوک جعلی بھی بن کر آ رہی ہے۔ وہی پیکٹ، وہی ظاہری طور پر ریپر، لکھائی، چھپائی سب کولوک جیسی ہے لیکن اس کے اندر زہر کی مقدار بڑھا دی گئی ہے۔ یہ گولیاں نوجوانوں میں بے پناہ مقبول ہوتی جا رہی ہیں۔ گواں کے کھانے سے بے شمار نوجوان ہلاک ہو چکے ہیں لیکن پھر بھی نہ بینچتے والے باز آتے ہیں اور نہ ہی خریدتے والے۔“..... احمد رضا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

اٹھایا اور نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں انہوں نے ایک بار پھر لاڈوڑ کا بٹن بھی پر لیں کر دیا۔

”رضا میڈیکل ہاؤس“..... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”احمد رضا صاحب سے بات کرائیں۔ میں ڈاکٹر صدیقی بول رہا ہوں۔“..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

”لیں سر۔ ہولڈ کریں سر۔“..... دوسری طرف سے انہائی مودبادا نہ لجھے میں کہا گیا۔

”ہیلو۔ احمد رضا بول رہا ہوں۔“..... چند لمحوں بعد ایک اور مردانہ آواز سنائی دی۔ آواز اور لجھے بتا رہا تھا کہ بولنے والا خاصی عمر کا آؤں ہے۔

”ڈاکٹر صدیقی بول رہا ہوں۔“..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

”بہت میربائی ڈاکٹر صاحب۔ آپ نے ہمیں یاد تو کیا۔“..... دوسری طرف سے قدرے بے تکلفانہ لجھے میں کہا گیا۔

”آپ کوئی بھولنے والی چیز ہیں رضا صاحب۔ بس مصروفیات ایسی ہیں کہ وقت ہی نہیں ملتا۔“..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

”مجھے معلوم ہے ڈاکٹر صاحب۔ اسی لئے تو کبھی آپ سے شکایت نہیں کی۔ حکم کچھے۔ کیسے یاد کیا ہے۔“..... احمد رضا نے کہا۔

”خبر میں ایک کیس رپورٹ ہوا ہے جس میں کسی زہریلے نشے کی وجہ سے ایک نوجوان ہلاک ہو گیا ہے۔ اس سلسلے میں میری

گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کاراس علاقت کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جہاں صدیقی کا فلکیت تھا۔ اب اسے باقاعدہ فورشارز کا کیس بنا کر وہ صدیقی کو اس پر کام کرنے کے بارے میں کہنا چاہتا تھا۔ پھر ایک سروک پر سے گزرتے ہوئے اس کی نظر ایک میڈیکل شور پر پڑی تو اس نے کاراس کے سامنے روکی اور پھر کار سے اتر کر وہ میڈیکل شور میں داخل ہو گیا۔

”جی صاحب“..... سلزا میں نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”مجھے گولڈن کولوک کا ایک پیکٹ چاہئے“..... عمران نے کہا۔ ”گولڈن کولوک۔ وہ کیا ہوتا ہے۔ کولوک تو ہے“..... سلزا میں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے محسوس کیا کہ سلزا میں درست کہہ رہا ہے۔

”یہ وہ دوا ہے جسے زہریلانشہ کہا جاتا ہے“..... عمران نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”جی ایسی کوئی دوا ہم فروخت نہیں کرتے۔ آپ کو کولوک چاہئے تو وہ مل سکتی ہے“..... سلزا میں نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ ”چلیں یہ بتا دیں کہ گولڈن کولوک کہاں سے ملتی ہے“..... عمران نے کہا۔

”سوری جناب۔ مجھے معلوم نہیں ہے“..... سلزا میں نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”چلو وہ کولوک کا ایک پیکٹ دے دو“..... عمران نے کہا تو سلزا

”لیکن اس کی کوئی پہچان تو ہو گی“..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔ ”ہاں۔ صرف ریپر کے کلر میں فرق ہے۔ اصل دوا کے ریپر کا کلر بلکا زرد رنگ کا ہے جبکہ اس نقلي دوا کا ریپر تیز شہرے رنگ کا ہے اور دوسری بات یہ کہ اصل پر کمپنی کا نام موجود ہے اور باتی دو تمام تفصیلات جو قانونا ضروری ہوتی ہیں لیکن جعلی دوا پر کمپنی کا نام درج نہیں ہوتا۔ خریدنے اور بیچنے والوں میں اس کا ایک کوڈ نام ہے اور وہ ہے گولڈن کولوک۔ عام گولی کی قیمت دل روپے ہے جبکہ گولڈن کولوک کی ایک گولی پچاس روپے میں فروخت ہو رہی ہے“..... احمد رضا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ ”ٹھیک ہے۔ شکریہ“..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رسمیور رکھ دیا۔

”ڈاکٹر صاحب۔ حیرت ہے کہ جب اس کے ریپر پر کمپنی کا نام ہی نہیں ہوتا اور اس کی قیمت بھی اتنی زیادہ ہوتی ہے پھر یہ میڈیکل شور اسے کیوں فروخت کرتے ہیں“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”زیادہ منافع کے لائق میں دیے یہ گولی مہنگی فروخت ہوتی ہے لیکن دکانداروں کو بھاری مار جن پر ملتی ہو گی“..... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ اب مجھے اجازت دیں“..... عمران نے انتہے ہوئے کہا اور پھر مصروف کر کے وہ ان کے آفس سے باہر آ

دکان تھی۔ عمران اندر داخل ہوا۔ وہاں گاؤں کا خاص اسٹریٹھ تھا اور کاؤنٹر پر موجود پانچ چھے سیلز میں کام میں مصروف تھے۔ البتہ ایک طرف کاؤنٹر پر ایک اوہیزہ عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا۔

”مجھے احمد رضا صاحب سے ملتا ہے۔“..... عمران نے اس کے قریب جا کر کہا تو وہ چونک پڑا اور ایک لمحے کے لئے اس نے سر سے چھوڑ تک عمران کو دیکھا۔

”جی فرمائیے۔ میرا نام احمد رضا ہے۔“..... اس اوہیزہ عمر آدمی نے کہا۔

”تھیش سروز ہسپتال کے ڈاکٹر صدیقی صاحب سے ابھی فون پر آپ کی بات ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں آپ سے چند باتیں کرنی ہیں۔“..... عمران نے کہا۔

”اوہ اچھا۔ آئیے اندر بیٹھتے ہیں۔“..... اوہیزہ عمر آدمی نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ دکان کے آخر میں بنے ہوئے ایک چھوٹے سے آفس نما کمرے میں بیٹھ گئے۔ یہاں ایک میز اور چند کرسیاں موجود تھیں۔

”تشریف رکھیں۔“..... احمد رضا نے کہا۔

”میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ذی ایس سی (آکسن) ہے۔“..... عمران نے کسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو احمد رضا اسے اسی نظر دیں سے دیکھنے لگا جیسے وہ سمجھ رہا ہو کہ عمران مذاق کر رہا ہے۔

”جیسا کہ میں نے آپ کو پہلے بتایا ہے کہ میرا نام احمد رضا

میں نے مذکور الماری میں سے ایک پیکٹ نکلا اور عمران کے سامنے رکھ دیا۔ عمران نے اسے اٹھا کر غور سے دیکھا۔ اس کے روپر کا رنگ ہلکا زرد تھا۔ اس پر باقاعدہ کمپنی کا نام و پتہ اور دیگر ضروری قوانین کے مطابق اندر اجات موجود تھے۔

”کتنے پیسے۔“..... عمران نے پوچھا۔

”سورپے جناب۔“..... سیلز میں نے جواب دیا اور سامنے کاؤنٹر کے کونے پر موجود کمپیوٹر پر اس نے اندر اجات کے بعد رسید نکال کر عمران کو دی اور شاپر میں وہ پیکٹ ڈال کر عمران کی طرف پڑھا دیا۔ عمران نے قیمت ادا کی اور پھر میں اور دوائلے کروہ واپس گمرا اور پھر اس نے صدیقی کے فلیٹ پر جانے سے پہلے ایک پیکٹ گولڈن کولوک کا حاصل کرنے کا سوچا۔ چنانچہ اس نے اپنی کار کا رخ میڈیسین مارکیٹ کی طرف کر دیا لیکن پھر وہ یہ دیکھ کر جیران رہ گیا کہ میڈیسین مارکیٹ میں کسی بھی دکاندار نے گولڈن کولوک فروخت کرنے کی حামی نہ بھری بلکہ سب نے اس انداز میں جواب دیا جیسے انہیں سرے سے اس بارے میں معلوم ہی نہ ہو۔ عمران بہت جیران ہوا کہ کیا اس احمد رضا نے غلط بیانی کی ہے۔ چنانچہ اس نے سوچا کہ وہ خود اس احمد رضا سے مل کر مزید معلومات حاصل کرے۔ چنانچہ اس نے ایک میڈیکل شور سے احمد رضا کے بارے میں پوچھا تو اسے اس کا پتہ بتا دیا گیا۔ وہ شی سول ہسپتال والی روڈ پر تھا۔ تھوڑی دری بعد عمران وہاں بیٹھ گیا۔ خاصی بڑی

ہے اور میں صرف گریجویٹ ہوں"..... احمد رضا نے قدرے تلخ لبجھ میں کہا تو عمران بے اختیار نہیں پڑا۔

"آپ شاید ناراض ہو گئے ہیں۔ میں نے آپ پر کوئی ٹھنڈیں کیا۔ میرے ذیلی سر عبدالرحمٰن ڈائریکٹر جزل سٹرل اٹیلی جس بیورو بھی آپ کی طرح صرف گریجویٹ ہیں اور میں ان کے سامنے بھی کسی سے اپنا تعارف اسی طرح کرتا ہوں"..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس بار احمد رضا بھی بے اختیار نہیں دیا لیکن اس کے چہرے پر ابھر آنے والے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ عمران کی ذگریوں سے مرعوب نہیں ہوا تھا لیکن سر عبدالرحمٰن کے تعارف سے وہ واقعی مرعوب ہو گیا ہے۔

"مجھے حرمت ہوئی تھی جناب اس لئے میں نے عرض کیا تھا"..... احمد رضا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان مشروب کی دو بوتلیں اٹھائے اندر داخل ہوا جن پر نشو پیپر لپٹنے ہوئے تھے اور اس نے ایک بوتل عمران اور دوسری بوتل احمد رضا کے سامنے رکھی اور پھر خاموشی سے واپس چلا گیا۔

"لچھے"..... احمد رضا نے کہا۔

"شکریہ۔ آپ نے ڈاکٹر صدیقی صاحب کو گولڈن کولوک کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ میں نے ان کے فون کے لاڈر پر سنا تھا کیونکہ میرے کہنے پر ہی انہوں نے یہ بات آپ سے پوچھی تھی لیکن میں تقریباً پوری میڈیسین مارکیٹ گھوم چکا ہوں مگر کسی نے

گولڈن کولوک فروخت کرنا تو ایک طرف اس کی موجودگی اور ہام سے ہی انکار کر دیا ہے۔ سب یہی کہہ رہے ہیں کہ ان کے پاس تو کچھی کی بنی ہوئی دوا کولوک ہے۔ گولڈن کولوک کا تو انہوں نے کبھی نام ہی نہیں سن۔ اس کے باوجود لوگ اسے استعمال کرتے ہیں۔ وہ کہاں سے اسے خریدتے ہیں۔ کیا یہ دوا کسی خفیہ دکان پر فروخت ہوتی ہے"..... عمران نے کہا تو احمد رضا ایک بار پھر نہیں پڑا۔

"آپ کے والدی اٹیلی جس بیورو کے سربراہ نہیں ہیں بلکہ آپ بھی اپنے قد و قامت اور انداز سے اٹیلی جس کے آدمی لگتے ہیں اس لئے آپ کے سامنے تو کسی نے اقرار ہی نہیں کرنا تھا۔ دیے آپ کے آنے سے پہلے مجھے بھی فون آیا تھا کہ اٹیلی جس کے افراد گولڈن کولوک کے بارے میں معلومات حاصل کرتے پھر رہے ہیں۔ میں یہ سن کر بڑا حیران ہوا کہ آج تک تو اٹیلی جس کو اس کی توفیق نہیں ہوئی اب اچاک کیسے وہ حرکت میں آ گئے۔ اب پتھر چلا ہے کہ یہ آپ تھے جس کی وجہ سے پوری مارکیٹ خوفزدہ ہو گئی تھی"..... احمد رضا نے مشروب پی کر خالی بوتل میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"تو کیا ہر دکاندار یہ زہر فروخت کر رہا ہے"..... عمران نے کہا۔

"ہر دکاندار تو نہیں البتہ اکثریت ایسا کر رہی ہے۔ یہ ایک لحاظ سے جعلی دوا کے زمرے میں آتی ہے۔ سب کچھ دیے ہی اصل دوا

پوچھا۔

”میرا تعلق ایک سرکاری ادارے سے ہے جس کا نام فوشارز ہے۔ یہ ادارہ سماجی برائیوں کے خلاف کام کرتا ہے۔ میں اس کا ممبر بھی ہوں۔ البتہ آپ رضا کار کہہ سکتے ہیں۔“..... عمران نے کہا۔
”لیکن آپ زیادہ سے زیادہ کیا کریں گے۔ چند دکانوں پر چھاپے ماریں گے، گرفتاریاں کریں گے۔ کیا اس سے پورے ملک میں سے یہ لعنت ختم ہو جائے گی۔“..... احمد رضا نے کہا۔

”یہ تمہیک ہے کہ جو دکاندار یہ کام کرتے ہیں وہ بھی اتنے ہی مجرم ہیں جتنے اسے بنانے والے کیونکہ جو دکاندار اسے فروخت کرتے ہیں وہ صرف مالی فائدے کے لئے نوجوان نسل کو تاریکیوں میں دھکیل رہے ہیں۔ اگر وہ اسے فروخت نہ کریں تو یہ مکروہ وحشہ اپنی موت آپ مر سکتا ہے لیکن اصل مجرم اسے بنانے والے ہیں۔ دکانداروں کو سپلانی کرنے والے ہیں۔ ہم نے انہیں فریں کر کے ان کا خاتمہ کرنا ہے۔ ہم برائی کو جڑ سے کاٹنا چاہتے ہیں۔“..... عمران نے جواب دیا۔

”لیکن وہ تو بڑے لوگ ہیں۔ بڑا سماجی مرتبہ اور سماجی حیثیت رکھنے والے امیر ترین لوگ۔“..... احمد رضا نے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ کوئی بھی مجرم ہوں۔ مجرم صرف مجرم ہوتا ہے اور بس۔“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ نے تو میرے دل کی بات کی ہے لیکن میں فوری طور پر

کی طرح ہوتا ہے لیکن معمولی سافر ق اور کمپنی کا نام وغیرہ غائب ہوتا ہے اور دیسے بھی دکانداروں کے مخصوص گاہک ہوتے ہیں جو ان سے یہ دوائلے جاتے ہیں۔ ابھی آدمی کو وہ اس وقت فروخت کرتے ہیں جب ان کا کوئی مستقل گاہک اس کی حاصلی بھرتا ہے اور پھر وہ بھی مستقل گاہک بن جاتا ہے۔“..... احمد رضا نے کہا۔

”کیا آپ اسے منگوا سکتے ہیں۔“..... عمران نے کہا۔

”آپ کے بارے میں سب کو معلوم ہو گا کہ اب آپ میری شاپ میں موجود ہیں۔ اس صورت میں اگر میں نے کسی سے یہ دوا منگوالی تو وہ تمام الزام مجھ پر ڈال دیں گے کہ میں نے مجری کی ہے اور دریا میں رہ کر مگر پچھے سے یہر پالنا اچھا نہیں ہے۔ یہ جعلی ادویات اور دو نمبر ادویات کا کاروبار کرنے والے خود بھی جرام پیش ہوتے ہیں۔ کردار کے لحاظ سے نہ کسی ذہنی سطح کے لحاظ سے۔“..... احمد رضا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر میں اسے کیسے حاصل کروں۔“..... عمران نے کہا۔

”آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔“..... احمد رضا نے کہا۔

”میں اسے ختم کرنا چاہتا ہوں۔ میرے ایک عزیز کا نوجوان بیٹا اس دو سے ہلاک ہوا ہے اور ایسے نجات کرنے اور خاندان انوں کے چراغ اس زہریلے نشے کی وجہ سے گل ہونے ہوئے گے۔“..... عمران نے کہا۔

”کیا آپ کا تعلق ائمیل جنس سے ہے۔“..... احمد رضا نے

”ٹھیک ہے۔ لیکن ایک کام آپ نے بھی کرنا ہے اور میں آپ سے خل费ا کہتا ہوں کہ آپ جس دکان سے اسے حاصل کریں گے اس دکان کا نام اور پتہ ضرور دیں گے تاکہ ہم اس سراغ سے آگے بڑھ سکیں۔“..... عمران نے کہا۔

”سوری۔ پھر دوسرا طریقہ استعمال کرنا ہو گا۔ میں براہ راست سے نہ منگاؤں کسی اور ذریعے سے حاصل کروں اور پھر اس دکان کا نام اور پتہ بھی آپ تک پہنچا دوں۔ صحیک ہے۔ اب ایسا ہی ہو گا۔ ایک گھنٹے بعد آپ کو گولڈن کولوک اور ساتھ ہی نام و پتہ بھی اکثر صدیقی صاحب سے مل جائے گا۔“ احمد رضا نے کہا۔

”جیسے آپ چاہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن کام ہونا پاہے۔ اب مجھے اجازت دیں“..... عمران نے کہا اور پھر احمد رضا سے مصافیٰ کر کے وہ اس کمرے سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار ایک بار پھر صدیقی کی رہائش گاہ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اس نے یہی سوچا تھا کہ وہ ایک گھنٹہ ڈاکٹر صدیقی کے پاس لگزارنے کی بجائے فورسائز کے چیف صدیقی کے پاس گزارے

آفس کے انداز میں بجھے ہوئے کمرے کے پیچھے کری پر بیٹھے
ہوئے ایک ادھیز عمر آدمی نے فون کی گھنٹی بجتے ہی ہاتھ بڑھا کر
رسپور اٹھا لیا۔

”لیں۔ فریڈرک بول رہا ہوں“..... ادھیر عمر آدمی نے قدر سپاٹ لجھے میں کہا۔

”اعظم علی بول رہا ہوں جناب“..... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز ستائی دی۔

او جیز عمر آدمی نے چوکنگ کر کھا۔

”سر- جی کے، کے لئے اٹھیلی جنس کا ایک آدمی ساری مارکیٹ میں گھومتا رہا۔ اس سے دکانداروں میں خاصا خوف پیدا ہو گیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس سے ہمارے لئے کوئی مسئلہ بن جائے۔“ اعظم

علی نے کہا۔

”اثمی جس کا آدمی۔ کون تھا وہ“..... فریدرک نے قدرے حیرت بھرے لجھے میں کہا۔

”یہ تو معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کون ہے۔ البتہ اس کی نئے ماذل کی سپورٹس کار کو سب نے دیکھا ہے۔“..... عظم علی نے کہا۔

”سپورٹس کار۔ اثملی جس والوں کے پاس تو سپورٹس کاریں نہیں ہوا کرتیں۔ کیا اس نے خود کہا ہے کہ وہ اثملی جس سے متعلق ہے؟“..... فریدرک نے کہا۔

”نہیں جناب۔ البتہ وہ ہر دکان پر جا کر اس سے گولڈن کولوک کا نام لے کر مانگتا رہا حالانکہ سب اسے جی کے۔ کے نام سے پکارتے ہیں لیکن اس آدمی کا قد و قامت اور انداز بتا رہا تھا کہ اس کا تعلق اثملی جس سے ہے۔ البتہ ایک اور اطلاع ملی ہے کہ یہ آدمی احمد رضا میڈیکل شور میں گیا اور احمد رضا کے ساتھ کافی دریں تک مذاکرات کرتا رہا ہے۔“..... عظم علی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا یہ احمد رضا ہمارے نیٹ ورک کا آدمی ہے؟“..... فریدرک نے کہا۔

”نہیں جناب۔ یہ ہمارا گاہک نہیں ہے اور الثایہ ہمارے خلاف باقی بھی کرتا رہتا ہے۔“..... عظم علی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں کچھ کرتا ہوں۔ تم گھبراو نہیں۔ سب ٹھیک ہو

جائے گا۔“..... فریدرک نے کہا اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔ دوسری طرف لکھنی بجھنی کی آواز سنائی دیتی رہی اور پھر رسپورٹ اخالیا گیا۔

”راہبرٹ بول رہا ہوں۔“..... ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

”فریدرک بول رہا ہوں۔“..... فریدرک نے کہا۔

”اوہ آپ۔ حکم فرمائیں۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ایک میڈیکل شور ہے جس کا مالک احمد رضا ہے۔ اس پارے میں تفصیل عظم علی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اسے اغوا کر کے زیر پوائنٹ پر لے آؤ۔ میں نے اس سے خود پوچھ چکھ کرنی ہے۔“..... فریدرک نے کہا۔

”لیں سر۔ حکم کی تعییل ہو گی سر۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو فریدرک نے ہاتھ بڑھا کر ایک بار پھر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے دوبارہ نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔

”سنترل اثملی جس بیورڈ۔“..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”میں اسپکٹر نوازش کا دوست فریدرک بول رہا ہوں۔ اس سے بات کرنی ہے۔“..... فریدرک نے کہا۔

”ہولڈ کریں۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ اسپکٹر نوازش بول رہا ہوں۔“..... چند لمحوں بعد ایک

مردانہ آواز سنائی دی۔
”فریدرک بول رہا ہوں۔ کسی پلک فون بوٹھ سے مجھے کال
کرو۔“..... فریدرک نے اس ہار قدرے سخت اور تھکمانہ لبجے میں
کہا۔

”یہ سر۔“..... دوسری طرف سے قدرے موڈ بانہ لبجے میں کہا
گیا تو فریدرک نے رسیور رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی نج اٹھی
تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔

”یہ۔ فریدرک بول رہا ہوں۔“..... فریدرک نے کہا۔
”انپکٹر نوازش بول رہا ہوں۔“..... دوسری طرف سے نوازش کی
آواز سنائی دی۔

”انپکٹر نوازش۔ ہم تمہیں اس لئے بھاری رقمات ہر ماہ دیتے
ہیں کہ اٹھی جنس ہمارے خلاف کام نہ کرے لیکن آج اٹھی جنس کا
ایک آدمی پوری میدے یعنی مارکیٹ میں گولنڈن کولوک کے بارے میں
معلومات حاصل کرتا رہا ہے جس کی وجہ سے مارکیٹ پر خوف طاری
ہو گیا ہے۔ ایسا کیوں ہوا ہے۔ اس آدمی کے پاس سپورٹس کار
تھی۔“..... فریدرک نے خاصے سخت لبجے میں کہا۔

”ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ اٹھی جنس انپکٹروں کے پاس زیادہ تر
موڑ سائکل ہیں۔ چند کے پاس کاریں ہیں تو وہ سادہ کاریں ہیں۔
سپورٹس کار تو کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ ڈرگ
کے بارے میں کوئی فائل موجود نہیں ہے ورنہ سب سے پہلے مجھے

معلوم ہوتا کیونکہ ڈرگ سیکشن کا انچارج میں خود ہوں۔ آپ کو غلط
رپورٹ ملی ہے۔“..... انپکٹر نوازش نے بڑے اعتماد بھرے لبجے میں
جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں معلوم کر لوں گا کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ لیکن تم نے بھی
خیال رکھنا ہے۔“..... فریدرک نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں خصوصی خیال رکھوں گا۔“..... دوسری طرف
سے کہا گیا تو فریدرک نے رسیور رکھ دیا۔

”سپورٹس کار واقعی بے حد مہنگی ہوتی ہے لیکن پھر وہ آدمی کون
تھا۔ ٹھیک ہے۔ رابرٹ اس آدمی احمد رضا کو لے آئے گا تو اس
سے ہی معلوم ہو جائے گا۔“..... فریدرک نے رسیور رکھ کر بڑبڑاتے
ہوئے کہا اور پھر تقریباً دو گھنٹوں کے بعد فون کی گھنٹی نج اٹھی تو
فریدرک نے رسیور اٹھایا۔

”یہ۔ فریدرک بول رہا ہوں۔“..... فریدرک نے اپنے مخصوص
انداز میں کہا۔

”رابرٹ بول رہا ہوں جناب۔ وہ آدمی احمد رضا زیر دروم میں
بیٹھ چکا ہے۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”کیسے اٹھایا ہے اسے۔ تفصیل بتاؤ۔“..... فریدرک نے کہا۔

”ہم نے اعظم علی سے معلومات حاصل کیں اور اس دکان پر
بیٹھ گئے۔ وہاں سے معلوم ہوا کہ وہ پر میدے یعنی مارکیٹ گیا ہوا
ہے اور جس دکان پر وہ گیا تھا وہ ہمارے نیت ورک سے متعلق تھی۔

چھرے ہرے اور انداز سے ہی غنڈے دکھائی دے رہے تھے۔ دیوار کے ساتھ کری پر ایک ادھیز عمر آدمی موجود تھا۔ اس کی گردن ڈھکلی ہوئی تھی اور اس کے جسم کو رسیبوں کی مدد سے کری پر جکڑ دیا گیا تھا۔ اس کے سامنے کچھ فاصلے پر ایک اونچی پشت والی کری رکھی ہوئی تھی۔ ہال کی دیواروں پر قسم قسم کے چھوٹے بڑے تختہ اور کوڑے لٹکے ہوئے دکھائی دے رہے تھے جنہیں دیکھ کر ہی خوف آتا تھا۔ فریڈرک خالی کری پر بینخ گیا۔

”رابرت۔ اسے ہوش میں لے آؤ اور قاسم۔ تم کوڑا لے کر اس کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔“..... فریڈرک نے باری باری ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں باس۔“..... قاسم نے کہا اور مڑ کر دیوار کی طرف بڑھ گیا جہاں کوڑے لٹکے ہوئے تھے۔ اس نے ایک خاردار تار والا کوڑا دیوار سے اتارا اور پھر اسے ایک دوبار فضا میں چھینا کر وہ پلٹنا اور سامنے کری پر جکڑے ہوئے بیٹھے آدمی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا جبکہ رابرت نے آگے بڑھ کر ایک ہاتھ اس آدمی کے سر پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے چھرے پر پے در پے زور دار تھیز مارنے شروع کر دیئے۔ تیرے تھیز پر اس ادھیز عمر آدمی نے کراتے ہوئے آنکھیں کھول دیں تو رابرت جیچھے ہٹ کر فریڈرک کی کری کے قریب کھڑا ہو گیا۔

”یہ۔ یہ۔ کیا۔ کیا مطلب۔ یہ کیا ہے۔ مم۔ میں کہاں ہوں۔“

ہم نے اس دکان کے مالک سے رابطہ کیا تو اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ احمد رضا وہاں موجود ہے۔ میرا ایک آدمی اسے دہاں دیکھ آیا اور پھر وہ اس دکان سے نکل کر عقبی طرف موجود اپنی کار کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ہم نے اس کے سر پر چوت مار کر اسے بے ہوش کیا اور اپنی کار میں ڈال کر لے آئے۔..... رابرت نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”بھرے بازار سے اسے اخانے کی کیا ضرورت تھی۔ اب پولیس تمہارے پیچھے لگ جائے گی۔“..... فریڈرک نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”ایسا نہیں ہے جتاب۔ پر ڈرگ مارکٹ ٹنگ گلیوں میں واقع ہے اور وہ ایک ٹنگ اور دیران گلی سے گزر رہا تھا جب ہم نے اس پر ہاتھ ڈالا۔ کسی کو کافی کان خبر ہی نہیں ہو سکی۔ ہم نے چند لمحوں میں تمام کارروائی مکمل کر لی تھی۔“..... رابرت نے بڑے فخر یہ لمحے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں۔“..... فریڈرک نے کہا اور رسیبور رکھ کر وہ اٹھا اور مڑ کر عقبی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے سے باہر آ کر وہ دو تین گیلوں سے گزرتا ہوا میر ہیاں اتر کر ایک دروازے کے سامنے رک گیا۔ یہ زیر روم تھا۔ اس کمرے کو تار چنگ کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ اس نے دروازے کو دھکیل کر کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ ہال نما کمرے میں دو آدمی موجود تھے جو اپنے

کیا مطلب؟..... او حیر عمر آدمی نے اٹھنے کی لاشوری کو شش کرتے ہوئے انتہائی حرمت بھرے لبجے میں کہا۔

”تمہارا نام احمد رضا ہے اور تمہارا میڈیکل سوور ہے۔“ فریدرک نے سرد لبجے میں کہا۔

”ہاں۔ ہاں۔ مگر تم کون ہو اور یہ سب کیا ہے۔ میں یہاں کہاں ہوں۔ میں نے کیا کیا ہے۔“..... احمد رضا نے انتہائی گھبراۓ ہوئے لبجے میں کہا۔

”تم اس وقت وہاں ہو جہاں سے تمہاری لاش بھی کسی کو نہیں مل سکتی۔ لیکن اگر تم نے سب کچھ حق بنا دیا تو تمہیں جس طرح خاموشی سے یہاں لاایا گیا ہے ویسے ہی خاموشی سے واپس تمہارے گھر بھجوادیا جائے گا۔“..... فریدرک نے کہا۔

”مگر میں نے کیا کیا ہے۔ میں نے تو کبھی کوئی غلط کام نہیں کیا۔ آخر یہ سب کیا ہے۔“..... احمد رضا نے اس بار قدرے سنبلے ہوئے لبجے میں کہا۔

”تمہاری دکان پر ایک آدمی آیا ہے جو پہلے ڈرگ مارکیٹ میں گھومتا رہا۔ وہ گولڈن کلوک کے بارے میں معلومات کرتا پھر رہا تھا اور پھر وہ آدمی تمہاری دکان میں علیحدگی میں بیٹھ کر تم سے باقیں کرتا رہا۔ تم ہمیں بتاؤ کہ وہ آدمی کون تھا۔ تم نے اسے کیا بتایا ہے اور سنو۔ حق بنا دو ورنہ تمہارے ساتھ کھڑے آدمی کے ہاتھ میں کوڑا تم دیکھ رہے ہو۔ اس سے تمہارے جسم کا ایک ایک ریشمہ او حیر لبجے میں کہا۔“

دیا جائے گا اور پھر نہ تم مر سکو گے اور نہ جی سکو گے۔“..... فریدرک نے تیز لبجے میں کہا۔

”میں تو اس آدمی کو پہلے سے نہیں جانتا تھا۔ اس نے مجھے پہل سرو مزہ بہپتال کے اچارچ ڈاکٹر صدیقی کا حوالہ دیا تو میں اسے کمرے میں لے گیا۔ اس نے مجھ سے واقعی گولڈن کلوک کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے بتایا کہ میں اسی کسی دوا کے بارے میں نہیں جانتا۔ اس نے مجھے شوونے کی کوشش کی لیکن میں واقعی کچھ نہیں جانتا تھا اس لئے میں اسے کیا تھا تھا۔ پھر وہ واپس چلا گیا۔“..... احمد رضا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا نام تھا اس آدمی کا اور کس مجھے سے اس کا تعلق تھا۔“..... فریدرک نے پوچھا۔

”اُس نے اپنا نام تو علی عمران بتایا تھا لیکن ساتھ ہی لمبی چوزی ڈگریاں بھی بتائی تھیں اور ان ڈگریوں کے لحاظ سے تو وہ کوئی سانس دان ہی ہو سکتا تھا۔ میں نے اس سے مجھے کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ اس کا تعلق کسی سرکاری ادارے فورسائز سے ہے۔“..... احمد رضا نے لذتے ہوئے لبجے میں جلدی جلدی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”فورسائز۔ یہ کون سا ادارہ ہے۔“..... فریدرک نے حرمت بھرے لبجے میں کہا۔

اُس کے پورے خاندان سیت گولیوں سے اڑا دینا۔”..... فریدرک نے کہا اور مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے آفس میں بینجا ہی سوچ رہا تھا کہ فور شارز کون سا اوارہ ہو سکتا ہے اور اس عمران کو کہاں تلاش کیا جائے کہ فون کی گھنٹی نج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور الھال لیا۔

”لیں۔ فریدرک بول رہا ہوں۔“..... فریدرک نے کہا۔
”سینھ اسلم بول رہا ہوں۔“..... دوسری طرف سے بھاری آواز میں کہا گیا۔

”لیں سینھ صاحب۔ کوئی خاص بات۔“..... فریدرک نے کہا۔
”تھارے آدمیوں نے روپورٹ دی ہے کہ ہمارے بنس کے خلاف کوئی کارروائی ہو رہی ہے۔ مارکیٹ میں مندی ہو گئی ہے۔“..... سینھ اسلم نے کہا۔

”ایک آدمی جی کے، کے بارے میں پوچھتا پھر رہا تھا۔ اس کا قد و قامت دیکھ کر سب یہی سمجھے کہ اس کا تعلق انگلی جس سے ہے حالانکہ میں نے انگلی جس بیورڈ میں موجود اپنے آدمیوں سے معلوم کر لیا ہے۔ انگلی جس اس پر کام نہیں کر رہی اس لئے تم اپنے آدمیوں سے کہہ دو کہ یہ سب ہمارے مخالفین کا پروپیگنڈہ ہے۔“

فریدرک نے کہا۔

”اچھا۔ پھر صحیح ہے۔ میں بھی سوچ رہا تھا کہ تمہارے ہوتے ہوئے مارکیٹ میں چڑیا کا پچھہ بھی پر نہیں مار سکتا تو انگلی جس کہاں

”مجھے نہیں معلوم۔ میں نے بھی یہ نام پہلی بار سنا تھا لیکن سرکاری ادارے کی وجہ سے میں نے تفصیل نہیں پوچھی۔“..... احمد رضا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ڈاکٹر صدیقی سے اس کا کیا تعلق تھا۔“..... فریدرک نے کہا۔

”مجھے معلوم نہیں ہے۔ ڈاکٹر صدیقی سے بھی ایک دو نجی مخفیوں میں میری ملاقات ہوئی تھی۔ اس سے زیادہ مجھے بھی معلوم نہیں ہے۔“..... احمد رضا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”صحیح ہے۔ تمہارا لہجہ بتا رہا ہے کہ تم درست کہہ رہے ہو۔ لیکن اب تم بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ زیادہ محفوظ بات تو یہ ہے کہ تمہیں ہلاک کر کے تمہاری لاش گنو یا سڑک پر پھینکووا دی جائے ورنہ زندہ رہ جانے کی صورت میں تم ہمارے خلاف کام کرو گے۔“..... فریدرک نے کہا۔

”نہیں۔ میں ایسا آدمی نہیں ہوں۔ میں حلف دیتا ہوں کہ تمہارے بارے میں یا تمہارے ساتھیوں کے بارے میں زبان تک نہیں کھلوں گا۔“..... احمد رضا نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

”راہبرت۔“..... فریدرک نے اٹھتے ہوئے ساتھ کھڑے آدمی سے کہا۔

”لیں باس۔“..... اس آدمی نے موڈبانہ لہجے میں کہا۔

”اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسے کہیں چھوڑ آؤ۔ پھر اس کی گمراہی کرتے رہنا۔ اگر یہ کوئی غلط بات منہ سے نکالے تو اسے

جیئے۔ اسپکٹر نوازش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جو آدمی اٹھیلی جنس کا بن کر مارکیٹ میں گھومتا پھرتا رہا ہے اس کا نام علی عمران بتایا گیا ہے اور وہ کوئی سائنس دان بتایا جاتا ہے۔ کیا تم اسے جانتے ہو؟“..... فریدرک نے کہا۔

”علی عمران۔ اوہ۔ ہاں۔ اس کے پاس نئے ماذل کی سپورٹس کا رہے۔ وہ ہمارے پرشنڈنٹ سوپر فیاض کا دوست ہے اور ہمارے ڈائریکٹر جزل صاحب کا اکلوتا بیٹا ہے۔ نا ہے وہ سیکرت سروس کے لئے کام کرتا ہے لیکن اس کا آپ کے ساتھ یا آپ کے بیٹس کے ساتھ تو کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔“..... اسپکٹر نوازش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہارا سپرشنڈنٹ تو کوئی چکر نہیں چلا رہا۔ اس آدمی کے ذریعے“..... فریدرک نے کہا۔

”نہیں۔ ایسا ہوتا تو کم از کم مجھے علم ہوتا۔“..... اسپکٹر نوازش نے جواب دیا۔

”یہ علی عمران کہاں رہتا ہے۔ اپنے باپ کے ساتھ یا کہیں اور؟“..... فریدرک نے پوچھا۔

”مجھے تکمیل ایڈریس تو معلوم نہیں البتہ کسی فلیٹ میں رہتا ہے۔“..... اسپکٹر نوازش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔“..... فریدرک نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”سیکرت سروس کا تو ایسے معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔“.....

سے آ گئی۔“..... سینئر اسلم نے اس بار مطمئن لمحے میں کہا۔

”بے فکر رہو سینئر۔ سب اوکے ہے اور اوکے ہی رہے گا۔“..... فریدرک نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”یہ سینئر لوگ بڑی جلدی گھبرا جاتے ہیں۔“..... فریدرک نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور نمبر پرنس کرنے شروع کر دیے۔

”اٹھیلی جنس یورڈ۔“..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”اسپکٹر نوازش سے بات کراو۔ میں فریدرک بول رہا ہوں۔“..... فریدرک نے کہا۔

”ہو لد کریں۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”یہلو۔ اسپکٹر نوازش بول رہا ہوں۔“..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”فریدرک بول رہا ہوں۔“..... فریدرک نے کہا۔

”اوہ آپ۔ خیریت۔“..... اسپکٹر نوازش نے چونک کر پوچھا۔

”یہ بتاؤ اسپکٹر نوازش کے کوئی سرکاری ادارہ فورسٹارز بھی ہے۔“..... فریدرک نے پوچھا۔

”فورسٹارز۔ نہیں ایسا تو کوئی سرکاری ادارہ نہیں ہے اور نہ ہی میں نے اس بارے میں کبھی سنا ہے اور ایسا نام تو کسی سرکاری ادارے کا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ تو کسی ہوٹ یا کلب کا نام ہو سکتا۔“.....

پھر یہ آدمی کیوں پوچھ گجھ کرتا پھر رہا ہے اور یہ فورسارز کیا ہے۔ فریدرک نے رسیور رکھ کر بربادتے ہوئے کہا اور پھر اس کے ذہن میں انپکٹر نوازش کی بات آگئی کہ فورسارز کسی کلب کا نام ہو سکتا ہے تو اس نے ایک بار پھر رسیور انھلایا اور نمبر پرلس کرنے شروع کر دیئے۔

”میں۔ ہنری بول رہا ہوں۔“ رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”فریدرک بول رہا ہوں۔“ فریدرک نے کہا۔

”اوہ۔ آج کیسے یاد کر لیا فریدرک۔ پہلے تو ملاقاتیں بھی ہو جاتی تھیں اب تو فون پر بھی بات نہیں ہوتی۔ کیا بہت چل رہا ہے جی کے کا دھنڈہ۔“ دوسرا طرف سے بڑے بے تکلفانہ لمحے میں کہا گیا۔

”ہاں۔ اب پہلے سے نیٹ ورک بہت وسیع ہو گیا ہے اس لئے واقعی بڑیں کے معاملات سے فرستہ ہی نہیں ملتی۔ بہر حال دھنے تو ہوتے رہتے ہیں۔ میں نے اس لئے فون کیا ہے کہ کیا دارالحکومت میں کوئی فورسارز نام کا کلب بھی ہے۔“ فریدرک نے کہا۔

”فورسارز۔ نہیں اس نام کا تو کوئی کلب نہیں ہے۔ البتہ یہ ہوٹلوں کی کمپنیاں ہوتی ہیں۔ فورسارز، تھری شارز، فورسارز۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو۔ کوئی خاص بات۔“ ہنری نے کہا۔

”ایک آدمی ہمارے دھندے کے بارے میں مارکیٹ سے معلومات حاصل کرتا پھر رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کا تعلق سرکاری ادارے فورسارز سے ہے۔ میں نے اس بارے میں معلومات حاصل کیں تو بتایا گیا کہ سرکاری ادارے کا تو نام ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ تو کسی کلب یا ہوٹل کا نام ہو سکتا ہے اس لئے میں تم سے پوچھا ہے۔“ فریدرک نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس آدمی کا نام پتہ کیا ہے۔“ ہنری نے پوچھا۔

”اس کا نام تو علی عمران بتایا گیا ہے۔ سائنس دانوں والی لوگوں میں اس نے حاصل کی ہوئی ہیں اور ڈائریکٹر جزل ائیلی جس پیورو کا اکتوتا بینا بتایا جاتا ہے۔ یہ کسی فلیٹ میں رہتا ہے۔“ فریدرک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ ویری بیڈ فریدرک۔ موت نے تمہارا، تمہارے آدمیوں اور تمہارے دھندے کا راستہ دیکھ لیا ہے۔ میرا پرظہوص مشورہ ہے کہ تم یہاں سے فوراً نکل جاؤ اور اپنی جان بچا لو درستہ یہ آدمی دنیا کا مختون ک ترین آدمی سمجھا جاتا ہے اور جس کے چیخھے یہ لگ جائے اسے ہم پناہ نہیں ملتی۔ پر پاورز کی سروز اور میں الاقوامی مجرم تنظیمیں سب اس کا نام سن کر ہی کاپ اٹھتی ہیں۔“ ہنری نے کہا۔

”کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ پاگل تو نہیں ہو گئے۔ کیا کہہ رہے ہو۔“

”تم“..... فریدرک نے اس بار غصیلے لبجے میں کہا۔

”یہ میں جو کہہ رہا ہوں درست کہہ رہا ہوں۔ گواں آدمی کا کوئی تعلق ان معاملات سے نہیں ہے لیکن وہ کسی نہ کسی وجہ سے تمہارے اس دھندے کے پیچھے لگ گیا ہے تو پھر سمجھو کہ بھوت پیچھے پڑ گیا ہے، اس لئے کہہ رہا ہوں“..... ہنری نے جواب دیا۔

”اس کا پتہ تو تمہیں معلوم ہو گا“..... فریدرک نے کہا۔

”نہیں۔ مجھے نہیں معلوم۔ البتہ اس کا ایک شاگرد اندر ورلڈ میں کام کرتا ہے۔ وہ بھی انتہائی خطرناک آدمی سمجھا جاتا ہے۔ اس کا نام نائیگر ہے لیکن میرا مشورہ ہے کہ تم اس کے پیچھے مت بھاگو۔ اپنے نیٹ ورک کو مضبوط کرو یا پھر یہاں سے نکل جاؤ۔ اسی میں تمہاری بچت ہے“..... ہنری نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ شکریہ“..... فریدرک نے غصیلے لبجے میں کہا اور رسیور کریڈل پر اس طرح بیخ دیا جیسے سارا قصور رسیور کا ہو۔

”یہ ہنری اب بوڑھا ہو گیا ہے۔ پاگل ہو گیا ہے۔ ننس“۔ فریدرک نے کہا اور پھر میز کی دراز کھول کر اس نے اس میں سے شراب کی چھوٹی بوٹل نکالی اور اس کا ڈھکن ہٹا کر اسے منہ سے لگایا۔

” عمران صاحب۔ اس نیٹ ورک کی کسی بڑی مچھلی پر ہاتھ دالتا پڑے گا۔ پھر اس کی وسعت سامنے آئے گی۔ دکانداروں کو پکڑنے سے کچھ نہیں ہو گا“..... صدیقی نے کہا۔

”کسی بڑی مچھلی کے لئے بھی تو کافی میں کچھ نہ کچھ لگانا پڑے گا ورنہ یہ لوگ اس قدر محاط انداز میں کام کرتے ہیں کہ معمولی کے خطرے سے کچھوے کی طرح اپنے آپ کو سیکر لیتے ہیں“..... عمران نے ہاتھ میں موجود پیکٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ اس وقت صدیقی کے فلیٹ میں موجود تھا۔ اس نے صدیقی کو گولنڈن کولوک کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا اور اس کے کہنے پر صدیقی ہی جا کر ڈاکٹر صدیقی سے یہ پیکٹ لے آیا تھا جو وہاں احمد رضا نے بھجوایا تھا۔

”آپ کی بات درست ہے لیکن آپ نے خود چیک کیا ہے کہ

پہنچا ہے اور اس کے بڑوں کا خاتمہ کرنا ہے جو دولت کے لائچ میں اندھے ہو کر لوگوں کا قتل عام کر رہے ہیں۔ عمران نے قدرے چندیاں لجھے میں مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”آپ کی بات درست ہے۔ ویسے بھی یہ فور ساز کا ہی مخصوص کہیں ہے اور ہم اس پر پورے خلوص سے کام کریں گے لیکن مجھے یہ سمجھنیں آ رہی کہ ہم آغاز کہاں سے کریں اور کیسے کریں۔“

صدیقی نے کہا۔

”پہلے کسی دکاندار کو ٹریس کریں جو یہ دوا فروخت کرتا ہو۔ اس سے اس آدمی کے بارے میں معلومات حاصل کریں جو اسے اس دکاندار کے پاس پہنچانی کرتا ہے۔ پھر اس سے آگے جہاں سے وہ مال لیتا ہے۔ اس طرح ایک ایک کڑی ملا کر یہ زنجیر پوری ہو گی۔“ عمران نے کہا۔

”تو بہت لمبا پاسیں ہے اور ہمارے بارے میں معلومات ملتے ہیں دہماںی کڑیاں سب غائب ہو جائیں گی۔ اودہ ہاں۔ ایک کام ہو سکتا ہے۔“ صدیقی نے بات کرتے کرتے چونک کر کہا۔

”کیا۔“..... عمران نے چونک کر پوچھا۔

”فارما سوئکل کمپنی کا ایک آدمی میرا واقف ہے۔ وہ مارکیٹ کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ اس سے ایسی معلومات مل سکتی ہیں جن سے ہم آگے بڑھ سکتے ہیں۔“ صدیقی نے کہا۔

”لیکن اس سے کیا کہو گے کہ تم یہ معلومات کیوں حاصل کر

آپ نے صرف چند دکانوں سے اس کے خریدنے کی بات کی تو پوری مارکیٹ میں خطرے کی گھنٹیاں بج اٹھیں اور مجھے یقین ہے کہ جس تاکپ کا یہ دھنہ ہے دکاندار کو کوئی عام آدمی مال سپلائی کرتا ہو گا اور شاید اسے معلوم ہی نہ ہو کہ مال وہ کہاں سے اٹھاتا ہے۔“..... صدیقی نے کہا۔

”تمہاری تمام باتیں درست ہیں۔ یہیں یہ اتنا بڑا نیٹ ورک عام آدمی نہیں چلا سکتے۔ اس میں محروم، سکھلر، افسوسی اوزر اور نجات نے کس کس طبقے کے لوگ شامل ہوں گے۔ یہ پیکٹ جو تم لے آئے ہو یہ بہر حال کہیں بتتا ہے اور کہیں سے اس کا خام مال خریدا جاتا ہے، جو زہر اس میں ملایا جاتا ہے تاکہ کھانے والے کو زیادہ نہ ہو یہ مواد بھی تو کہیں سے خریدا جاتا ہو گا۔ پھر جتنے بڑے پیمانے پر جو کام ہو رہا ہے ملک کے لاکھوں لوگ جن میں زیادہ تعداد نوجوانوں کی ہے اس کی عادی ہو چکی ہے اور بے شمار لوگ اس زہریلے نشے سے ہلاک ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو بارٹ انیک کا بتا کر انہیں خاموشی سے دفا دیا جاتا ہے۔ یہ سیرے عزیز کا لڑکا سڑک پر گر پڑا اور ہپتال پہنچا دیا گیا۔ وہاں یہ ہلاک ہو گیا تو اس کا پوسٹ مارٹم ہوا اور اس طرح یہ زہریلانشہ سامنے آیا ورنہ یہ گھر میں ہلاک ہوتا تو اسے بھی بارٹ انیک کا کہیں بتا کر خاموشی سے دفا دیا جاتا کیونکہ والدین اور رشتہ دار الزام سے پچھا چاہتے ہیں اس لئے ہمیں کھل کر اس نیٹ ورک کے خلاف کام کرنا ہے۔ ہم نے اس کی جزاں

رہے ہو اور پھر وہ خوفزدہ بھی تو ہو سکتا ہے کیونکہ ایسے کام کرنے والے بے حد بے رحم لوگ ہوتے ہیں۔ عمران نے کہا۔

”کوشش تو کی جاسکتی ہے۔“ صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور اٹھایا اور انکوائری کے نمبر پر لیس کر دیئے۔

”انکوائری پلیز۔“ رابطہ قائم ہوتے ایک نسوی آواز سنائی دی۔

”سرکوئی کمپنی کے ہیڈ آفس کا نمبر دیں۔“ صدیقی نے کہا تو دوسری طرف سے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد فیبر ہاتا دیا گیا تو صدیقی نے کریڈل دبایا اور پھر نون آنے پر اس نے کیسے بار پھر تیزی سے نمبر پر لیس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں ان نے لاڈر کا ٹھنڈا بھی پر لیس کر دیا کیونکہ لاڈر کا ٹھنڈنے کی وجہ سے دوسری طرف بجتے والی گھنٹی کی آواز کمرے میں گونجنے لگی تھی۔

”سرکوئی ہیڈ آفس۔“ رابطہ ہوتے ہی ایک نسوی آواز سنائی دی۔

”ظہیر الدین صاحب سے بات کرنی ہے۔ میں ان کا دوست صدیقی بول رہا ہوں۔“ صدیقی نے کہا۔

”ہولڈ کریں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”پیلو۔ ظہیر الدین بول رہا ہوں۔“ چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”حسن صدیقی بول رہا ہوں۔“ صدیقی نے کہا۔

”اوہ۔ تم نے یہاں فون کیا ہے۔ کیا ہوا ہے۔ کوئی خاص بات۔“ دوسری طرف سے حیرت بھرے لمحے میں کہا گیا۔

”ہاں۔ میں آج کلب نہیں آ رہا تھا اس لئے میں نے یہاں فون کیا ہے۔ ایک دوا ہے کولوک۔ جانتے ہو اس کے بارے میں۔“ صدیقی نے کہا۔

”ہاں۔ بہت اچھی طرح۔ آج کل وہ نوجوانوں کی پسندیدہ دوا ہے لیکن وہ اسے بطور دوا استعمال نہیں کرتے۔ یہ دوا اصل میں اعصاب کو پر سکون کرتی ہے۔ میشن اور ڈپریشن سے نجات دلاتی ہے اور اعصاب کے پر سکون ہونے سے ذہن میں سرور پیدا ہوتا ہے اور یہی سکون اور سرور نوجوانوں کو مطلوب ہے اس لئے یہ دوا خوب لکھ رہی ہے۔“ ظہیر الدین نے پوری تقریر کرتے ہوئے کہا۔

”میں ڈاکٹر نہیں ہوں جس کے سامنے تم نے دوا کی خوبیاں بتانا شروع کر دی ہیں تاکہ میں تمہاری کمپنی کی دوا اپنے شخوں میں لکھنا شروع کر دوں۔“ صدیقی نے کہا تو دوسری طرف سے ظہیر الدین کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

”کیا کروں۔ عادت سی پڑ گئی ہے۔ لیکن تمہارا ادویات سے کیا تعلق پیدا ہو گیا ہے۔“ ظہیر الدین نے کہا۔

”مریض والا تعلق نہیں، ریسرچ سکالر والا تعلق۔ تمہیں معلوم تو ہے کہ میں پیش نیویورشی میں فیلڈ ریسرچ ہوں۔ مجھے یونیورسٹی کی طرف سے ٹاپک دیئے جاتے ہیں اور میں مختلف لوگوں سے

معلومات حاصل کر کے ان ٹانکس پر پیپرز تیار کرتا ہوں اور اس بار جو ناپک مجھے ملا ہے وہ کولوک کا ہے کیونکہ مجھے بتایا گیا ہے کہ کوئی لعلی دوا گولڈن کولوک کے نام سے بھی تیار ہوتی ہے اس لئے میں نے تمہیں فون کیا ہے۔۔۔ صدیقی نے بڑے خوبصورت انداز میں وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”ایک کولوک کیا یہاں پاکیشیا میں تو ہر دوا کی لقل تیار ہوتی ہے۔ جعلی ادویات سے میدیکل سورز بھرے پڑنے سے ہیں اس لئے تو تو ملٹی پیشٹ کپنیاں یہاں کام کرنا آہستہ آہستہ چھوڑ جا رہی ہیں۔ یہاں جعلی کام کرنے والے، نعش بنانے والے کسی سے کوئی پوچھو چکھی نہیں۔ اس ملک میں ایسے لوگوں نے باقاعدہ ڈرگ مافیا بنایا جوواہ ہے جو ان کے خلاف انگلی المھاتا ہے اس کی صرف انگلی ہی نہیں بلکہ گردن ہی کاٹ دی جاتی ہے۔ قانون رشتہ کی وجہ سے بے بس ہو چکا ہے۔۔۔ ظہیر الدین نے ایک بار پھر مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”تمہیں ڈاکنڑوں کے سامنے بہت بولتے کی وجہ سے زیادہ بولنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ میں گولڈن کولوک کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ صدیقی نے کہا تو دوسری طرف ظہیر الدین بے اختیار نہیں پڑا۔

”گولڈن کولوک کے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہجے ہو۔۔۔ ظہیر الدین نے بہتے ہوئے کہا۔

”جو کچھ تمہیں معلوم ہے میں نے اس پر رسماج کرنی ہے۔۔۔

صریحی نے کہا۔

”کولوک پر رسماج کر لینا۔ گولڈن کولوک پر رسماج نہ کرنا ورنہ انتہائی خوفناک ڈرگ مافیا کے ہاتھوں ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ کولوک جیسا میں نے پہلے بتایا ہے دوا ہے لیکن اس کا استعمال نوجوان غلط انداز میں کرتے ہیں لیکن گولڈن کولوک تو انتہائی خطرناک زبردیا نہیں ہے۔ اس میں خصوصی طور پر کوئی ایسا عنصر شامل کیا جاتا ہے جس سے اعصاب پر سکون نہیں بلکہ عارضی طور پر مفلوج ہو جاتے ہیں اور اسے نوجوان کیف و سرور کی زیادتی سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ گولڈن کولوک استعمال کر کے وہ ہر قسم کے غم و مصیبت سے نجات پا لیتے ہیں اس لئے گولڈن کولوک جو پہلے کم فروخت ہوتی تھی اب کافی زیادہ فروخت ہو رہی ہے لیکن انتہائی خفیہ انداز میں۔۔۔ ظہیر الدین نے ایک بار پھر مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہ کس فیکٹری میں تیار ہوتی ہے اور فیکٹری کہاں ہے۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

”تمہیں اسی بارے میں شاید کسی کو بھی معلوم نہ ہو اور شاید اس فیکٹری کے ملازمین کو بھی علم نہ ہو کہ وہ کیا تیار کر رہے ہیں۔ ایسی چیزوں ب حق کہیں اور ہیں اور پیک کہیں اور کی جاتی ہیں۔ جو اسے پیک کرتے ہیں انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا پیک کرتے ہیں اس لئے یہ بتانا تقریباً ناممکن ہے۔۔۔ ظہیر الدین نے اپنی عادت کے مطابق ایک بار پھر تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”چلو فیکری کا نہ سکی میں ذمہ داری بیوڑ کا تو تمہیں معلوم ہو گا۔“
صدیقی نے کہا۔

”ہاں۔ اس کا مجھے علم ہے لیکن پہلے وعدہ کرو کہ میرا نام کسی صورت سامنے نہیں آئے گا ورنہ مجھے چھوٹی کی طرح مسل کر رکھ دیا جائے گا۔“..... ظہیر الدین کی آواز میں خوف کی لرزش نمایاں تھی۔

”ارے۔ ارسے۔ یہ تو بزرگ کے معاملات ہیں۔ اس میں خوفزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔“..... صدیقی نے کہا۔

”یہ بلیک بزرگ ہے صدیقی۔ بلیک بزرگ۔ اس میں انتہائی طاقتور اور بے رحم مافیا ملوث ہے اور میں گولڈن کولوک کے صرف ایک آدمی کو جانتا ہوں۔ اس نے مجھے بھی اپنی نیم کا ممبر بنانے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے انکار کر دیا۔ اس آدمی کا نام فیروز خان ہے۔ اس کا ذرگ سور ہے۔ فیروز ذرگ سور۔ موہنی روڑ پر یہ ذرگ سور ہے۔ چھوٹا سا سور ہے جو اس نے صرف دکھاوے کے لئے بنایا ہوا ہے ورنہ یہ گولڈن کولوک اور اس ناپ کی دوسرا جعلی اور قائل ادویات کو دار الحکومت میں پھیلانے والی نیم کا ممبر ہے اور یہ بھی بتا دوں کہ اس فیروز خان نے مجھے بتایا تھا کہ وہ تو اس نیٹ ورک کی چھوٹی سی مچھلی ہے۔ یہ نیٹ ورک تو پورے پاکیشیا کے ساتھ ساتھ بے شمار ترقی پذیر اور غریب ممالک میں پھیلا ہوا ہے۔“..... ظہیر الدین نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوے۔ تم بے فکر رہو۔ تمہارا نام کبھی سامنے نہیں آئے گا۔“

اللہ حافظ۔..... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

”بڑا خفیہ نیٹ ورک بنانے کا ہے۔“..... صدیقی نے ایک لمبا سائنس لیتے ہوئے کہا۔

”میں۔ خوف زیادہ پھیلا رکھا ہے تاکہ اس طرف کوئی توجہ نہ کرے۔“..... عمران نے سکھاتے ہوئے جواب دیا۔

”ہمارے ملک میں اتنی جنس ہے، پولیس ہے، ذرگ انسپکٹر میں بھروسہ ہیں، ذرگ فورز ہیں۔ ان سب کے باوجود یہاں یہ سب کچھ کھلم کھلا ہو رہا ہے۔“..... صدیقی نے کہا۔

”ایسا ہر ملک میں ہوتا ہے۔ کہیں کم اور کہیں زیادہ۔ برائیاں ہر جگہ پر ہیں۔ البتہ یہ بات درست ہے کہ ہمارے ملک میں برائیوں کے خلاف جدوجہد بہت کم ہے۔ بہر حال تم اس فیروز خان کو چیک کر جو پھر جب کسی بڑے پر ہاتھ پڑنے لگے تو مجھے بتا دینا۔“..... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں کال کر دوں گا۔“..... صدیقی نے بھی اٹھتے ہوئے کہا اور پھر عمران، صدیقی کو اللہ حافظ کہہ کر واپس اپنی کار میں آیا اور چند لمحوں بعد اس کا رتیزی سے اپنے فیٹ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اب فورسائز اس کے خلاف تیزی سے کام کریں گے اور اس خوفناک نیٹ ورک کو جزوں سے اکھاڑا دیا جائے گا۔

کے خلاف کام کرتی ہے اور اس کے مقابل میں الاقوای سٹھ کے مجرم ہوتے ہیں۔ پھر ایسا شخص اس معمولی معاملے میں کیوں دلچسپی لے رہا تھا۔ وہ بیخا یہ سب کچھ سوچ رہا تھا کہ فون کی گھنی نج اٹھی تو اس نے چونک کرفون کی طرف دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”لیں۔ فریڈرک بول رہا ہوں“..... فریڈرک نے کہا۔

”سردار داؤد بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے ایک بھاری ہی آواز سنائی دی تو فریڈرک یہ آواز سننے ہی بے اختیار چونک کر سیکھا ہو گیا۔

”لیں سر۔ حکم سر“..... فریڈرک نے انتہائی مودبادہ لبھ میں کہا۔

”المحظی سینھ اسلم نے اطلاع دی ہے کہ گولڈن کولوک کے خلاف ایک جنس کام کر رہی ہے جس کی وجہ سے مارکیٹ پر خوف طاری ہو گیا ہے“..... سردار داؤد نے سخت لبھ میں کہا۔

”میں دار صاحب۔ میں نے ساری معلومات حاصل کر لی ہیں۔ سیکرت سروس کے لئے کام کرنے والا ایک آدمی جس کا نام علی عمران ہے اور جو شاید سامنہ دان ہے وہ اتنی جس ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمن کا اکتوتا پیٹا اور سیکرت سروس کے لئے کام کرتا ہے، مارکیٹ میں گولڈن کولوک کے حصول کے لئے گھومتا رہا ہے۔“
”المحظی جس میں میرے آدمی موجود ہیں۔ ان سے روپرٹ مل پچھی

فریڈرک اپنے آفس میں بیخا نجاتے کب سے مسلسل شراب پی رہا تھا۔ ہنری نے علی عمران کے پارے میں جو کچھ کہا تھا اور جس طرح اسے ذرا نے کی کوشش کی تھی اس پر پہلے تو اسے بے حد غصہ آیا تھا لیکن آہستہ آہستہ جب اس کا غصہ ختم ہوا تو اس کے ذہن میں یہ بات آنے لگی کہ اگر عمران سیکرت سروس کے لئے کام کرتا ہے تو پھر لازمی بات ہے کہ وہ بے حد تربیت یافتہ آدمی ہو گا لیکن یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ عمران کا گولڈن کولوک سے کیا تعلق پیدا ہو گیا ہے اور وہ کیوں اس کے پیچھے لگا ہے۔ گزشتہ دس سالوں سے گولڈن کولوک فروخت کی جا رہی تھی اور سوائے چھوٹے موٹے واقعات کے اور کوئی ایسا واقعہ نہ ہوا تھا کہ سیکرت سروس اس کے پیچھے لگ جاتی۔ اسے معلوم تھا کہ سیکرت سروس ملک سے باہر ہونے والی ملک کی سلامتی کے خلاف سازشوں

ہے۔ وہاں اس پر کوئی کام نہیں ہو رہا۔۔۔ فریدرک نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سیکرت سروس کا آدمی۔ لیکن ہمارے کاروبار سے سیکرت سروس کا تو کوئی تعلق نہیں ہے۔ کہاں رہتا ہے یہ عمران۔۔۔ سردار واڈ نے کہا۔

”کنگ روڈ کے کسی فلیٹ پر رہتا ہے۔۔۔ فریدرک نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ اسے فوری فرش کرا دو چاہے پورے کنگ روڈ کو میزائلوں سے کیوں نہ اڑانا پڑے اور پھر اس کی لاش میڈیس مارکیٹ میں پھینکوا دینا تاکہ لوگوں کا خوف ختم ہو سکے۔۔۔ سردار واڈ نے بڑے تحکماں لبھے میں کہا۔

”یہ سر۔ میں بلیک گروپ کے ذمے یہ کام لگا دیتا ہوں۔۔۔ فریدرک نے کہا تو دوسری طرف سے سردار واڈ نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا چکہ فریدرک نے ہاتھ پڑھا کر کریڈل دبایا اور پھر نون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”یہ۔ اوبراے کلب۔۔۔ رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”فریدرک بول رہا ہوں۔ بلیک سے بات کراؤ۔۔۔ فریدرک نے تیز لبھے میں کہا۔

”ہولڈ کریں۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ بلیک بول رہا ہوں۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک اور مردانہ آواز سنائی دی۔ لبھے میں سختی نمایاں تھی۔

”فریدرک بول رہا ہوں۔۔۔ فریدرک نے کہا۔

”اوہ اچھا۔ کیسے فون کیا ہے آج۔ کوئی خاص کام۔۔۔ دوسری طرف سے بلیک نے قدرے تکلفانہ لبھے میں کہا۔

”کنگ روڈ پر کسی فلیٹ میں ایک آدمی علی عمران رہتا ہے۔ اسے فوری طور پر فرش کرتا ہے۔ معاوضہ جو تم کھو گئے لیکن کام فوری اور جتنی طور پر ہونا چاہئے۔۔۔ فریدرک نے کہا۔

”یہ وہی عمران ہے جو سیکرت سروس کے لئے کام کرتا ہے یا کوئی اور ہے۔۔۔ بلیک نے کہا۔

”وہی ہے۔ کیا تم جانتے ہو اسے۔۔۔ فریدرک نے چونک کر پوچھا۔

”ہاں۔ جانتا ہوں لیکن اس سے زیادہ اس کے شاگرد ہائیگر کو جانتا ہوں اور فریدرک آئی ایم سوری۔ میں یہ کام نہیں لے سکتا۔ تم کسی اور سے بات کرو۔۔۔ بلیک نے کہا تو فریدرک کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے جیسے بلیک نے کوئی حیرت انگیز بات کر دی ہو۔

”یہ تم کہہ رہے ہو بلیک۔ تم جو کسی سے نہیں ڈرتے۔ جب میں کہہ رہا ہوں کہ معاوضہ تمہاری مرضی کا ملے گا تو پھر۔۔۔ فریدرک نے حیرت بھرے لبھے میں کہا۔

”تم جتنا بھی معاوضہ دو گے وہ میری جان سے تو زیادہ قیمتی نہیں ہو گا۔ یہ عمران اگر بچ گیا تو پھر میں اور میرا پورا گروپ ہلاک کر دیا جائے گا اور اگر یہ ہلاک ہو گیا تب بھی یہی نتیجہ لٹکے گا کیونکہ نایگر بھی کسی کو نہیں چھوڑے گا اس لئے سوری۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کافی دیر تک فریڈرک رسیور باتھ میں پکڑے اس طرح ساکت بیخمار ہا جیسے اس کا ذہن ماؤف ہو گیا ہوا اور تمی بھی حقیقت کہ اس کے ذہن کے کسی گوشے میں بھی یہ تصور نہ تھا کہ بلیک جیسا آدمی اس طرح جواب دے دے گا۔ پھر چند لمحوں بعد ایک طویل سانس لیتے ہوئے اس نے کریڈل پر ہاتھ رکھا اور چند لمحوں بعد اس نے ہاتھ اٹھایا اور پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”راہرث بول رہا ہوں۔“..... دوسری طرف سے اس کے استشنت راہرث کی آواز سنائی دی۔

”میرے آفس میں آ جاؤ۔“..... فریڈرک نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ ہکلا اور راہرث اندر داخل ہوا۔

”لیں باس۔“..... راہرث نے سلام کرتے ہوئے کہا۔

”بیٹھو۔“..... فریڈرک نے کہا تو راہرث میر کی دوسری طرف کری پر بیٹھ گیا۔

”میں ایک آدمی کو ہلاک کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے بلیک سے بات کی ہے لیکن وہ اس آدمی اور اس کے شاگرد سے خوفزدہ ہے

س لئے اس نے منہ مانگا معاوضہ لٹکے کے باوجود الکار کر دیا ہے۔ تم بتاؤ کہ یہاں شہر میں کوئی ایسا آدمی یا گروپ موجود ہے جو ہر ہمام کر سکے۔“..... فریڈرک نے کہا۔

”ہمپ سک آدمی کو فرش کرنا چاہتے ہیں باس۔“..... راہرث نے پوچھا تو فریڈرک نے اسے تفصیل بتا دی۔

”یہ وہی آدمی ہے باس جس کا نام اس ڈرگ سورداں نے لیا تھا ہے ہم اٹھالائے تھے۔“..... راہرث نے کہا۔

”ہاں وہی۔ وہ ہمارے برس کے لئے شدید خطرہ بن گیا ہے۔“..... سردار داؤڈ نے بھی حکم دیا ہے کہ اسے فوری فرش کرایا جائے۔“..... فریڈرک نے کہا۔

”ایک گروپ ہے۔ وہ ابھی حال ہی میں ایکریما سے یہاں آیا ہے۔ انتہائی خطرناک گروپ ہے۔ اب تک اس نے ایسے کام کے ہیں جن کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ پورے اندر درلڈ میں اس کی شہرت تیزی سے پھیل رہی ہے۔ کوہرا اس گروپ کا ہمیڈر ہے اور ایک کلب خرید کر اس کا نام بھی بلیک کوہرا رکھ دیا گیا ہے۔ یہ کوہرا بھی وہیں بیٹھتا ہے۔ تم تو بھاری لے گا لیکن کام تسلی بخش ہو گا۔ آج تک تو اس کا یہی ریکارڈ ہے۔“..... راہرث نے کہا۔

”تمہارا واقف ہے۔“..... فریڈرک نے پوچھا۔

”بھی ہاں۔ ایک دوست کے ذریعے اس سے دو تین ملاقاتیں

ہو چکی ہیں۔ اس نے مجھے بھی اپنے گروپ میں شامل ہونے کی۔ ”تمہارے لئے ایک کام میں نے پکڑا ہے تمہارے مطلب کا۔ کی تھی لیکن میں نے معدودت کر لی۔“..... رابرٹ نے جواب دیا۔ معاوضہ پیدا ہو گا اور کام بہت چھوٹا۔“..... رابرٹ نے کہا تو سامنے ہوئے کہا۔
بیٹھا ہوا فریڈرک اس کے اس انداز پر بے اختیار مسکرا دیا۔

”اسے فون کرو اور اس سے بات کرو۔“..... فریڈرک نے فرمایا۔ ”کیا کام ہے۔ کھل کر بات کرو۔“..... کوبرانے کہا۔
الھا کر رابرٹ کے سامنے رکھتے ہوئے کہا تو رابرٹ نے رسی۔ ”لیکن روڈ کے ایک فلیٹ میں علی عمران نامی ایک آدمی رہتا
الٹھایا اور نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔ آخر میں اس نے لادا ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تربیت یافتہ ایجنت ہے۔
کام بین بھی پر لیں کر دیا اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے گھم سے قفل کرنا ہے یعنی اور حقی طور پر۔ بس یہ معمولی سا کام ہے۔“.....
بجھنے کی آواز سنائی دینے لگی۔
راابرٹ نے کہا۔

”بلیک کوبرا کلب“..... رابطہ ہوتے ہی ایک سخت اور چیخنی ہوا۔ ”کیا کرتا ہے وہ“..... کوبرانے پوچھا۔
مردانہ آواز سنائی دی۔ لبھے اور انداز سے ہی بولنے والا کو۔ ”پچھے نہیں۔ اس کا باپ سنیل انگلی جس کا ڈائریکٹر جزل
بدمعاش لگتا تھا۔

”چیف کوبرا سے بات کرو۔ اس کا دوست ایکس رابرٹ یہاں نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
رہا ہوں“..... رابرٹ نے اپنا پورا نام لیتے ہوئے کہا۔ ”ظیکت نمبر کیا ہے اور دہاں کتنے افراد رہتے ہیں۔“..... کوبرانے

”ہولڈ کریں“..... اس پار بولنے والے کا لہجہ قدرے زم تھا۔ پوچھا۔
”بیلو۔ کوبرا بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ایک اور چیخنی ہوا۔ ”یہ بھی معلوم نہیں ہے۔ یہ تم نے خود معلوم کرنا ہے۔ وہ کافی
مردانہ آواز سنائی دی۔
راابرٹ نے کہا۔

”ایکس رابرٹ بول رہا ہوں۔ ہیرالد کے ساتھ تم نے۔“ ”اوے کے۔ معاوضہ کتنا دو گے۔“..... کوبرانے کہا۔
ملقاں میں ہوئی تھیں۔“..... رابرٹ نے باقاعدہ حوالہ دیتے ہوئے کہا۔ ”ایک آدمی ہلاک کرنے کا جو معاوضہ تم لیتے ہو وہ بتا دو۔“.....

”اوہ ہاں۔ مجھے یاد آ گیا ہے لیکن تم نے پھر رابطہ ہی نہیں کیا رابرٹ نے کہا۔
اب کیا ہوا ہے۔ کوئی خاص بات جو فون کیا ہے۔“..... کوبرانے اپنا

”جیسے آپ کہیں“..... رابرٹ نے کہا تو فریدرک نے انھوں کو
دیوار میں نصب ایک سیف کھولا۔ اس میں سے ایک چیک بک اٹھا
گر اس نے میز پر رکھی اور پھر کری پر بیٹھ کر اس نے ایک چیک پر
تحریر لکھ کر دستظک کئے اور اسے چیک بک سے علیحدہ کر کے اس نے
چیک رابرٹ کی طرف بڑھا دیا۔

”نحیک ہے چیف۔ اب مجھے اجازت دیں“..... رابرٹ نے
انھیں ہونے کہا۔

”ہاں۔ جاؤ تاکہ کام مکمل ہو جائے اور میں سردار داؤ کے
سامنے سفرخواہ ہو جاؤں“..... فریدرک نے کہا۔

”میں چیف“..... رابرٹ نے چیک تہہ کر کے کوت کی اندر ونی
جبیں میں ڈالتے ہوئے کہا اور اسی لمحے فون کی گھنی نجاحی تو
فریدرک نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔

”میں۔ فریدرک بول رہا ہوں“..... فریدرک نے اپنے مخصوص
لہجے میں کہا۔

”سردار داؤ بول رہا ہوں۔ کیا کیا ہے تم نے اس عمران کے
پارے میں“..... سردار داؤ نے کہا تو جواب میں فریدرک نے پہلے
لیلیک کے ساتھ ہونے والی بات چیت دوہرا دی۔ پھر اس نے
رادرٹ کے ذریعے کوبرا سے ہونے والی تمام بات دوہرا دی۔

”یہ کوبرا اس کام کے لئے نحیک رہے گا۔ میں نے بھی اپنے
ٹھوڑے پر جو معلومات حاصل کی ہیں اس کے مطابق یہ عمران انتباہی

”تم نے خود کہا ہے کہ یہ تربیت یافتہ ایجنت ہے۔“
”نہیں ہے اس لئے معاوضہ دس لاکھ ڈالر ہو گا۔ میں کرو یا نو۔“
”ختم“..... کوبرا نے کہا۔

”نحیک ہے۔ مل جائیں گے۔ اصول کے مطابق نصف پہلے
نصف کام ہونے کے بعد“..... رابرٹ نے فریدرک کے اٹھا
میں سرہلانے پر جواب دیتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ اس کام میں مکمل معاوضہ پہلے لیا جاتا ہے درہ خام
اور بات ختم“..... کوبرا نے کہا۔ اس کا شاید ہونے کا یہ مخصوص تو
تحال۔

”کتنا وقت لو گے“..... رابرٹ نے کہا۔

”پہلے مجھے ہاں چیک کرنا پڑے گا۔ مکمل معلومات حاصل
کروں گا پھر پان بنان کر کام کراؤں گا اس لئے دو روز کا وقت لا
گا۔ اس سے زیادہ نہیں“..... کوبرا نے کہا۔

”اوکے۔ معاوضہ تمہارے لکب میں میرا آدمی پہنچا دے ا
بولا۔ کسے دے وہ معاوضہ“..... رابرٹ نے کہا۔

”وہ کاؤنٹر پر آ کر سختھے ملنے کا کہے گا تو اسے مجھ تک
دیا جائے گا“..... کوبرا نے کہا۔

”اوکے۔ ڈن“..... رابرٹ نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی ا
لے رسیور رکھ دیا۔

”تم خود چلے جاؤ تم دیئے“..... فریدرک نے کہا۔

خطرناک آدمی ہے۔ یہ ہمارے بڑیں نیت ورک کے لئے تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے اس لئے اس کا ختم ہو جانا ضروری ہے۔ کویرا جیسے ہی اپنا کام مکمل کرے تم نے مجھے فوراً اطلاع دینی ہے۔” سردار داؤ نے کہا۔

”بہتر۔ آپ کے حکم کی قیمتی ہو گی سردار صاحب۔“ فریڈرک نے جواب دیتے ہوئے کہا تو دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گیا۔ ”چلو یہ مسئلہ تو حل ہوا۔“ فریڈرک نے رسیور رکھ کر بڑاتے ہوئے کہا اور پھر سامنے میز پر موجود شراب کی بولل اٹھا کر منہ سے لگالی۔

صدیقی نے کارموہنی روڈ کی طرف جانے والی سڑک پر موزی اور پھر تیزی سے اسے آگے بڑھاتا گیا۔ اس کے ساتھ والی نیت پر خادر بیٹھا ہوا تھا۔ صدیقی نے عمران کے جانے کے بعد فور شارز کے سینکوائرٹ میں فور شارز کی مینگ کال کی اور پھر انہیں گولڈن کلوک کے پارے میں تمام تفصیل بتانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ اس نے اپنے ایک دوست ظہیر الدین کے ذریعے اس نیت ورک کے ایک آدمی فیروز خان کا سراغ لگایا ہے جس سے آگے کام پر عالیاً جا سکتا ہے۔ خاور نے اس کے ساتھ رہنے کی پیشکش کی جسکے پوہان اور فہمانی نے اپنے ذمے یہ کام لگایا کہ وہ بھی اس نیت ورک کو تسلی کرنے کے لئے اپنے طور پر کام کریں گے تاکہ اس نیت ورک کے پیچھے اصل افراد تک پہنچا جاسکے۔ چنانچہ صدیقی، خاور کو ساتھ لے کر فیروز خان سے ملنے کے لئے اس کے ڈرگ

”صدیقی۔ کیا اس کی دکان پر جا کر ہم اس سے اطمینان حاصل کرنے کے لئے پہنچ کر سکتیں گے اور دوسری بات یہ کہ اگر عمران صاحب کے چند دکانوں پر گھونٹنے سے مارکیٹ میں خوف پھیل گیا ہے تو ہمارے

قد و قامت بھی انہیں مشکلوں کر دیں گے۔..... خاور نے کہا۔

”تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے۔۔۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

”کرنا کیا ہے۔۔۔۔۔ میرے خیال میں اس کی رہائش گاہ پر اسے کھیر جائے۔۔۔۔۔ خاور نے کہا۔

”اس کے لئے پہلے تو اس کی رہائش گاہ دریں کی جائے اور پھر رات ہونے کا انتظار کیا جائے۔۔۔۔۔ صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”بان۔۔۔ ایسا تو کرنا پڑے گا لیکن یہاں ہم کیا کر سکتیں گے۔۔۔۔۔ خاور نے کہا۔

”تمہاری بات درست ہے۔۔۔۔۔ ہمیں واقعی اس کے گھر ریڈ کر کچاہئے لیکن اس کے گھر کے بارے میں کہاں سے معلومات حاصل لی جائیں۔۔۔۔۔ صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کارکی رفتار آہستہ کر دی۔

”چلو۔۔۔ اس سے مل لیتے ہیں۔۔۔۔۔ ہم اس سے ہرے سو دے کی بات کریں گے۔۔۔۔۔ پھر باقاعدہ میں یہ معلومات بھی حاصل کر لیں گے۔۔۔۔۔ خاور نے کہا تو صدیقی نے اس انداز میں سر بلایا

بیسے ان کے ذہن میں پہلے سے یہ بات موجود تھی۔ فیروز ڈرگ شتور خاصی بڑی دکان تھی۔ صدیقی نے کار پارکنگ میں روکی اور پھر وہ دونوں پیچے اتر آئے۔ ڈرگ شتور میں گاہکوں کا خاص ارش تکال۔ کاؤنٹر بولائے گاہکوں سے نفع لے کر ادویات نکال کر کاؤنٹر پر رکھ دیتے۔ جبکہ ایک نوجوان کپیوٹر پر بیٹھا ان ادویات کے بل بنا رہا تھا اور اس کی سائیڈ پر بیٹھا ہوا ایک اوپری عمر آدمی کپیوٹر میں اور ادویات گاہکوں کو دے کر ان سے رقم وصول کر رہا تھا۔ یہاں سب کام واقعی بڑے روشن انداز میں ہو رہا تھا۔

”وہیں فیروز خان صاحب سے ملتا ہے۔۔۔۔۔ صدیقی نے ایک کاؤنٹر بولائے سے مخاطب ہو کر کہا۔

”صاحب جی اندر آفس میں ہیں۔۔۔۔۔ ابھر پائیں طرف آخر میں دروازہ ہے۔۔۔۔۔ کاؤنٹر بولائے نے ایک طرف باتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔۔۔۔۔ شکریہ۔۔۔۔۔ صدیقی نے کہا اور پھر وہ دونوں مژکر اس طرف کو چڑھ گئے جس طرف اس لڑکے نے اشارہ کیا تھا۔۔۔۔۔ وہاں آخر میں ششیے کا ایک دروازہ تھا جس پر پورا ٹنٹر کا لفظ لکھا گیا تھا۔۔۔۔۔ صدیقی نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا تو درمیانے سائز کی آفس ٹیکل کے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک بھاری جماعت کے آدمی نے جو رسپورٹر کان سے لگائے کسی سے بات چیت میں مصروف تھا چونکہ صدیقی اور خاور کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔ اس کی بڑی بڑی موچھیں

بہ معاشوں کے سے انداز میں آخر میں مڑی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔
یہ فیروز خان تھا جس سے ملنے والے تھے اور جس کی باہت ظہیر
الدین نے صدیقی کو بتایا تھا۔

”اوکے۔ میں پھر فون کروں گا۔“..... اس آدمی نے کہا اور پھر
اس نے رسیدور رکھ دیا اور ایک جھنکے سے انھ کر کھڑا ہو گیا۔
”آن تشریف رکھیں۔ میرا نام فیروز خان ہے اور میں اس ڈرگ
دور کا مالک ہوں۔“..... فیروز خان نے مصافیہ کے لئے ہاتھ
برداشت ہوتے کہا۔

”میرا نام صدیقی ہے اور یہ میرا ساختی ہے خاور۔ ہمارا تعلق
بہادرستان کے خلیع شاہ خلیل سے ہے۔“..... صدیقی نے کہا تو فیروز
خان کے چہرے پر نسودار ہونے والی پریشانی کی لبریکفت اطمینان
کے تاثرات میں ہدل گئی۔

”آپ کیا پینا پسند کریں گے۔“..... فیروز خان نے مصافیہ کرنے
کے بعد صدیقی اور خاور کے کرسیوں پر بینٹنے کے بعد اپنے لئے
محنسوں کریں پر بینختے ہوئے کہا۔

”بُو۔ مشرد ب چاہے منگوا لیں۔ ہم آپ سے ایک بڑا سودا
کرتے آتے ہیں۔ تقریباً دس پندرہ کروڑ کا سودا۔“..... صدیقی نے
کہا تو فیروز خان بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر شدید
حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”اُن پندرہ کروڑ روپے کا سودا کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں۔“

فیروز خان کے لجھے میں حیرت اور تجسس نہیں تھا۔

”ہمارے علاقے میں اسے زبریلانہ کہا جاتا ہے۔ آپ کے
ہاں اس کا کوئی انگریزی نام ہے جو ہماری زبان پر نہیں چڑھتا۔ یہ
زبریلانہ یہاں سے شاہ خلیل خیریہ طور پر لے جایا جاتا ہے لیکن
اب وہاں اسے استعمال کرنے والوں کی تعداد کافی بڑھ گئی ہے بلکہ
بہادرستان کے دور دراز کے علاقوں میں بھی اس کی مانگ ہونے
لگ گئی ہے۔ ہمیں شاہ خلیل کے ایک ڈرگ اسکلرا عظم خان نے
آپ کے بارے میں بتایا تھا کہ آپ سے سودا کیا جائے تو آپ
خود یا کسی اور ذریعے سے مال پالانی کر سکتے ہیں۔ مال یہاں
پاکیشیا میں جہاں آپ چاہیں گے ہمارے آدمیوں کے حوالے کریں
گے۔ اسے بہادرستان لے جانا ہمارا کام ہے۔ ہمارے رُک خیریہ
رواستوں سے آتے جاتے رہتے ہیں اور یہ بھی بتا دوں کہ ہم مال
لقد خریدیں گے چاہے وہ کتنے ہی کروڑ کا ہو۔“..... صدیقی نے کہا
اوہ اسی لمحے ایک نوجوان شرود کی دو بوتلیں اٹھائے اندر داخل
ہو۔ اس نے ایک ایک بولی صدیقی اور خاور کے سامنے رکھ دی
اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

”لیجھئے۔“..... فیروز خان نے کہا۔

”آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔“..... صدیقی نے
اوہ بولی بینٹنے کے بعد پوچھا کیونکہ فیروز خان اس دوران نے موش
بیمارا تھا۔

”اس لئے جناب کہ میں کسی زیریلے تو ایک طرف کسی عام نشے کا کام بھی نہیں کرتا۔ میرا تو میدی یکل شور ہے اور بس۔ غالباً آپ کسی اور کسی غلط ٹھنگی کی وجہ سے یہاں آگئے ہیں۔“..... فیروز خان نے کہا۔

”اگر آپ ہم سے کاروبار نہیں کرنا چاہتے تو آپ انکار کر سکتے ہیں۔ یہ آپ کی مرثی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ کام کریں یا نہ کریں۔ جہاں تک کاروبار کا تعلق ہے تو وہ بہرحال ہم نے کرنا ہے۔ آپ نہ کہی کوئی اور سبی۔ ہم تو اس لئے آپ کے پاس آئے تھے کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ آپ کھرا کاروبار کرتے ہیں۔ تھیک ہے۔ مشروب کا شکریہ۔ اب ہمیں اجازت۔“..... صدیقی نے کہا اور انھوں کھرا ہوا۔ اس کے انتھے ہی خاور بھی انھوں کھرا ہوا۔ ان دونوں کے انتھے ہی فیروز خان بھی انھوں کھرا ہو گیا۔

”میں شرمند ہوں جناب کہ میں آپ کا کام نہ کر سکا۔“ فیروز خان نے مصالحہ کے لئے ہاتھ پڑھاتے ہوئے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ پھر ملاقات ہو گی۔ آپ کی رہائش گاہ کہاں ہے۔“..... صدیقی نے ویسے ہی رواداری میں پوچھا۔

”گلستان کا لوئی میں رہائش ہے میری۔“..... فیروز خان نے بھی اسی طرح رواداری میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کوئی نمبر کیا ہے۔ وہاں شام کو بات ہو گی۔ یہاں دکان پر واقعی ایسی باتیں تھیک نہیں ہوتیں۔“..... صدیقی نے سکراتے ہوئے

کہا۔ ”وہ کوئی نمبر چاہیں اے ہے لیکن میں واقعی یہ کاروبار نہیں کرتا۔ صاف سخرا برنس کرتا ہوں۔“..... فیروز خان نے کہا۔

”اوکے۔ تھیک ہے۔ خدا حافظ۔“..... صدیقی نے کہا اور پھر وہ دونوں ہمراکر گرفتے سے باہر آ گئے۔ کار میں بینہ کر صدیقی نے جیب سے ایک پچھوٹا سا آله نکالا اور اس کا ہٹن پر لیں کر کے آله واپس جیب میں رکھ لیا۔

”کتنا فون لگا آئے ہو۔“..... خاور نے آکہ دیکھ کر چونکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ شاید اس طرح کوئی راستہ مل جائے۔“..... صدیقی نے کار سفارت کرتے ہوئے کہا۔

”ویسے یہ بندہ بے حد شاطر لگتا ہے۔ آسانی سے قبول نہیں کرے گا۔“..... خاور نے کہا۔

”ہاں۔ ایک تو ہمارے قد و قامت ایسے ہیں کہ لوگ فوراً ملکوں ہو جاتے ہیں کہ ہمارا تعلق پولیس، فوج یا ایشیلی جن سے ہے اور دوسرا بات یہ کہ ہم نے جا کر براہ راست بات کر لی جبکہ ایسے بڑنیں میں معاملات کو بے حد سیکھ رکھا جاتا ہے۔“..... صدیقی نے جواب دیا۔

”اب کہاں کا پروگرام ہے۔“..... خاور نے پوچھا۔

”فی الحال تو واپس ہیڈ کوارٹر جا رہے ہیں۔“..... صدیقی نے کہا تو

ہمیں تسلی وی اور بتایا کہ آئندہ ایسا نہیں ہو گا لیکن آج یہ دونوں
آدمی بچھے ہیں۔ فیروز خان کی آواز سنائی دی۔

خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ دونوں آدمی بچھے ہیں۔ فیروز خان کی آواز سنائی دی۔
ہمیڈ کوارٹر میں بننے ہوئے اپنے آفس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ صدیقی ”سینہوں اسلم کو اعلان دے دو اور تم بھی محتاط ہو جاؤ۔ وہ تمہارا
نے جیب سے وہ آلهہ نکالا اور اس کا بہن پر لیس کر دیا تو آئے میں پچھو نہیں بکار سکتے۔ سینہوں اسلم کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ وہ خود ہی
سے فیروز خان کی آواز سنائی دینے لگی۔

”یہ معاملہ مجھے خطرناک لگ رہا ہے ماجد۔ دونوں ملٹری انسپکٹر ہیں۔
جن کے آدمی لگتے تھے۔ انہوں نے گونام بہادرستان کا لیا تو

لیکن بہادرستانیوں جیسا نہ ان کا لجہ تھا اور نہ ہی انداز گفتگو اور اونکے۔ فیروز خان کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی
انہوں نے خاص طور پر مجھ سے میری رہائش گاہ کے بارے میں تفاصیل بچھا گئی تو صدیقی نے مزید چند لمحے انتظار کیا تو اسے کری
معلوم کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اب میری دکان کے ساتھ کھسکانے کی آواز سنائی دی تو وہ سمجھ گیا کہ فیروز خان پیک فون
ساتھ گھر پر بھی ٹگرانی کی جائے گی۔ فیروز خان نے کہا ”لمحہ سے کسی سینہوں اسلم کو فون کرنے جا رہا ہے۔ اس نے آئے کو
صدیقی اور خاور نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر بے انتہا اٹھا کر اس کے کنی بہن پر لیس کئے اور اسے واپس اپنی جیب میں
دونوں ہی نہیں پڑے کیونکہ فیروز خان نے ایک عام آدمی ہوتے ڈال لیا۔

ہوئے وہ بات نوٹ کر لی تھی جس کا احساس انہیں تجربہ کارا۔ ”اب میرا خیال ہے کہ اس کے گھر جانے کی ضرورت نہیں
ترہیت یافتہ ہونے کے باوجود نہ ہو سکا تھا کیونکہ واقعی انہوں نے ہے۔“ صدیقی نے کہا۔

بہادرستان کا نام تو لے دیا تھا لیکن ان کا لجہ اور انداز بہادرستان ”وہ کیوں“۔ خاور نے یکم چونک کر کہا۔
کے باشندوں جیسا نہ تھا۔

”تمہارے خلاف کیوں یہ کام ہو رہا ہے۔ کوئی خاص بات“۔ معلومات دیسے ہی مل جائیں گی۔“ صدیقی نے کہا۔
ایک ہلکی آواز سنائی دی۔

”پہلے بھی ایک آدمی گولڈن کولوک کے خلاف مارکٹ میں خاور نے کہا۔
معلومات کرتا رہا۔ ہم نے سینہوں اسلم کو اعلان دی۔ سینہوں اسلم نے

”نمیں۔ ابھی ہم ابتدائی سطح پر کام کر رہے ہیں۔ یہ لوگ ہو سکتے ہے کہ سارے کاروبار کو ہی کچھ فلاج کر دیں اور ہم لوگ غائب ہو جائیں تو پھر ہم کچھ بھی نہ کر سکیں گے۔“ صدیقی نے کہا۔

”بات تو تحقیک ہے لیکن کہاں سے معلوم کرو گے۔“ خاور نے ہیڈکوارٹر کا نمبر دے کر رسیور رکھ دیا۔

”یہ سینہوں اسلام تو فائل آدمی نہ ہو گا۔ اس سے بھی ایک نئے آدمی کا پتہ چلتا گا۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے ذہن میں اس سارے خوفناک مرکٹ کو توڑنے اور اس نیت ورک کو اکھانے کا کوئی خاکہ ہے۔“ خاور نے کہا۔

”یہ ایک آدمی کا کام نہیں ہو سکتا اور یہ بھی درست ہے کہ یہ لوگ اپنے بزنس کے خلاف کام کرنے والوں کو فوری ختم کر دیتے ہیں۔ اس معاملے میں یہ انتہائی بے رحم اور سفاک واقع ہوئے ہیں اس لئے میں کھل کر اس وقت تک سامنے نہیں آتا چاہتا جب تک اصل سراغنوں تک نہ پہنچ جاؤ۔ پھر ان سے تمام معلومات حاصل کر کے ہم یہ کیس چیف ایکٹشو کے ذریعے سر عبدالرحمٰن کو ریفر کر دیں گے۔ سر عبدالرحمٰن ان معاملات میں بے حد پچی ہیں۔ وہ اتنی جس اور پولیس کی مدد سے اس سارے کاروبار کو جزا سے اکھاڑ دیں گے۔“ صدیقی نے کہا۔

”تو پھر پہلے ایکٹشو سے بات تو کروتا کہ اسے معلوم ہو کہ ہم کس معاملے پر کام کر رہے ہیں۔“ خاور نے کہا۔

”چیف نے کہا ہوا ہے کہ ہم کام کرتے رہیں جب کوئی نتیجہ

”سینہوں اسلام کا نام بتا رہا ہے کہ یہ شخص بزنس سے متعلق ہے اور لازماً ذرگ بزنس سے متعلق ہو گا۔ ظہیر الدین سے معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ وہی ظہیر الدین جس نے فیروز خان کی ثپت دی تھی۔ وہ اس بزنس میں خاصے عرصے سے کام کر رہا ہے اس لئے اسے خاصی وسیع معلومات حاصل ہیں۔“ صدیقی نے کہا اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

”سرکوئی بید آفس۔“ رابطہ ہوتے ہی ایک نسوی آواز سنائی۔

”ظہیر الدین صاحب ہوں گے یہاں۔ میں ان کا دوست بول رہا ہوں صدیقی۔ ان سے بات کرنی ہے۔“ صدیقی نے کہا۔

”بولد کریں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو سرب کیا آپ لائی پر ہیں۔“ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہی نسوی آواز دوبارہ سنائی دی۔

”میں۔“ صدیقی نے کہا۔

سامنے آئے پھر کال کریں۔ رکی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔”
صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
”پھر تھیک ہے۔“..... خاور نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ پھر اسی طرح کی باتیں کرتے ہوئے اور چائے پیتے ہوئے انہیں تقریباً اڑھائی گھنٹے گزر گئے کہ فون کی گھنٹی نج اٹھی تو صدیقی نے ہاتھ پڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”صدیقی بول رہا ہوں۔“..... صدیقی نے کہا۔
”ظہیر الدین بول رہا ہوں۔“ تم نے شاید کمپنی آفس فون کیا تھا۔ میں اس وقت مارکیٹ روائند پر تھا۔ کیا بات ہے۔ خیریت۔“
ظہیر الدین کی آواز سنائی وی تو صدیقی نے لاڈر کا بلن پریس کر دیا۔

”فیروز خان نے ویسے تو گہرہن کو لوک کے نیٹ ورک کا حصہ ہونے سے صاف انکار کر دیا ہے اور ہم نے بھی اس کی بات مان لی ہے لیکن اس سے ایک اور آدمی سینہو اسلم کے نام کا پتہ چلا ہے۔ کیا تم اس سینہو اسلم کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟“..... صدیقی نے پوچھا۔

”کیا کہہ رہے ہو تم۔ اس نے غلط بیانی کی ہے۔ سینہو اسلم تو ہماری کمپنی کا میں ڈسٹری بیوٹر ہے۔ انتہائی ایماندار اور صاف ستھرا کام کرنے والا آدمی ہے۔ سینہو میڈیسین کارپوریشن کے نام سے اس کا ذرگ ڈسٹری بیوٹش کا کام ہے اور ہماری کمپنی کے ساتھ ساتھ

اور بھی کئی بڑی اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کا بھی میں ڈسٹری بیوٹر ہے اور آج تک اس کے بارے میں کوئی غلط بات نہیں سنی بلکہ وہ انتہائی فیاض اور بخی دل آدمی ہے۔ کئی سماجی اور فلاجی تنظیموں کا صدر ہے اور غریبوں خصوصاً مریضوں کی فلاج و بہبود کے لئے کئی پراجیکٹ بھی اس نے قائم کر رکھے ہیں۔“..... ظہیر الدین نے بڑے پر جوش بیجے میں سلسل بولتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ پھر واقعی اس نے غلط بیانی کی ہے کیونکہ تمہاری شہادت سب سے تحسوس ہے۔ اوکے۔ تھیک یو۔“..... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

”یہ کیا ہوا۔ یہ تو اتنا نتیجہ نکل آیا ہے۔“..... خاور نے کہا تو صدیقی بے اختیار بنس پڑا۔

”الٹائنیں بلکہ معاملہ کنفرم ہو گیا ہے۔“..... صدیقی نے بنتے ہوئے کہا تو خاور چونک پڑا۔
”کنفرم۔ وہ کیسے۔“..... خاور نے کہا۔

”ایسے لوگ اپنی اصلیت چھپانے کے لئے سماجی اور فلاجی اداروں میں شریک ہوتے ہیں تاکہ ان پر شک نہ پڑ سکے کہ وہ کسی غلط کام میں ملوث ہیں۔ تمہیں ابھی اس انداز کے کیسز میں تجربہ کم ہے جبکہ میں عمران صاحب کے ساتھ ایسے معاملات میں کافی کام کر چکا ہوں اس لئے ظہیر الدین کی بات سن کر میں کنفرم ہو گیا ہوں کہ سینہو اسلم اس بلکہ ذرگ بڑش میں بہر حال ملوث ہے۔“

صدیقی نے کہا۔

”تو پھر اب مزید کیا کرنا ہے“..... خاور نے کہا۔

”اب اس سینہ اسلم کو اغوا کر کے یہاں لانا ہو گا کیونکہ اس سطح کا آدمی اوپر کے لوگوں میں شامل ہوتا ہے۔ اس سے ساری معلومات مل جائیں گی“..... صدیقی نے کہا تو خادر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران نے کارکارخ ہوٹل شیراز کے کمپاؤنڈ گیٹ میں موڑا اور پھر کار ایک سائیڈ پر بنی ہوئی پارکنگ کی طرف لے گیا۔ پارکنگ میں کاروں کی تعداد خاصی تھی کیونکہ ہوٹل شیراز کے کھانے پورے دار الحکومت میں اپنے ذائقے اور کوالٹی کی وجہ سے مشہور تھے۔ اس وقت چونکہ دوپہر کا وقت تھا اور عمران نے لفج کرنے کے لئے ہی کارکارخ ہوٹل کی طرف موڑا تھا کیونکہ سلیمان کی طبیعت آج صح سے خراب تھی اس لئے عمران نے اسے لفج ہنانے سے روک دیا تھا اور اسے کہا تھا کہ وہ لفج باہر کر لے گا بلکہ اگر وہ کہے تو وہ اس کے لئے بھی لفج پیک کر کے لے آئے لیکن سلیمان نے کہا وہ لفج میں کوئی بھاری خدا کھانے کی بجائے تھوڑا سا پھل کھالے گا تاکہ اس کی طبیعت زیادہ خراب نہ ہو۔ ہوٹل کا ہال آدھے سے زیادہ بھرا ہوا تھا۔ عمران چونکہ اکثر یہاں آتا رہتا تھا اس لئے یہاں کا سارا عملہ

اسے بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی ایک پروانہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ ”آئیے عمران صاحب۔ ادھر مخصوص ڈشیں ہیں“ پروانہ نے قریب آ کر مودبانہ لجھے میں کہا اور ایک طرف اشارہ کر دیا جہاں ایک کونے میں باقی میزوں سے ہٹ کر دو میزوں الگالی گئی تھیں تاکہ کھانے کے دوران ساتھ والے لوگوں کی باتوں کے شور سے بچا جاسکے۔

”ان نشتوں پر کھانا بھی مخصوص ہی لگتا ہو گا۔ مثلاً پانے، سری، اوچھڑی کی ڈشیں یا باچانیوں کی طرح حشرات الارض کی ڈشیں“ عمران نے اس طرف بڑھتے ہوئے کہا تو پروانہ بے اختیار ہنس پڑا۔

”اور بیٹھ کھانے تو ہیں عمران صاحب لیکن اس قدر اور بیٹھ نہیں ہیں“ پروانہ نے بہتے ہوئے کہا۔

”اس قدر بھیخوں اور بیٹھ کہو۔ بہر حال یہ تو تم بھی تسلیم کرو گے کہ یہ کھانے ہوتے ہوئے لذیذ اور قوت بخش ہیں“ عمران نے میر کے ساتھ پڑی ہوئی کری پر بیختے ہوئے کہا۔

”لیں سر۔ لیکن خاص لوگ انہیں نہیں کھاتے۔ خاص طور پر ہمارا پوش طبقہ تو انہیں لوڑ کلاس کھانے کہتا ہے“ پروانہ نے کہا اور پھر دیز کو بھیختے کا کہہ کر وہ تیزی سے واپس مڑ گیا۔ شاید وہ عمران کی مزید باتوں سے بچنا چاہتا تھا اور عمران مسکرا دیا۔

”لیں سر“ چند لمحوں بعد دیز نے مینو کارڈ عمران کے سامنے رکھتے ہوئے انتہائی مودبانہ لجھے میں کہا۔ دیز ادھر عمر تھا اس لئے عمران نے اس سے مذاق کرنے کی بجائے مینو کھول کر اسے کھانے کا آرڈر دیا اور دیز آرڈر نوٹ کر کے اور سلام کر کے واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دری بعد وہ ٹرالی دھکیلتا ہوا آیا اور اس نے کھانے عمران کے سامنے رکھنا شروع کر دیے۔

”میں باتھ دھواؤں“ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر ساتھ ہی کونے میں موجود واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے باتھ دھوئے اور واپس آ کر کری پر بیٹھ گیا تو دیز خالی ٹرالی دھکیلتا ہوا واپس مڑ گیا۔ کھانا کھانے کے بعد عمران نے اٹھ کر ایک بار پھر باتھ دھوئے اور واپس آ کر اس نے کافی کا آرڈر دیا اور پھر وہ اسی طرح اطمینان سے بیٹھا کافی پیتا رہا کہ وہی پروانہ تیزی سے چلتا ہوا عمران کے قریب آیا۔

”سر۔ کوئی پر ابلم تو نہیں ہوا“ پروانہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جس ہوٹل کو تم پروانہ کر رہے ہو وہاں کیا پر ابلم پیش آ سکتا ہے“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”چھینکس سر۔ چھینکس سر“ پروانہ نے انتہائی سرست بھرے لجھے میں کہا اور واپس مڑ گیا۔ عمران نے دیز کو بلا کر بل ادا کیا اور خاصی بھاری شپ دینے کے بعد وہ اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف

بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار واپس اپنے فلیٹ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی کیونکہ اب اس کا موز مطالعے کا بن رہا تھا۔ وہ چند کتابیں جو دو روز پہلے اسے یورپ سے بھجوائی گئی تھیں وہ پڑھنا چاہتا تھا لیکن اس کے ذہن میں ایک خلش مسلسل ہو رہی تھی کہ ہوٹل کا پرداز نر اس کا شکریہ ادا کرنے خصوصی طور پر کیوں آیا تھا کیونکہ وہ سینکڑوں بار اس ہوٹل میں کھانا کھا چکا تھا لیکن آج سے پہلے بھی پرداز نے آ کر اس طرح بات نہ کی تھی۔ البتہ وہ ہوٹل نے والوں کو ان کی پسندیدہ سیٹ کے لئے رہنمائی ضرور کرتے تھے لیکن اس طرح کھانے کے بعد آ کر اور شکریہ ادا کر کے واپس چلے جانا اسے عجیب لگ رہا تھا۔

گواں کے ذہن میں کوئی بات واضح نہ تھی لیکن خلش اس کے ہیں میں بہر حال موجود تھی۔ پھر ایک موز مرتے ہی جیسے ہی اس کی نظریں کار کے ساید شٹٹس پر پڑیں تو اسے سیاہ رنگ کی ایک کار پر پیچھے آتی رکھائی دی تو وہ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ پچھلے موز بھی اسے وہ اپنے پیچھے دیکھ چکا تھا۔ اس کار کا کے بپر پر ایک صوص اسٹریکر سے اس نے اسے پہچان لیا تھا۔ کار میں دو آدمی لگانے والے کھلاڑی کا جسم ہوا میں انھთا ہے اور میں اسی لمحے گولیاں اس کے جسم کے پیچے سے بال برابر کے وقته سے نکلتی چل گئیں۔ اگر عمران اس طرح نہ اچھتا یا پلک جھپکے سے بھی کم وقت میں وہ نہ انھتتا تو گولیاں اس کے جسم کو چھید چکی ہوتیں۔

اپنے عقب میں آنے والی کار کو چیک کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے کار کی ساید سیٹ کو انھایا اور پیچے بننے ہوئے مخصوص لکڑی کے بائس میں موجود گیس پسل کال کراں نے اسے چیک کیا کہ اس میں کپسول موجود ہیں یا نہیں اور پھر اسے جیب میں ڈال کر کار کی رفتار آہستہ کر دی۔ پھر کچھ آگے جانے کے بعد اس نے ایک موز کا نتے ہی کار کا رخ تیزی سے باہمی طرف کو موزا تو اس کی کار سڑک پر آزی ہو کر رک گئی۔

اب پیچھے آنے والی کار اس کی کار سے نکلائے بغیر سڑک کر اس نہیں کر سکتی تھی۔ کار روک کر وہ دروازہ کھول کر پیچے اترتا تو اس عقب میں تعاقب کرنے والی کار موز کاٹ کر آتی رکھائی دی۔ عمران نے کار کا دروازہ بند کیا ہی تھا کہ اچانک اس نے عقینی کار کو نکتے ہوئے دیکھا اور اس کے ساتھ ہی کار کی ڈرائیور گ سیٹ کی کھڑکی سے ایک ہاتھ باہر آیا اور پلک جھپکنے میں ریٹ ریٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ ہی میں پسل سے نکلنے والی گولیاں بھجنی کی تیزی سے عمران کی طرف پہنچیں۔ عمران کا جسم کسی بر قی پارے کی طرح یکخت ہوا میں اس طرح انھتہ چلا گیا جیسے کوئی ہائی جپ لگانے والے کھلاڑی کا جسم ہوا میں انھتہ ہے اور میں اسی لمحے گولیاں اس کے جسم کے پیچے سے بال برابر کے وقته سے نکلتی چل گئیں۔ اگر عمران اس طرح نہ اچھتا یا پلک جھپکے سے بھی کم وقت میں وہ نہ انھتتا تو گولیاں اس کے جسم کو چھید چکی ہوتیں۔

عمران کو معلوم تھا کہ وہ آدمی ہاتھ اوپنچا کر کے اس کو گولیوں سے چھید سکتا ہے اس لئے اوپر اٹھتے ہوئے اس کے جسم نے ہوا میں ہی قلا بازی کھائی اور دوسرے لمحے اس کا جسم عقیقی کار پر جا پہنچا۔ اس کے دونوں پیر پوری قوت سے کار کی چھت پر پڑے اور ایک بار پھر وہ قلا بازی کھا کر کار کی دوسری طرف جا کھڑا ہوا جہاں سائینڈ سیٹ پر بیٹھا ہوا آدمی دروازہ کھول کر باہر نکلنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن جیسے ہی وہ دروازے سے باہر آ کر مرزا عمران کی پاڑو گھوما اور وہ آدمی چیختا ہوا، ہوا میں قلا بازی کھا کر سڑک کی سائینڈ سیٹ جا گرا جبکہ ڈرائیورگ سیٹ پر بیٹھا ہوا آدمی عمران کو کار کی دوسری طرف دیکھ کر تیزی سے کار کا دروازہ کھول کر نیچے اترنا ہی تھا کہ عمران نے یکخت جمپ لگایا اور اس کے دونوں ہاتھ ایک لمحے کے لئے کار کی چھت پر پڑے اور دوسرے لمحے اس کے دونوں پیر پوری قوت سے ڈرائیورگ سیٹ سے باہر نکلنے والے آدمی کے سینے پر پڑے اور وہ آدمی چیختا ہوا پشت کے بل نیچے گرا ہی تھا کہ عمران نے ایک بار پھر اٹی قلا بازی کھائی اور اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے اس آدمی پر ایک بار پھر جمپ لگایا اور پھر اچل کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اب وہ آدمی سڑک پر ساکت پڑا ہوا تھا۔

عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے ایک طویل سانس لیا اور پھر جھک کر اس نے بے ہوش پڑے ہوئے آدمی کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور اپنی کار کا عقیقی دروازہ کھول کر اس نے اس آدمی کو دونوں

ستھنوں کے درمیان ڈالا اور پھر جا کر اس نے سائینڈ سیٹ والے آدمی کو جو عمران کے مخصوص انداز سے پھینکنے کی وجہ سے بے ہوش ڈالا تھا، اٹھایا اور اسے بھی پہلے والے آدمی کے اوپر ڈال کر اس نے کار کا دروازہ بند کیا اور پھر اپنی کار میں بیٹھ کر اسے شارت کیا اور سڑک سے ہٹا کر ایک سائینڈ پر روکا اور پھر نیچے اتر کر وہ تعاقب کرنے والی کار کی طرف بڑھا۔ اس ہٹے کار کا دروازہ کھول کر دیکھا تو چالی اکنیش میں موجود تھی۔ عمران نے ڈرائیورگ سیٹ پر بیٹھ کر کار شارت کی اور سائینڈ پر کر کے روک کر وہ نیچے اترنا اور اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار رانا باؤس کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی لیکن وہ مسلسل ہیئتی سوچ رہا تھا کہ جب یہاں کے پاس کوئی مشن ہی نہیں ہے تو پھر یہ کون لوگ ہیں۔ کیوں اس کا تعاقب کر رہے تھے اور کیوں انہوں نے اسے بلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔

گو عمران نے اپنے مخصوص شاکل میں بے پناہ پھرتی اور چھتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو نہ صرف گولیوں سے بچا لیا تھا بلکہ ان افراد کو بھی بے ہوش کر کے ساتھ لے آنے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن ان دونوں کے انداز سے ہی وہ بکھر گیا تھا کہ یہ دونوں اندر ورلد کے تجربہ کار افراد ہیں۔ رانا باؤس پہنچ کر اس نے جوزف کو ان سے بے ہوش افراد کو اٹھا کر لے جانے اور بلیک روم میں گرسیوں پر جکڑنے کا حکم دیا اور خود وہ اس کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

عمران نے کہا تو جوزف اس آدمی کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے اس آدمی کا ناک اور منہ ایک ہاتھ سے ہی بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد اس آدمی کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے تو جوزف نے ہاتھ بٹایا اور پیچھے ہٹ کر جکڑا ہو گیا۔ اس آدمی نے کراچتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن جکڑے ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسما کر ہی رہ گیا۔

”یہ۔ یہ۔ کیا مطلب۔ یہ۔ یہ ہم کہاں ہیں۔ کیا مطلب۔ یہ سب کیا ہے۔“..... اس آدمی نے انتہائی حیرت بھرتے لبھ میں اور ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”تمہارا نام کیا ہے۔“..... عمران نے سرد لبھ میں پوچھا۔

”ہم۔ ہم۔ میرا نام فریڈ ہے۔ ماسٹر فریڈ۔ یہ سب کیا ہے۔ ہم تو اپنی کار میں تھے۔ اوہ۔ اوہ۔ تم نے کار ترچھی کر کے جکڑی کی تھی اور تم نے میری کار کا دروازہ کھولا تھا۔ پھر کیا ہوا۔ یہ۔ کیا ہے سب۔ ماسٹر فریڈ نے ایسے بولنا شروع کر دیا جیسے اس کی لگشیدہ یادداشت دوبارہ آگئی ہو۔

”تمہارے ان دوسرے ساتھی کا کیا نام ہے۔“..... عمران نے کہا۔

”اس کا۔ اس کا نام وید ہے۔ رویر۔ مگر تم نے ہمیں یہاں کیوں اس طرح جکڑا ہوا ہے۔ یہ کون ہی جگہ ہے۔“..... ماسٹر فریڈ نے کہا۔

جس میں فون موجود تھا۔ کمرے میں داخل ہو کر وہ کرسی پر بیٹھا اور پھر اس نے رسیور اٹھا کر نمبر پریس کرنے شروع کر دیے۔

”سلیمان بول رہا ہوں۔“..... رابطہ ہوتے ہی سلیمان کی آواز سنائی دی۔

”سلیمان۔ میں راتا ہاؤس میں ہوں اور میں کچھ دیر یہاں رہوں گا۔ اگر کوئی کال آئے یا ضرورت پڑے تو مجھے یہاں فون کر لینا۔“..... عمران نے کہا۔

”جی صاحب۔“..... سلیمان نے جواب دیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد جوزف اندر داخل ہوا۔

”حکم کی تعییل ہو گئی ہے باس۔“..... جوزف نے کہا۔

”اچھا۔“..... عمران نے اٹھتے ہوئے ہوا اور پھر کمرے سے نکل کر بلیک روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ بلیک روم میں جوانا بھی موجود تھا اور دونوں آدمیوں کو کرسیوں پر راڑز سے جکڑا گیا تھا۔

”یہ دونوں اندر ولڈ کے افراد لگتے ہیں ماسٹر۔“..... جوانا نے کہا۔

”ہاں۔ بظاہر تو ایس بن گتا ہے۔ اب دیکھو۔“..... عمران نے ان دونوں جکڑے ہوئے افراد کے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”اس والیں ہاتھ والے آدمی کا ناک اور منہ بند کر کے اسے ہوش میں لاو۔ یہ سائیڈ سیٹ پر تھا اس لئے یہی انچارج ہو گا۔“

Uploaded BY Nadeem For UrduFanz.Com

"تمہاری طرف سے بہت حیرت کا اظہار ہو گیا ہے۔ اب کام کی بات ہوئی چاہئے۔ تم دونوں میری کار کا تعاقب کر رہے تھے۔ سب کچھ بتا دو ورنہ ان دونوں دیوؤں کو دیکھ رہے تھے۔ یہ تمہارے جسم کی ایک ایک بڑی توڑ سکتے ہیں اور یہاں تمہاری چینیں سننے والا بھی ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں ہو گا"۔ عمران نے انتہائی سرد لمحے میں کہا۔

"تعاقب۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ ہم کیوں تعاقب کریں گے۔ ہم تو تمہیں جانتے تھے نہیں۔ ہم تو مضافاتی علاقے باس جا رہے تھے"۔ ماسٹر فریڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جوزف"۔ عمران نے سائینڈ پر موجود جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

"لیں بآں"۔ جوزف نے فوراً ہی جواب دیتے ہوئے کہا۔ "کوڑا لے آؤ اور اس سے بچ اگلواؤ"۔ عمران نے سخت لمحے میں کہا۔

"لیں بآں"۔ جوزف نے کہا اور مزکر کونے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔

"میں بچ کہہ رہا ہوں۔ میں واقعی بچ کہہ رہا ہوں"۔ ماسٹر فریڈ نے یکخت چیخ و پکار کے انداز میں کہا۔

"تمہارے نام کے ساتھ ماسٹر کا لفظ بتا رہا ہے کہ تمہارا تعلق اندر ورلڈ سے ہے اور اندر ورلڈ کے لوگ بغیر کسی خاص مقصد کے

گھسی کا تعاقب نہیں کیا کرتے اس لئے تمہارے حق میں بہتر ہی ہے کہ بچ بول دو۔ پھر تمہیں آزاد کر دیا جائے گا ورنہ تمہاری لاش بھی غائب کر دی جائے گی"۔ عمران نے کہا۔

"میں بچ کہہ رہا ہوں۔ ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم تو باسو جا رہے تھے"۔ ماسٹر فریڈ نے اس بارہ مت بھرے اور عاجزانہ لمحے میں کہا۔ اس دوران جوزف بھی کوڑا انھائے واپس آ گیا تھا۔

"شروع ہو جاؤ"۔ عمران نے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور ابھی عمران کا فقرہ ختم ہی ہوا تھا کہ فضا میں کوڑا چیخنے کی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے شراب کی آواز کے ساتھ ہی ماسٹر فریڈ کے طق سے نکلنے والی چیخ سے ہال گونج انھا۔ پھر شراب شراب کی آوازوں کے ساتھ ہی ماسٹر فریڈ کی دردناک چیخوں سے ہال گونج رہا۔ تیسرے یا چوتھے کوڑے پر ماسٹر فریڈ کی گردن ڈھلک گئی۔

"اے پالی پلکر ہوش میں لے آؤ۔ یہ خاصا سخت جان آدمی ہے"۔ عمران نے کہا تو جوزف نے کوڑا دیہیں فرش پر رکھا اور ایک پار پھر کونے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ ماسٹر فریڈ کا بآس پھٹ گیا تھا اور زخموں سے خون رس رہا تھا۔ اس کا رنگ زرد پڑا ہوا تھا۔ جوزف نے پانی کی بڑی بوتل انھائی اور پھر واپس آ کر اس نے بوتل کا ڈھلن کھٹایا اور آگے بڑھ کر ایک ہاتھ سے اس نے

”کیا حکم دیا تھا اور تم میرے پیچھے کیے لگ گئے۔ تفصیل بتاؤ۔“
عمران نے کہا۔

”چیف کوبرا نے تمہیں ہلاک کرنے کا نارگی دیا تھا۔ ہم کنگ روڈ پر تمہارے فلیٹ پر پہنچے لیکن تم وہاں موجود نہ تھے۔ وہاں موجود آدمی نے بتایا کہ تم کہیں گئے ہوئے ہو۔ پھر ہمیں تمہاری کار کے ہارے میں تفصیل معلوم ہوئی تو ہم نے چیف کوبرا کو تفصیل بتا دی۔“

اس نے اپنے آدمیوں کو تمہاری کار کی علاش میں لگا دیا۔ پھر چیف کوبرا نے ہمیں اطلاع دی کہ تمہاری کار ہوٹل شیراز کی پارکنگ میں موجود ہے۔ ہم نے تمہیں دیکھا نہیں تھا۔ صرف تمہارا قد و قامت ہمیں معلوم تھا۔ ہوٹل شیراز کا ایک سپرد ائر میرا دوست ہے۔ اس سے میں نے پوچھا تو وہ تمہیں جانتا تھا۔ ہم نے اسے کہا کہ وہ شمارے سے تمہاری نشاندہی کر دے لیکن اس نے کہا کہ تم بے حد ہو شیراز آدمی ہو اور تربیت یافتہ ہو اس لئے وہ اشارہ نہیں کرنا چاہتا ورنہ خواہ خواہ وہ کسی پرالبم کا شکار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وہ خود تمہارے پاس گیا اور تم نے بات کر کے واپس چلا گیا۔ اس طرح ہمیں معلوم ہو گیا۔ پھر ہم تمہارا تعاقب کر رہے تھے کہ تم اپنے فلیٹ پر پہنچو اور کار کھڑی کر کے فلیٹ پر جانے لگو تو تم پر فائزگ کر کے تمہارا خاتمہ کر دیا جائے لیکن تم ادھر ویران سڑک پر مڑ گئے۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ اس دیران علاقے میں تمہیں گھیر کر تمہارا خاتمہ ازدواج جائے لیکن پھر وہاں جو کچھ ہوا وہ ہماری سمجھ میں ہی نہ آ سکا اور

ماستر فریڈ کا منہ بھینپا اور دوسرے ہاتھ میں موجود بول کا دہانہ اس نے اس کے منہ سے لادریا۔ چند لمحوں بعد پانی کے دو بڑے گھونٹ ماستر فریڈ کے ہلق سے نیچے اترے تو اس کے جسم میں ایک بار پھر حرکت کے آثار نمودار ہونے لگے اور پھر اس نے خود ہی پانی پینا شروع کر دیا۔ جب کافی پانی اس کے ہلق سے نیچے اتر گیا تو جوزف نے بول کا منہ اور پھر بول میں سرخہ پانی اس نے ماستر فریڈ کے جسم پر ڈال دیا۔

”چج بول دو درنہ“..... عمران نے غارتے ہوئے بھجے میں کہا جبکہ جوزف نے خالی بول ایک طرف رکھ کر فرش پر پڑا کوئا اٹھا کر اسے فھا میں چھٹھا شروع کر دیا۔

”بولو درنہ“..... عمران نے ایک بار پھر کہا۔

”م۔ م۔ مجھے مت مارو۔ مجھے چھوڑ دو۔ ہم تو حکم کی تعییل کر رہے تھے“..... ماستر فریڈ نے اس انداز میں کہا جیسے اس سے بولنا مشکل ہو رہا ہو۔

”کس کے حکم کی تعییل۔ بولو“..... عمران نے کہا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس وقت ماستر فریڈ یہم بے ہوشی کے عالم میں ہے اور تکلیف کی شدت کی وجہ سے وہ پوری طرح ذہنی طور پر بیدار نہیں ہے اور عمران اس کیفیت سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔

”کوبرا کے۔ وبرا کے۔ چیف کوبرا کے“..... ماستر فریڈ نے اسی کیفیت میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

ہم بے ہوش ہو گے۔۔۔ ماسٹر فریڈ نے رک رک کر لیکن مسلسل بولتے ہوئے کہا۔۔۔

”چیف کوبرا کوم نے براہ راست روپورٹ دینی تھی یا کسی اور کے ذریعے۔۔۔ عمران نے پوچھا۔۔۔

”براہ راست۔۔۔ ہم اس کے پیشل گروپ میں ہیں۔۔۔ ماسٹر فریڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔۔۔

”کہاں بیٹھتا ہے چیف کوبرا۔۔۔ عمران نے پوچھا۔۔۔

”بلیک کوبرا کلب میں۔۔۔ وہ اس کلب کا مالک ہے۔۔۔ ماسٹر فریڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران انھ کھڑا ہو گیا۔۔۔

”ان دونوں کو فتش کر کے ان کی لاشیں کسی ویران علاقے میں پھینکوادو۔۔۔ یہ نجات کرنے افراد کے قاتل ہیں۔۔۔ عمران نے کہا۔۔۔

”یہ بس۔۔۔ جوزف نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی عمران مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا اور ایک بار پھر فون والے کمرے میں داخل ہو کر وہ کری پر بیٹھ گیا۔۔۔ اس نے جیب سے تل فون نکال کر اسے آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔۔۔

”ٹائیگر بول رہا ہوں۔۔۔ رابطہ ہوتے ہی ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔۔۔

”بلیک کوبرا کلب کے چیف کوبرا کو جانتے ہو۔۔۔ عمران نے کہا۔۔۔

”یہ بس۔۔۔ اس نے پیشہ در قائمکوں کا ایک گروپ بنایا ہوا۔۔۔

”.....ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔۔۔

”اس وقت وہ کہاں ہو گا۔۔۔ کلب میں یا کسی اور جگہ۔۔۔ معلوم کر کے مجھے رانا ہاؤس کے فون پر اطلاع دو۔۔۔ عمران نے کہا۔۔۔

”یہ بس۔۔۔ میں ابھی معلوم کر کے آپ کو کال کرتا ہوں۔۔۔“
ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران نے اوکے کہہ کر سل فون آف کر دیا۔۔۔ پھر تقریباً دس منٹ بعد فون کی حصی نج اٹھی۔۔۔

”رانا ہاؤس۔۔۔“
عمران نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔۔۔

”ٹائیگر بول رہا ہوں بس۔۔۔“
دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔۔۔

”یہ۔۔۔ کیا رپورٹ ہے۔۔۔“
عمران نے پوچھا۔۔۔
”بلیک کوبرا اس وقت اپنے کلب میں ہی موجود ہے۔۔۔ معلوم ہوا ہے کہ آج وہ کسی ہائی ٹارگٹ کو کور کرنے کے درپے ہے اس لئے وہ آفس میں روپرتوں کے انتظار میں بیٹھا ہوا ہے ورنہ وہ شام کو اپنے کلب آتا ہے۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔۔۔

”تم اس وقت کہاں ہو۔۔۔“
عمران نے پوچھا۔۔۔

”میں راذش کلب میں ہوں۔۔۔ یہ کلب بلیک کوبرا کلب کے قریب ہی ہے بس۔۔۔ لیکن آپ کیوں اس کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔۔۔“
ٹائیگر نے کہا۔۔۔

”وہ ہائی ٹارگٹ میں خود ہوں۔۔۔“
عمران نے مکراتے ہوئے

جواب دیا۔

”آپ۔ اوہ۔ پھر کیا حکم ہے بس۔“..... نائگر نے چونکتے ہوئے کہا۔

”کیا تم اسے غوا کر کے رانا ہاؤس لا سکتے ہو۔ اگر کہو تو جوانا کو ساتھ بھجوادوں۔“..... عمران نے کہا۔

”لیں بس۔ کوبرا کے آفس سے ایک خفیہ راستہ عینی طرف لگتا ہے۔ میں اس راستے کو جانتا ہوں کیونکہ کوبرا سے پہلے اس کلب کا

مالک بر گنڈی تھا اور اس وقت کلب کا نام بھی بر گنڈی کی ملکب تھا۔ وہ میرا دوست تھا۔ وہ کلب فروخت کر کے واپس گریٹ لینڈ چلا گیا۔

ہے اس لئے میں اس کلب کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں۔ آپ جوانا کو میرے پاس بھیج دیں اور اسے کہہ دیں کہ وہ ریلوے

روڈ کے دوسرے چوک پر آ جائے۔ میں وہاں موجود ہوں گا۔“..... نائگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔“..... عمران نے کہا اور پھر رسیور رکھ کر اس نے جوزف کو آواز دی تو جوزف کسی جن کی طرح دوسرے لمبے اندر داخل ہو گیا کیونکہ عمران کو معلوم تھا کہ جب تک وہ اس کمرے میں رہے گا جوزف کسی جن کی طرح دروازے پر ہی موجود رہے گا۔

”لیں بس۔“..... جوزف نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا۔

”جوانا گو بلاو اور ہاں۔ ان دونوں کا کیا کیا ہے۔“..... عمران نے کہا۔

”وہ بے ہوش ہیں۔ شام کو انہیں ہلاک کر کے ان کی لاشیں بھیجنکوادی جائیں گی۔“..... جوزف نے جواب دیا۔

”اب ان کے گینگ لیڈر کو یہاں لایا جا رہا ہے اس لئے ابھی انہیں بے ہوش رہنے دو۔ بعد میں انہیں ہلاک کر کے بر قی بھنی میں ڈال دینا۔ میں تو اس لئے انہیں ہلاک کر کے ان کی لاشیں باہر بھیجنکو اڑا تھا تاکہ ان کے گینگ لیڈر تک ان کی موت کی خبر پہنچ جائے۔“..... عمران نے کہا۔

”لیں بس۔“..... جوزف نے کہا اور مز کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد جوانا اندر داخل ہوا۔

”لیں ماشر۔“..... جوانا نے موڈ باند لے چکے میں کہا۔ ”کار لے کر ریلوے روڈ کے دوسرے چوک پر پہنچ جاؤ۔ نائگر تھماری رہنمائی کرے گا۔“..... عمران نے کہا۔

”لیں ماشر۔“..... جوانا نے کہا اور واپس مز کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

سینہ اسلم اپنے نام کے برعکس دلبے پتلے جسم کا مالک تھا جبکہ سینہ سے تصور میں ایک بھاری جسم کے آدمی کی تشییہ ابھرتی تھی۔ وہ اس وقت اپنے کاروباری آفس میں بینھا ایک فائل پڑھنے میں مصروف تھا کہ کمرے میں ہلکی سی سیٹی کی آواز گونج لھی تو سینہ اسلم چونک پڑا۔ اس نے میز کی دراز کھوٹی اور ایک سرخ رنگ کا کارڈ لیس فون نکال کر میز پر رکھا دیا۔ سیٹی کی آواز اس فون سے نکل رہی تھی۔ سینہ اسلم نے فون کا ایک ہن پر لیس کیا تو آواز آتا بند ہو گئی۔

”سینہ اسلم بول رہا ہوں“..... سینہ اسلم نے کہا۔
”فیروز خان بول رہا ہوں جناب“..... دوسری طرف سے مودبانہ لبجھ میں کہا گیا۔
”تم۔ تم نے کیوں فون کال کی ہے۔ کوئی خاص بات“..... سینہ

اسلم نے چونک کر کہا۔

”سینہ صاحب۔ دو آدمی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ان کا تعلق بہادرستان کے ضلع شاہ خیل سے ہے اور وہ کروزوں روپے کا گولڈن کالوک کا سودا کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ مال نقد خریدیں گے اور اس کی سپلائی بھی بہادرستان خود کریں گے لیکن میں نے انکار کر دیا کہ میں ایسے کسی برس سے متعلق نہیں ہوں“..... فیروز خان نے کہا۔

”کیوں۔ تم نے ایسا کیوں کہا۔ وجہ“..... سینہ اسلم نے حرمت بھرے لبجھ میں کہا۔

”سینہ صاحب۔ وہ دونوں آدمی اپنے قد و قامت سے کسی سرکاری ایجنسی کے افراد لگتے تھے اور ان کی زبان اور لبجھ کے مطابق ان کا کوئی تعلق بہادرستان سے نہ لگتا تھا اس لئے میں نے انکار کر دیا۔ پھر وہ جس انداز کی باتیں کر رہے تھے اس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ مجھے بھرپور لائچ دینا چاہتے تھے تاکہ میں اس برس سے بارے میں ساری معلومات اُنہیں دے دوں“..... فیروز خان نے کہا۔

”پھر تمہارے انکار کے بعد ان کا کیا رد عمل تھا“..... سینہ اسلم نے پوچھا۔

”انہوں نے باتوں باتوں میں میری رہائش گاہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور پھر یہ کہہ کر چلے گئے کہ وہ کسی اور سے

اس کا سودا کر لیں گے۔۔۔ فیروز خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہاری رہائش گاہ کا پتہ کیوں پوچھا انہوں نے۔ اس کا کیا مطلب ہوا۔۔۔ سینہ اسلم کے لجھے میں حیرت تھی۔

”میرا خیال ہے کہ وہ میری نگرانی کرنا چاہتے تھے تاکہ میرے کاروباری ساتھیوں کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں۔“ فیروز خان نے جواب دیا۔

”اوہ ہا۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن پہلے جو آدمی اس بولنے کے بارے میں معلومات حاصل کرتا پھر رہا تھا اس کے خاتمے پر تو کام کیا جا رہا ہے۔ یہ دونوں آدمی کون ہیں۔ ان کے بارے میں معلومات کیسے حاصل کی جاسکتی ہیں۔۔۔ سینہ اسلم نے کہا۔

”میں تو ان کے ملینے اور قد و قامت کے بارے میں بتا سکتا ہوں اور بس۔۔۔ فیروز خان نے کہا۔

”لیکن انہیں کیسے معلوم ہوا کہ تمہارا تعلق اس بنس سے ہے جبکہ تم نے بظاہر تو ہاتھ پیر پچا کر رکھے ہوئے ہیں۔۔۔ سینہ اسلم نے کہا۔

”کیا کہا جا سکتا ہے۔ میں تو بے حد محتاط رہتا ہوں حتیٰ کہ آپ کو فون بھی پہلک فون بوٹھ سے کر رہا ہوں۔ اپنی دکان کے فون سے نہیں کر رہا۔۔۔ فیروز خان نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں فریدرک سے بات کرتا ہوں۔ وہ تم سے

حلینے معلوم کر کے انہیں نہیں کرائے گا۔۔۔ سینہ اسلم نے کہا۔

”میرا خیال ہے سینہ صاحب، فریدرک کی بجائے نادر کو یہ ناسک دیں۔ اس کا گروپ بے حد تیز اور ہوشیار ہے۔۔۔ فیروز خان نے کہا۔

”اچھا۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ نادر اس ناسک کے لئے مناسب ہے تو میں اسے فون کر کے کہہ دیتا ہوں۔۔۔ سینہ اسلم نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر اس نے فون آف کیا اور پھر اسے دوبارہ آن کر کے اس نے نمبر پر پیس کرنے شروع کر دیئے۔

”لیں۔ نادر بول رہا ہوں۔۔۔ رابطہ ہوتے ہی ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”سینہ اسلم بول رہا ہوں۔۔۔ سینہ اسلم نے کہا۔

”اوہ آپ۔ حکم فرمائیے۔۔۔ دوسری طرف سے اس پار مودہ بانہ لجھے ہیں کہا گیا تو سینہ اسلم نے اسے پہلے آدمی کے بزنس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اور پھر فریدرک کے ذریعے اس کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنے اور پھر کوبرا کے ذریعے اسے ہلاک کرنے کے ناکٹک تک کی تمام تفصیلات بتا دیں۔

”وہ عمران انتہائی غطرناک آدمی ہے۔ خاص طور پر اس کا شاگرد ہائیگر جو انڈر ولڈ میں کام کرتا ہے۔ میں اس کے استاد کی حیثیت سے عمران کو جانتا ہوں۔ کوبرا کو بے حد محتاط رہ کر کام کرنا پڑے گا۔۔۔ نادر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سردار داؤد کا فون ہے سر“..... دوسری طرف سے اس کے فون سیکرٹری کی مواد باند آواز سنائی دی۔

”ہاں۔ کراو بات“..... سینھہ اسلم بنے کہا۔

”بیلو۔ سردار داؤد بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے چند لمحوں بعد سردار داؤد کی آواز سنائی دی۔

”میں۔ سینھہ اسلم بول رہا ہوں سردار صاحب“..... سینھہ اسلم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سینھہ صاحب۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ گولڈن کولوک کا دوسرا کارخانہ لگانے کا پروگرام بنارہے ہیں“..... سردار داؤد نے کہا۔

”ہاں۔ سوچ تو رہا ہوں بشرطیکہ رووف صاحب اور دوسرے بولنس ڈائریکٹر نے رضا مندی ظاہر کر دی تو“..... سینھہ اسلم نے کہا۔

”وہ کوئی رضا مند نہ ہوں گے۔ ہمارا بولنس جس طرح پھیلتا جا رہا ہے اور اس تو غیر ممالک سے بھی ذیماں آنا شروع ہو گئی ہے اس لئے اب ایک کارخانے کے پیداوار تو ذیماں پورا نہ کر سکے گی“..... سردار داؤد نے کہا۔

”ہاں۔ اسی لئے تو میں سوچ رہا ہوں۔ لیکن“..... سینھہ اسلم نے کہا۔

”لیکن کیا۔ آپ بے فکر رہیں۔ رووف صاحب اور دوسرے

”میں نے اسے کہہ دیا ہے۔ وہ یہ کام کر لے گا لیکن یہ دوسرے کام تمہارے ذمے لگانا چاہتا ہوں“..... سینھہ اسلم نے کہا۔

”لیں سینھہ۔ حکم فرمائیں“..... نادر نے جواب دیتے ہوئے کہا تو سینھہ اسلم نے فیروز خان کی کال آنے اور اس سے ہونے والی تمام بات چیت دوہرایا۔

”تم فیروز خان سے رابطہ کر کے ان دونوں آدمیوں کے بارے میں تفصیلات حاصل کرو اور پھر ان دونوں کوڑیں کر کے معلوم کرو کہ ان کی اصلیت کیا ہے اور وہ کیوں گولڈن بولنس میں داخل ہوتا چاہتے ہیں۔ پھر مجھے رپورٹ دو“..... سینھہ اسلم نے کہا۔

”اوکے سینھہ صاحب۔ آپ کا کام ہو جائے گا۔ میرانیش ورک پورے دارالحکومت میں پھیلا ہوا ہے“..... نادر نے جواب دیا تو سینھہ اسلم نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

”اچھا بھلا تھیک تھا۔ بولنس چل رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اوپر والوں سے کہہ کر گولڈن کولوک کا ایک اور کارخانہ لگایا جائے لیکن یہ لوگ نجاتے کیوں ہمارے بولنس کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔“..... سینھہ اسلم نے بڑھاتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے سرخ رنگ کے فون کو واپس دراز میں رکھ کر دراز بند کر دی اور ایک بار پھر سامنے موجود قائل کی طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ میز پر پڑے ہوئے فون کی گھصی نج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔

”لیں“..... سینھہ اسلم نے کہا۔

ڈائریکٹر کو میں رضامند کر لوں گا۔”..... سردار داؤد نے کہا۔
”وہ تو صحیح ہے لیکن اصل مسئلہ اور ہے۔“..... سینہ اسلم نے
کہا۔

”مسئلہ وہ کیا۔ کوئی اور بات بھی ہے۔“..... سردار داؤد نے
چونک کر کہا۔

”ہمارے بزرگس کے خلاف کہیں نہ کہیں کوئی کچھزی پکڑی
ہے جس کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں ہو رہا۔ مجھی چھٹی حس
کہہ رہی ہے کہ اچانک ہی کوئی خوفناک دھماکہ ہو گا۔“..... سینہ اسلم
نے کہا۔

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس قدر تھا اور خفیہ نیٹ ورک
کے باوجود آپ ایسی بات کر رہے ہیں۔ کیا ہوا ہے۔“..... سردار
داؤد نے کہا۔

”پہلے ایک آدمی نے مارکیٹ سے گولڈن کالوک کے بارے
میں معلومات حاصل کرنے کی کوششیں کیں۔ اس کے بارے میں
فریدرک نے معلومات حاصل کیں اور اب وہ اس کے خلاف کام کر
رہا ہے۔“..... سینہ اسلم نے کہا۔

”ہاں۔ مجھے معلوم ہے۔ وہ کام تو ہو جائے گا۔ وہ آدمی ہمیشہ
کے لئے اس دنیا سے غائب کر دیا جائے گا۔ پھر آپ کیوں
پریشان ہیں۔“..... سردار داؤد نے کہا۔

”اب ایک اور اطلاع سامنے آئی ہے۔“..... سینہ اسلم نے کہا۔

اور پھر اس نے فیروز خان کی کال کی تفصیل بتا دی۔

”ہو سکتا ہے کہ یہ اس عمران نامی آدمی کے ساتھی ہوں۔ فیروز
خان بے حد ہوشیار آدمی ہے اس لئے اس نے اچھا کیا کہ ہر بات
سے صاف انکار کر دیا۔“..... سردار داؤد نے کہا۔

”ہاں۔ یہ بات تو صحیح ہے لیکن یہ لوگ کون ہیں اور کیوں
ہمارے اس بزرگس کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ مجھے اس پر شدید تشویش
لاحق ہو گئی ہے۔ میں نے نادر کے ذمے لگا دیا ہے کہ وہ انہیں
ثریں کر کے مجھے اطلاع دے۔ اب دیکھو کیا ہوتا ہے۔“..... سینہ
اسلم نے کہا۔

”آپ زیادہ غلکر مند نہ ہوں۔ ایسے بزرگس میں ایسا ہوتا رہتا
ہے۔ ہمیں ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ ہو سکتا ہے
کہ کوئی سرکاری انجمنی خفیہ طور پر کام کر رہی ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے
کہ ہمارے ذریغ بزرگس کے مخالفین ہمیں خوفزدہ کرنے کے لئے
اس قسم کی حرکات کر رہے ہوں۔“..... سردار داؤد نے کہا۔

”لیکن اگرچہ بات سامنے آگئی تو ہمارا تو سارا بھرم ختم ہو
جائے گا۔ ہم تو جیتے ہی مر جائیں گے۔“..... سینہ اسلم نے کہا۔

”ایسا نہیں ہو گا۔ دولت میں بڑی طاقت ہے۔ جیسے ہی حالات
کھل کر سامنے آئیں گے ہم انہیں کو روکر لیں گے۔ ایسے بزرگس
جہاں بے شمار دولت مہیا کرتے ہیں وہاں ان کو سنبھالنے کے لئے
بھی دولت کو بے دریغ خرچ کرنا پڑتا ہے اور ہم کریں گے اور سینہ

صاحب، آپ واقعی پریشان نہ ہوں۔ آپ کا اور ہمارا بزنس سے کسی طرح سے تعلق ٹابت نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی ہمارا نام لے گا بھی تو صرف نام لینے سے تو ہم پر ازام ٹابت نہ ہو گا۔ ویسے بھی لوگ اس نام لینے والے کو جھوٹا قرار دے دیں گے کیونکہ آپ کی اور ہماری سماجی حیثیت ہے۔ میں تو میں اکملی کامبیر اور ایک بڑا سیاسی لیڈر ہوں۔ ہماری پارٹی حکومت میں ہے۔ آپ بے شمار فلاحی اواروں کے کار مختار ہیں اور پھر روف صاحب سینٹ کے گبر ہیں۔“ سردار داؤد نے کہا۔

”آپ محیک کہہ رہے ہیں اور آپ کی باتوں نے والی بھیجھے بے حد حوصلہ دیا ہے۔ اب میں سب کچھ سنچال لوں گا۔“..... سینہ اسلم نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں نے اس لئے فون کیا تھا کہ دو دن بعد بزنس ڈائریکٹران کی میٹنگ ہے۔ وہاں گولڈن کولوک کے دوسرے کارخانے کی بات ہو گی اور ہم نے اپنے فیصلے پر اڑے رہتا ہے۔“..... سردار داؤد نے کہا۔

”محیک ہے۔ اب دوسرا کارخانہ کیا تیرا اور چوتھا بھی لگے گا۔“..... سینہ اسلم نے ہستے ہوئے کہا تو دوسری طرف سے سردار داؤد بھی نہ پڑا اور پھر اس طرح ہستے ہوئے سینہ اسلم نے رسیدور رکھ دیا۔ اب اس کے چھرے پر پریشانی کی بجائے اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

ریلوے روڈ کے دوسرے چوک کے قریب بنی ہوئی ایک پلک پارکنگ میں کار کھڑی کر کے نائیگر نے نوکن لیا اور اسے جیب میں ڈال کر وہ پارکنگ سے باہر آ گیا۔ اس نے دانتے کار بیہاں کھڑی کی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جوانا اپنی بھری جہاز نما کار میں آئے گا اور بے ہوش کوبرا کو اس کی کار میں آسانی سے چھپایا جا سکتا ہے اور انہی کے بعد کے حالات کا کوئی پتہ نہیں تھا اس لئے اس نے کار بیک نہیں کلب کی پارکنگ میں کھڑی کرنے کی بجائے بیہاں پلک پارکنگ میں پارک کی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جوانا اپنی کار سمیت وہاں پہنچ گیا تو نائیگر نے گے بڑھ کر سائیکل سیٹ پر پہنچ گیا اور پھر اس کی رہنمائی میں جوانا کار کو دائیں طرف کو موز کر آ گئے بڑھتا چلا گیا۔

”بس۔ بیہاں اس گلی کے قریب کار روک دو۔ اس گلی میں

تمہاری یہ بڑی کار مزدہ سکے گی اس لئے اسے بیک کر کے لے جانا پڑے گا لیکن پہلے میں اندر سے کوبرا کو بے ہوش کر کے اٹھا لاؤں گا۔”..... نائیگر نے کہا۔

”میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ کار تکمیل کھڑی رہے۔ یہاں اور بھی کاریں کھڑی ہیں۔ کارروائی مکمل کر کے بعد ہم اسے گلی میں لے جائیں گے۔“..... جوانا نے کہا اور پھر کار روک کر وہ کار سے پیچے اتر آیا۔ دوسری طرف سے نائیگر بھی پیچے اترنا شروع ہو دنوں گلی میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ آگے نائیگر تھا اور اس کے پیچے جوانا۔ جملی آگے جا کر بند ہو جاتی تھی اور آخری دیوار کے ساتھ کوڑا کرکٹ کے ذریم موجود تھے لیکن دونوں طرف دیواروں میں کوئی دروازہ نظر نہ آ رہا تھا۔

”اوہ۔ یہ راستہ تو بند کر دیا گیا ہے۔“..... نائیگر نے ایک جگہ رکتے ہوئے کہا۔ وہاں واقعی دیوار کی ساخت سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہاں کوئی راستہ تھا جسے باقاعدہ انہوں سے بند کیا گیا ہے۔ جوانا بھی رک گیا۔

”ایسا نہ ہو کہ کوئی میکنزم استعمال کیا گیا ہو۔“..... جوانا نے کہا۔

”اگر ہو گا بھی سکی تو مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ میں کافی عرصے بعد ادھر آیا ہوں۔“..... نائیگر نے جواب دیا۔

”تواب کیا کرنا ہے۔“..... جوانا نے پوچھا۔

”اب کلب کے فرنٹ سے اندر جانا پڑے گا اور کوبرا کو اٹھا کر

لے جانا پڑے گا کیونکہ بہاس کے حکم کی قبیل تو بہر حال کرنا ہی ہے۔“..... نائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آؤ۔“..... جوانا نے ایسے لمحے میں کہا کہ نائیگر نے بے اختیار چونک کر جوانا کی طرف دیکھا اور اس کے پھرے پر تشویش کے تاثرات ابھر آئے۔

”مجھے میک اپ کرنا ہو گا۔ دو منٹ تھہرا۔“..... نائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کوٹ کی جیب سے ایک بائس نکالا اور اس میں سے ایک میک اپ ماسک نکال کر اس نے اپنے سر اور چہرے پر گردن تک چڑھا لیا اور پھر دنوں ہاتھوں سے اس نے چہرے کے مختلف حصوں کو تھیٹھانا شروع کر دیا۔ چند منٹوں کے بعد صرف اس کے چہرے کے خدوخال بلکہ اس کے بالوں کا رنگ لونڈر ڈرائی ائن بھی تبدیل ہو گیا تھا۔

”تم نے چونکہ وہاں بے دریغ ققل و غارت کرنی ہے اس لئے مجبوراً مجھے میک اپ کرنا پڑا کیونکہ وہاں موجود لوگ مجھے جانتے ہیں۔“..... نائیگر نے جوانا کے مخاطب ہو کر کہا۔

”کیا تم ان غندواری، بدمعاشوں سے ڈرتے ہو۔“..... جوانا نے قدر ناراض سے لمحے میں کہا۔

”ڈرتا نہیں ہوں لیکن مجھے ان سے معلومات حاصل کرنا ہوتی ہیں تاکہ بہاس کو اہم معلومات مہیا کی جائیں اس لئے۔“..... نائیگر نے کہا۔

”بھگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے کوبرا کا آفس دیکھا ہوا ہے۔ آؤ۔“ نائیگر نے گیٹ میں داخل ہوتے ہوئے جوانا کے کہلے۔

”تم آگے چلو۔ میں صرف رکاوٹیں دور کروں گا۔“ جوانا نے کہا اور سائینڈ پر ہو گیا تو نائیگر تیزی سے آگے بڑھا اور پھر وہ دونوں ہال میں داخل ہوئے تو ہال مکمل طور پر بھرا ہوا تھا۔ ان میں عورتیں بھی شامل تھیں اور مرد بھی۔ شراب کی تیز بو اور غذیات کا غلظت دھواں پوری فضا میں پھیلا ہوا تھا۔ یہاں موجود مرد اور عورتیں اپنے لباسوں، انداز اور لہجوں سے ہی زیر زمین دنیا کے افراد دکھانی وے رہے تھے۔ نائیگر کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جوانا ہاتھ میں مشین گن اٹھائے کسی محافظ کے انداز میں نائیگر کے پیچھے تھا۔ نائیگر کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر دائیں طرف کو مڑ گیا اور پھر ایک لفت کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ وہاں ایک لپاڑنا گا آدمی کھڑا تھا۔

”چلو اور لے چلو۔“ نائیگر نے اس آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اُھر دوسرا لفت پر جاؤ۔ یہ باس کے لئے ہے۔“ اس آدمی نے منہ بنتے ہوئے کہا تو جوانا نے یہ نہ اسے گردن سے پکڑا اور ایک جھلکے سے کاؤنٹر کی طرف اچھال دیا۔ وہ آدمی ایک دھماکے سے کاؤنٹر سے نکلا کر نیچے گرا جئکہ نائیگر نے آگے بڑھ کر لفت کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔

”اوکے۔“ اس بار جوانا نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر تھوڑی دری بعد وہ دونوں جوانا کی کار میں بیٹھے چوک سے مزکر بیک کوبرا کلب کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔

”تمہاری کار کہاں ہے۔“ جوانا نے پوچھا۔

”وہ پلیک پارکنگ میں ہے۔ میں واپس چرہ ہال سے لے لوں گا۔“ نائیگر نے کہا تو جوانا نے اثبات میں سر ہلایا۔ تھوڑی دری بعد کار کلب کے کپاؤنڈ گیٹ میں داخل ہوئی اور پارکنگ کی طرف بڑھنے کی بجائے میں گیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ نائیگر، جوانا کا مقصد سمجھ گیا تھا کہ جب کوبرا کو اغوا کر کے لا یا جائے تو کار نزدیک ہی موجود ہو۔ میں گیٹ کے قریب لے جا کر جوانا نے کار کو دیوار کے ساتھ کھڑی کر دیا لیکن اسی لمحے گیٹ سے لکل کر مشین گن سے مسلح ایک آدمی تیزی سے کار کے قریب آیا۔ جوانا اور نائیگر دونوں کار سے نیچے اتر پکے تھے۔

”کار یہاں سے ہٹاؤ۔ اُھر پارکنگ میں لے جاؤ۔ یہاں کار کھڑی کرنا منع ہے۔“ مسلح آدمی نے چیخ کر کہا لیکن دوسرے لمحے جوانا کا بازو گھوما اور وہ آدمی چیختا ہوا کسی لینڈ کی طرح اچھل کر سامنے زمین پر جا گرا۔ مشین گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گری تھی جسے جوانا نے اٹھا لیا۔ وہ آدمی نیچے گر کر تیزی سے اٹھا لیکن جوانا اس کی طرف دیکھے بغیر گیٹ کے اندر داخل ہو گیا۔ مشین گن اس کے ہاتھ میں تھی۔

”اگر کسی نے حرکت کی تو سب کو اڑا دوں گا۔“ جوانا نے چیخ کر کہا اور پھر وہ بھی نائیگر کے پیچھے لفت میں داخل ہوا تو نائیگر نے دروازہ بند کر کے بٹن پر لیس کر دیا تو لفت ایک جھلکے سے اوپر اٹھتی چلی گئی۔ چند لمحوں بعد ہی لفت رک گئی۔ نائیگر نے دروازہ کھولا اور وہ دونوں باہر آ گئے۔ یہ ایک رالمدی تھی جس کے اختتام پر بھی ایک دروازہ تھا اور اس دروازے کے سامنے مشین گنوں سے مسلح دو آدمی بڑے چوکنا انداز میں کھڑے تھے۔ ہمیشہ کہا تھا کہ

”رک جاؤ۔ کون ہوتم“..... ان میں سے ایک آدمی نے چیخ کر کہا لیکن دوسرے لمحے نائیگر کا باتحہ جیب سے باہر آیا اور اس کے ساتھ ہی ریٹ ریٹ کی آوازوں سے راہداری گونج انھی اور وہ دونوں مسلح آدمی چیختے ہوئے نیچے گرے اور پھر چند لمحے تراپنے کے بعد ساکت ہو گئے۔

”یہ دونوں ایسا کئے بغیر کسی صورت ہمیں دوسرا طرف نہ جانے دیتے“..... نائیگر نے کہا اور مشین پسل جیب میں ڈال کر اس نے مرنے والوں میں سے ایک کی مشین گن اٹھائی اور پھر اس نے دروازے کی سائید میں موجود بٹن پر لیس کر دیا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ دوسرا طرف نیچے ایک بڑا ہمال نظر آ رہا تھا جس میں جوئے کی کئی میزیں گئی ہوئی تھیں اور ان میزوں پر جو لوگ نظر آ رہے تھے ان کے لباس اور انداز سے ہی معلوم ہوتا تھا کہ ان کا

تعلق امراء طبقے سے ہے۔ شراب بھی ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ وہاں مشین گنوں سے مسلح دس ہمارہ افراد موجود تھے جو دروازہ کھلنے کی آوازن کر اوپر دیکھنے لگے تھے۔ دروازے کی دوسری طرف ایک پلیٹ فارم بنا ہوا تھا جس کی سائید سے سیرھیاں گھوم کر نیچے ہمال میں جا رہی تھیں اور پلیٹ فارم کے گرد اور سیرھیوں کی سائید میں لوہے کی ریلک موجود تھی۔

”کون ہوتم“..... اچاک ایک مسلح آدمی نے چیختے ہوئے کہا تو وہاں موجود پورے ہمال میں پھیلے ہوئے افراد کے ساتھ ساتھ میزوں پر موجود افراد نے بھی چونک کر سیرھیوں کی طرف دیکھا شروع کر دیا۔

”ہمیں کو برانے بلایا ہے“..... نائیگر نے بھی اوپری آواز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اس طرح اطمینان سے سیرھیاں اڑنے لگا چیسے وہ اپنے گھر کی سیرھیاں اتر رہا ہو۔ جوانا کا چہرہ اس آدمی کے اس طرح چیختے پر یکخت بگز گیا تھا لیکن پھر نائیگر کی بات سن کر وہ بھلی قدرے نارمل ہو گیا کیونکہ اسے خیال آ گیا تھا کہ پورے ہمال میں پھیلے ہوئے مسلح افراد کو بیک وقت بلاک نہیں کیا جا سکتا۔ وہ دونوں چونکہ ان افراد کی نسبت بلندی پر تھے اس لئے لازماً وہ جوابی حملے میں ہٹ ہو سکتے تھے اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں خیال آیا کہ صرف ماسٹر عمران ہی عقائد نہیں اس کا شاگرد نائیگر بھی اس کی طرح ہی موقع کی نزاکت کو فوری سمجھ کر اس کے

مطابق عمل کرنے کی ذہانت کا مالک ہے۔ اوہر کو برا کا نام سن کر مسلح افراد دوبارہ اپنے نارمل انداز میں ٹھیٹنے لگے۔

”یہ خفیہ گلی والا راستہ کیوں بند کر دیا ہے کورا نے“..... نائیگر نے نیچے ہال میں پہنچتے ہی ایک مسلح محافظ سے مخاطب ہو کر بڑے دوستائے لجھے میں کہا۔

”چیف کو معلوم ہو گا۔ وہ پابند تو نہیں ہے سب سو کچھ ہمیں بتانے کا“..... اس آدمی نے ایسے لجھے میں جواب دیا جیسے موہین چبا رہا ہو۔

”اے۔ کوبرے کی بات پر تمہیں اس قدر غصہ کیوں آ گیا۔ کیا نام ہے تمہارا“..... نائیگر نے کہا۔ اس کے لجھے میں یکخت جارحانہ پن آ گیا تھا۔

”جاو۔ جاؤ۔ میرے منہ نہ لگو۔ میرا نام ڈینی ہے ڈینی۔ ساتھ نے۔ جاؤ۔“..... اس آدمی نے اوپنجی آواز اور سخت لجھے میں کہا تو مسلح افراد تیزی سے ان کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ شاید اس بھڑکے کی وجہ چاننا چاہتے تھے۔

”تو تم کوبرے سے بھی زیادہ بڑے بدمعاش ہو۔ کیوں“..... نائیگر نے قدرے غصیلے لجھے میں کہا۔

”یہ ڈینی گرم دماغ ہے۔ چیف بھی اس کی گرم مزاجی کو جانتا ہے۔ ویسے یہ چیف کا سب سے قریبی ساتھی ہے۔ ہر مشکل میں کام کرنے والا“..... وہاں آ جانے والے مسلح افراد میں سے ایک

نے کہا۔

”کوبرا برداشت کرتا ہو گا لیکن میں نہیں برداشت کر سکتا۔ اوہر اور کوتم سنjalو۔ نہیں میں سنjalata ہوں“..... نائیگر نے دو قدم پیچھے پیچے ہوئے تیز لجھے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کی شیشیں گن نے گولیاں الگا شروع کر دیں اور وہاں اکٹھے ہونے والے مسلح افراد سنجلنے سے پہلے ہی اس طرح فرش پر گرتے چلے گئے جسے زہریلی دوا چھڑکنے سے کھیاں گرتی ہیں۔ ان کے شاید خواب میں بھی نہ تھا کہ یہ لوگ اس طرح انہیں اکٹھا کر کے ہلاک کر دیں گے۔ جو وہاں نہیں آئے تھے اور کچھ دور کھڑے تھے ان کی تعداد دو تھی جنہیں جوانا نے فائرنگ کر کے ختم کر دیا تھا۔ البتہ بے تھشا فائرنگ اور انسانی چیزوں کی وجہ سے جو لوگ جو اکھیل رہے تھے وہ بے اختیار چیختے ہوئے میزوں کے نیچے گھس گئے تھے۔

”ببردار۔ وہیں پڑے رہو۔ جو بھی باہر نکلے گا اسے اڑا دیا جائے گا“..... جوانا نے چیخ کر کہا جبکہ نائیگر نے اس وقت تک فائرنگ جاری رکھی۔ جب تک کہ تمام مسلح افراد حتی طور پر ختم نہیں ہو گئے اور پھر وہ دور تھا جو ایک طرف بنی ہوئی چھوٹی سی راہداری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ راہداری میں کوئی مسلح آدمی موجود نہ تھا۔ ظاہر ہے ہال میں اس قدر تعداد میں مسلح افراد کے بعد یہاں راہداری میں کسی مسلح آدمی کی ضرورت نہ کبھی گئی ہو گی۔ راہداری کے اختتام پر ایک دروازہ تھا جس پر سرخ رنگ کا بلب بلب رہا تھا۔

ٹائیگر نے مشین گن کی ہال بھاری دروازے کے کی ہول پر رکھی اور ٹریکر دبا دیا۔ اس کے ہاتھ کو خاصا زور دار جھکانا لگا لیکن اس کے ساتھ ہی لاک کے پر زے اڑ گئے۔ ٹائیگر نے دروازے پر لات ماری تو بھاری دروازہ ایک دھماکے سے کھلتا چلا گیا اور ٹائیگر اچھل کر اندر داخل ہو گیا۔ سامنے میز کی دوسری طرف ایک بھاری جسم کا آدمی کری کے اندر جیسے پھنسا ہوا بیٹھا تھا۔ اس کا سر گنجنا اور ناک طوطے کی طرح آگے سے مڑی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں ساپ کی آنکھوں جیسی چمک تھی۔ اس پر شدید حیرت کا اس قدر غلبہ تھا کہ وہ بت بنا بیٹھا تھا۔

ٹائیگر نے اندر داخل ہوتے ہی اس پر فائز کھونے کی بجائے میز کے کنارے کو پکڑ کر ایک زور دار جھکا دے کر کوبرا پر الٹا دی اور اس کے ساتھ ہی وہ اچھل کر سائیڈ پر ہو گیا۔ دوسرے لمبے میز واپس پلٹ کر سیدھی ہوئی اور اس کے ساتھ ہی کوبرے نے یکخت اٹھنے کی کوشش کی لیکن ٹائیگر نے یہ سارا کھیل کھیلا ہی اس لئے تھا کہ وہ کوبرے کے قریب پہنچ جائے۔ چنانچہ میز واپس سیدھی ہونے سے پہلے ہی ٹائیگر نے مشین گن کو نال سے پکڑ کر دستے کو سرے اوپر اٹھا لیا تھا۔ پھر جیسے ہی ٹائیگر کی توقع کے مطابق میز واپس ہوئی اور کوبرے نے اٹھنے کی کوشش کی ٹائیگر کے دونوں ہاتھ ایک بھنگے سے نیچے آئے اور مشین گن کا دستہ کوبرے کے سنبھلے سر پر پوری قوت سے پڑا تو کمرہ کوبرے کے حلق سے نکلنے والی چیز سے

گونج اٹھا اور وہ کری پڑی ذہیر ہو گیا۔ ٹائیگر نے ایک اور ضرب لگائی اور پھر اس نے مشین گن کو میز پر رکھا اور دونوں ہاتھوں سے اس نے بھاری جسامت کے کوبرے کو گھیٹ کر کری سے کھینچا اور ایک بھنگے سے اپنے کاندھے پر ڈال کر دوسرے ہاتھ سے مشین گن اٹھائی اور تیزی سے چتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ کوبرے کے دون کی وجہ سے اس سے تیزی سے چلانہ جا رہا تھا۔

”اسے سنجا لو جوانا۔ ہم نے سیزھیوں کے ذریعے ہو کر ہال سے ہوتے ہوئے باہر جانا ہے۔“..... ٹائیگر نے باہر آ کر کہا تو جوانا نے ٹائیگر کے کاندھے پر لدے ہوئے کوبرے کو ایک بھنگے سے کھینچ کر اپنے کاندھے پر ڈالا اور پھر وہ دونوں آگے چیچھے سیزھیاں چھتے ہوئے اور پہنچ گئے۔ جواء کھینے والے سب افراد ابھی تک سیزھیوں کے پیچے پڑے خوف سے کانپ رہے تھے جبکہ سب مسلح افراد کشمیر ہو چکے تھے اس لئے کسی نے کوئی مراحت نہ کی اور وہ دونوں دروازے سے گزر کر باہر والی گیلری میں پہنچ گئے جہاں دونوں مسلح افراد کی لاشیں ویسے ہی پڑی تھیں کیونکہ اس راستے کو جواء کھینے والے ہی اختیال کرتے تھے اس لئے وہاں کوئی نہ آیا تھا۔

”جو بھی مراحت کرے ازا دینا۔ ہم نے بہر حال اسے زندہ سلامت ماسٹر کے پاس پہنچانا ہے۔“..... جوانا نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ہم کو شش کریں گے کہ جب تک ہال میں موجود افراد سنبھلیں ہم یہاں سے نکل جائیں لیکن جو مراحت کرے گا اسے ہلاک ہونا پڑے گا۔"..... نائیگر نے کہا تو جوانا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ چند لمحوں بعد لفت جیسے ہی نیچے پہنچ کر رکی نائیگر نے دروازہ کھولا اور اس کے ساتھ ہی کوہرے کو کاندھے پر لادے جوانا تیزی سے باہر آیا اور پھر دوڑتا ہوا میں گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے پیچے پیچے نائیگر تھا۔ ہال میں موجود افراد میں سے پہنچ نے چونک کر ان کی طرف دیکھا جبکہ زیادہ تر پینے پلانے اور دیگر نازیبا حرکتوں میں مشغول رہے۔ کاؤنٹر پر موجود آدمیوں کو کوہرے کا چہرہ ہی نظر نہ آ رہا تھا کیونکہ جوانا نے کوہرے کو اس انداز میں کاندھے پر ڈالا ہوا تھا کہ اس کا چہرہ اس کے کاندھے اور گردن کے درمیان پھنسا ہوا تھا۔ البتہ جب وہ دونوں میں گیٹ تک پہنچے تو کاؤنٹر پر سے کسی نے چیخ کر انہیں رکنے کے لئے کہا اور اس کے اس انداز سے پہنچنے پر ہال بے اختیار چونک پڑا لیکن اس وقت تک نائیگر اور جوانا گیٹ کے پاس پہنچ پکے تھے۔

نائیگر میشن گن سنجالے گیٹ کی سائیڈ میں رک گیا جبکہ جوانا نے تیزی سے آگے بڑھ کر اپنی کار کا عقبی دروازہ کھولا اور کوہرے کو عقبی سیٹ پر پہنچ دیا۔ وہ سیٹ پر گر کر لڑھکتا ہوا عقبی سیٹوں کے درمیان خالی جگہ پر گر گیا جبکہ اسی لمحے دروازے سے دو آدمی تیزی سے باہر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں میشن پسل تھے کہ نائیگر

نے ہشین گن کا ٹریگر دہا دیا اور وہ دونوں پیچنے ہوئے پہلو کے بل زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔ اس دوران جوانا ڈرائیور گ سیٹ پر بینہ کر کار شارت کر چکا تھا۔ نائیگر دوڑتا ہوا کار کی طرف آیا اور بھل کی تیزی سے سائیڈ دروازہ کھول کر اچھل کر اندر بینہ گیا۔ جوانا نے کار کے اسکیلیٹر کو دہایا تو طاقتور انہیں کی کار کسی شیرنی کی طرح غراتی ہوئی ایک جھکے سے آگے بڑھی اور پھر بھل کی تیزی سے رفتار سے دوڑتی ہوئی کپاڈ گیٹ کو پار کرتی ہوئی باہر سڑک پر آئی اور پھر پائیں ہاتھ پر مزکر آگے بڑھتی چلی گئی۔

"اگلے چوک پر مجھے اتار دینا"..... نائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ماںک اتارنا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد وہ اپنے اصل چہرے میں موجود تھا۔ اس نے ماںک کو لپیٹ کر جیب میں قابل لیا۔ اسی لمحے چوک آجائے پر جوانا نے کار کی رفتار آہستہ کی اور پھر جسے ہی کار کی نائیگر نیچے اترتا اور اس نے کار کا دروازہ ایک جھکے سے بند کیا اور کار تیزی سے آگے بڑھی اور پھر دوڑتی ہوئی نائیگر کی نظروں سے غائب ہو گئی۔ نائیگر نے ایک طویل سانس لیا کیونکہ خفید راستہ بند ہونے کی وجہ سے کوہرے کو اس انداز سے نکال کر لے جانا واقعی انتہائی کٹھن مرحلہ تھا لیکن انہیں بہر حال اس کٹھن مرحلے سے گزرنا تھا کیونکہ عمران کا حکم یہی تھا اور اس کے حکم کی تعییل ضروری تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس پارکنگ تک پہنچ گیا جہاں اس کی کار موجود تھی۔

خاور نے کار فور شارز کے ہیڈ کوارٹر کے گیٹ پر روکی اور بھر مخصوص انداز میں تین بار ہارن بجایا تو چھوٹا گیٹ کھلا اور ہیڈ کوارٹر کا ملازم ہاشم باہر آ گیا۔

”اچھا جناب“..... ہاشم نے جواب دیا اور واپس مڑ کر اس نے چھوٹا گیٹ بند کیا اور چند لمحوں بعد بڑا گیٹ کھلتا چلا گیا تو خاور کار اندر لے گیا اور سائیڈ پر بنے ہوئے پورچ میں اس نے کار روک دی۔ پورچ خالی پڑا ہوا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ صدیقی ابھی تک نہ پہنچا تھا کیونکہ دونوں نے سینہ اسلم کو اٹھانے کے لئے اس کی رہائش گاہ پر ریڈ کرنا تھا۔ اس وقت ابھی دن طلوع ہوا ہی تھا اور انہیں معلوم تھا کہ اس وقت چوکیدار بھی سو گئے ہوں گے۔

”صدیقی صاحب کی کال تو نہیں آئی“..... خاور نے کار سے اتر کر قریب آتے ہوئے ہاشم سے کہا۔

”نہیں جناب“..... ہاشم نے جواب دیا تو خاور سر ہلاتا ہوا عمارت کی اندر ورنی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ہاشم اس کے پیچھے تھا۔ ”ہات کافی تو بنا لاؤ ہاشم“..... خاور نے مینگ روم میں داخل ہوتے ہوئے اپنے پیچھے آنے والے ہاشم سے کہا۔

”جی صاحب“..... ہاشم نے کہا اور مڑ کر کچن کی طرف بڑھ گیا۔ خاور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دری بعد ہاشم نے کافی کی پیالی لا کر اس کے سامنے رکھ دی اور مڑ کر باہر چلا گیا تو خاور نے پیال اٹھا کر ہونوں سے لگا لی۔ اس کے ذہن میں بار بار یہی خیال ابھر رہا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ سینہ اسلم اس بلیک بزن سے متعلق نہ ہو کیونکہ ظہیر الدین نے جس انداز میں اس کے بارے میں بات کی تھی اس سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ جو کچھ صدیقی سمجھ رہا ہے فیساں ہے کیونکہ ظہیر الدین ایک لحاظ سے اندر کا آدمی تھا جبکہ صدیقی صرف اندازہ ہی لگا رہا تھا۔ وہ کافی پیٹتے ہوئے اسی پوائنٹ پر سوچ رہا تھا کہ دور سے اسے کار کے ہارن کی آواز سنائی دی تو وہ سمجھ گیا کہ صدیقی پہنچ گیا ہے اور پھر تھوڑی دری بعد صدیقی اندر داخل ہوا تو خاور انہ کھڑا ہوا۔ رکی سلام دعا کے بعد صدیقی نے ہاشم کو اپنے لئے بھی کافی نانے کا کہہ دیا۔

”کس پوائنٹ پر اس قدر ڈوب کر سوچ رہے ہو“..... صدیقی نے کہا تو خاور چوک پڑا۔

”تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں کچھ سوچ رہا ہوں“..... خاور نے

ڈسٹری بیوڑ اور ڈسٹری بیوڑ سے میں ڈسٹری بیوڑ اور میں ڈسٹری بیوڑ سے وہ کارخانہ جہاں گولڈن کالوک تیار ہو کر سپلائی کی جاتی ہے اور پھر اس کارخانے کے مالکان اور پھر بڑے لوگ سامنے آئیں گے۔..... صدیقی نے کہا۔

”نہیں۔ پہلے ہی قدم پر وہ سب الٹ ہو جائیں گے۔ وہ اس معاملے میں اس قدر حساس ہیں کہ ہمارے قدو مقامت دیکھ کر ہی الٹ ہو گئے ہیں۔ متعلقہ آدمی کے انہوں کے بعد تو سب کچھ سیست کر غائب کر دیا جائے گا اور اگر ایسا نہ ہو تب بھی یہ بے حد طویل لاجھ عمل ہے۔..... خاور نے کہا۔

”پھر تم بتاؤ کہ شارت کث کیا ہو سکتا ہے۔..... صدیقی نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”شارٹ کث تو سینھ اسلم والا ہی ہے لیکن پھر اسے بلاک کرنا پڑے گا۔ معلومات لے کر اسے زندہ واپس نہیں کیا جا سکتا اور اس کے انہوں کی خبر فوراً ہی سب تک پہنچ جائے گی اور سب لوگ ذرا ہو جائیں گے۔ کارروائی کا روپار سیست لیا جائے گا اور پھر ہم کب تک اندر ہیرے میں لکھیں مارتے رہیں گے اور جب ۲۰ خاموش ہو جائیں گے تو یہ کارروائی دوبارہ شروع ہو جائے گا۔..... خاور نے کہا۔

”یہ سب ٹھیک ہے خاور۔ لیکن اب ہم کریں کیا۔ بہر حال اس پر کام تو کرنا ہی ہے۔..... صدیقی نے کہا۔

حیرت بھرے لجھے میں کہا تو صدیقی بے اختیار نہ پڑا۔ ”تمہارا چیرہ بتا رہا ہے۔..... صدیقی نے کہا تو خاور بھی نہ پڑا اور پھر اس نے سینھ اسلم کے بارے میں وہ سب کچھ بتا دیا جو اس نے سوچا تھا۔

”بات تو تمہاری ٹھیک ہے۔ میرا بھی اندازہ یہی ہے لیکن اگر سینھ اسلم کا کوئی تعلق نہ ہوتا تو فیرود خان کو فرانک پر یہ مشورہ نہ دیا جاتا کہ وہ سینھ اسلم کو بتا دے اور بے فکر ہو جائے۔

”تمہاری بات درست ہے لیکن اتنی اوپنجی سماجی شخصیت پر بغیر کسی ثبوت کے ہاتھ ذالنا اچھا نہیں لگتا۔ اس طرح وہ الثانی مظہوم بن کر لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کر سکتا ہے اس لئے پہلے ہمیں اس کے خلاف ثبوت حاصل کرنے چاہئیں۔ پھر اس پر ہاتھ ذالنا چاہئے۔..... خاور نے کہا۔

”یہ تو آخری مرحلہ ہوتا ہے۔ ابھی تو ہمیں اس برنس کی الف بے کا بھی پتہ نہیں چلا۔ ثبوت کہاں سے آئیں گے۔ پھر ہم دوسرا کارروائی کر لیتے ہیں۔..... صدیقی نے کہا تو اسی لمحے ہاشم نے کافی کی پیالی لا کر صدیقی کے سامنے رکھ دی اور مزکر باہر چلا گیا۔

”دوسرا کارروائی کیا ہے۔..... خاور نے کہا۔

”پہلے ایک ایسا آدمی علاش کرتے ہیں جو گولڈن کالوک استعمال کرتا ہو۔ اس سے اس دکان یا اس آدمی کا پتہ لگایا جائے گا جو اسے پرچون میں فروخت کرتا ہے۔ پھر اس پرچون فروش سے

”میرا خیال ہے کہ سینہ اسلم کی بجائے اس کے سیکرٹری کو اخالی جائے۔ ایسے لوگ اپنے بس کے راز دار ہوتے ہیں اور انہیں سب کچھ معلوم ہوتا ہے۔ اس کے غائب ہونے سے معاملات زیادہ بگزیں گے بھی نہیں۔“..... خاور نے کہا۔

”اس کے سیکرٹری کا پتہ کیسے چلایا جائے۔“..... صدیقی نے کہا تو خاور نے ہاتھ بڑھا کر سامنے پڑے ہوئے فون کارسیور اخالیا اور انکواڑی کے نمبر پر لیس کر دیئے۔

”انکواڑی پلیز۔“..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوائی آواز سنائی دی۔

”سینہ میڈیسن کارپوریشن کا نمبر دیں۔“..... خاور نے کہا تو دوسری طرف سے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد نمبر بتا دیا گیا تو خاور نے کریڈل دبا دیا۔

”اس وقت تو سب بند ہو گا۔ ایسے آفسر دس گیارہ بجے کے بعد ہی کھلتے ہیں۔“..... صدیقی نے کہا۔

”چوکیدار موجود ہوتا ہے اور فون تک اس کی رسائی ہوتی ہے تاکہ آنے والی کال کا جواب دے سکے۔“..... خاور نے نمبر پر لیس کرتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی آخر میں اس نے لاڈر کا بٹن بھی پرس کر دیا تو دوسری طرف سے لگھنی بجتنے کی آواز سنائی دی۔ کچھ دیر تک لگھنی بجتی رہی اور پھر رسیور اخالیا گیا۔

”جی صاحب۔“..... ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔ لبجے میں بلکہ

سا اکھر پن تھا۔

”سینہ میڈیسن کارپوریشن سے بول رہے ہیں۔“..... خاور نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ دفتر تو بند ہے صاحب۔ میں چوکیدار ہوں کریم خان۔ دفتر چار گھنٹے بعد کھلے گا جی۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”سینہ صاحب کے سیکرٹری کا فون نمبر معلوم ہے۔ میں گریٹ لینڈ سے بول رہا ہوں۔ ان سے انتہائی ضروری اور ایک رخصی کام ہے۔ دیر ہونے کی صورت میں سینہ صاحب کا بڑا نقصان ہو جائے گا۔“..... خاور نے کہا۔

”سیکرٹری محظوظ علی کا پوچھ رہے ہیں آپ۔“..... کریم خان نے کہا۔

”ہاں۔“..... خاور نے جواب دیا۔

”دو گرین ناؤن کی کوئی نمبر آٹھ بی میں رہتے ہیں جناب۔ میں پہلے اللہ کے گھر پر چوکیداری کرتا رہا ہوں لیکن نمبر کا مجھے علم نہیں ہے۔“..... کریم خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پھر تو مجبوری ہے۔ پھر تو دس گیارہ بجے ہی بات ہو سکتی ہے۔ شکریہ۔“..... خاور نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ ہمیں سینہ اسلم کی بجائے محظوظ علی کو اخالیا ہو گا۔“..... صدیقی نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن ہم تو اسے پہچانتے ہی نہیں ہیں۔ پھر کیسے ہو گا یہ۔“

سب"..... خاور نے کہا۔

"تم چلو تو سکی۔ مگر کا سر برداہ اپنے انداز سے اسی پہچانا جاتا ہے"..... صدیقی نے جواب دیا۔

"اس کے مگر پر بے ہوش کرنے والی گیس فائز کرنا پڑے گی کیونکہ گرین ناؤن بے حد گنجان آبادی ہے"..... خاور نے کہا۔

"چلو ایسا ہی کر لیں گے"..... صدیقی نے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر صدیقی اٹھ کر اندر وہی کمرے کی طرف بڑھ گیا تاکہ الماری سے گیس پبلل اٹھا کر لے آئے تکہ خاور اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں

صدیقی کی کار میں بینچے کر گرین ناؤن کی طرف بڑھے چلے جا رہے

۔ شخچ۔ چھٹ کا وقت ہونے کی وجہ سے سڑک پر ٹریک تقریباً نہ ہونے پر امداد تھی۔ تقریباً چھپس منٹ کی ڈرائیورنگ کے بعد کار گرین ناؤن میں داخل ہوئی اور پھر مختلف سڑکوں پر گھومتی ہوئی وہ بی ایسا

میں داخل ہو گئی۔ کوئی نمبر آٹھ درمیانے درجے کی کوئی تھی۔ اس کا چھائیک بند تھا۔ صدیقی نے کار آگے بڑھائی اور پھر کچھ فاصلے پر

پارکنگ کے لئے مخصوص جگہ پر اس نے کار کو موڑا اور پھر اسے روک دیا۔ پارکنگ خالی پڑی تھی۔ کار لاک کر کے وہ دونوں سڑک

کراس کر کے کوئی کی سایہ نہ روز پر آگے بڑھنے لگے۔ کوئی کی چار دیواری نہ زیادہ اوپنجی تھی اور نہ ہی بہت چھوٹی۔ یہ سڑک بھی

خالی تھی۔ صدیقی نے جیب سے گیس پبلل نکالا اور اس کا رخ کوئی

تی طرف کر کے اس نے ٹریکر دبا دیا تو پبلل کی نال سے کپسول بکھر کر کوئی کے اندر جا گرا۔ صدیقی نے دو کپسول فائز کر کے پبلل کو دوبارہ جیب میں رکھا اور ایک بار پھر وہ دونوں آگے بڑھنے لگے۔ کوئی کے عقب میں کوئی گلی یا سڑک نہ تھی بلکہ عقبی کوئی کی دیوار اس کوئی کے ساتھ مشترک تھی۔

"اب سایہ سے ہی اندر جایا جا سکتا ہے"..... صدیقی نے کہا۔

"تم یہاں خیال رکھو میں اندر جاتا ہوں۔ پھر میں چھائیک کھول دوں گا تم اندر آ جانا"..... خاور نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ گیس کے اثرات اب تک ختم ہو چکے ہوں گے۔ پھر بھی احتیاط کرنا"..... صدیقی نے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر خاور آگے بڑھا اور دیوار کے قریب رک کر اس کا جسم لکھنگت اور کو اچھلا اور اس کے دونوں ہاتھ دیوار پر ایک لمحے کے لئے چڑھے اور دوسرا لمحے خاور کا جسم ہوا میں اختا چلا گیا۔ پلک جھکنے میں اس کے پیور دیوار پر رکے اور پھر وہ اندر کو دیا۔ ہلکا سا دھماکہ ہوا اور پھر خاموشی چھا گئی۔ صدیقی نے ایک طویل سائنس لیا اور پھر وہ سڑک کی طرف مڑ گیا۔ کوئی کے کونے سے مڑ کر وہ چھائیک کے سامنے پہنچا ہی تھا کہ چھوٹا چھائیک کھلا اور خاور دھماکہ دیا۔

"آ جاؤ۔ سب اوکے ہے"..... خاور نے سایہ سے پر ہوتے ہوئے کہا تو صدیقی اندر داخل ہوا اور خاور نے چھائیک بند کر دیا۔ پھر ان

دونوں نے پوری کوئھی کی تلاشی لی لیکن کوئھی میں ایک عورت، ایک لڑکی اور ایک ملازم نما آدمی موجود تھا جبکہ ایک آدمی آفس نما کرے کی کری پڑھلکا ہوا تھا۔ اس کے سامنے فون پڑا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ فون کے رسیور پر اس طرح رکھا ہوا تھا جیسے وہ رسیور اٹھاتے اٹھاتے رک گیا ہو۔ اسے دیکھنے لیکن صدیقی اور خاور دونوں بجھے گئے کہ یہی سیکرٹری محظوظ ملی ہے۔

”اس سے یہیں پوچھ چکھ کیوں نہ کر لی جائے۔“ صدیقی نے کہا۔

”نہیں۔ صحیح ہو چکی ہے۔ لوگ آنا جانا شروع ہو جائیں گے۔“
فون بھی نجح سکتا ہے۔ میں کار اندر لے آتا ہوں۔ اسے اٹھا کر ہینڈ کوارٹر لے چلتے ہیں۔ پھر وہاں اطمینان سے اور تفصیل سے بات ہو گی۔“ خاور نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ بے ہوش پڑے ہوئے سیکرٹری کو اٹھا کر کار کی عقبی سیٹوں کے درمیان ڈال کر ہینڈ کوارٹر لے آئے۔ یہاں ان دونوں نے تہہ خانے میں بننے ہوئے ٹارچنگ روم میں موجود راؤز والی کرسیوں میں سے ایک پر سیکرٹری کو ڈالا اور راؤز میں جکڑ دیا۔ پھر صدیقی نے جیب سے ایک چھوٹی سی بوٹی نکالی، اس کا ڈھلن ہٹا کر اس نے بوٹی کا دہانہ سیکرٹری کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے بوٹی ہٹائی، اس کا ڈھلن لگایا اور اسے واپس جیب میں ڈال لیا۔

”خاور۔ تم اسے ڈرانے کے لئے ایک کوڑا ہاتھ میں لے لو۔ یہ فیلڈ کا آدمی نہیں ہے اس لئے صرف کوڑا دیکھ کر اور اس کے پیشے کی آواز سن کر ہی یہ سب کچھ بتا دے گا۔“ صدیقی نے خاور سے خاطب ہو کر کہا۔

”پہلے یہ بتاؤ کہ اسے زندہ چھوڑنا ہے یا نہیں۔“ خاور نے پوچھا۔

”اس سے صرف معلومات حاصل کرنی ہیں۔ اسے مار کر ہمیں کیا ملے گا۔“ صدیقی نے کہا۔

”تو پھر ہم دونوں ماسک میک اپ کر لیں۔ آؤ۔“ خاور نے کہا تو صدیقی نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ دونوں ٹارچنگ روم سے نکل کر اوپر ایک کرے میں آ گئے۔ وہاں ایک الماری سے انہوں نے ماسک میک اپ کا کرشن نکالا اور اسے کھول کر اس میں سے واپسے ماسک نکالے جنہیں لگا کر وہ زیر زمین دنیا کے ہر معاشر دکھائی دے سکتے تھے اور پھر واقعی ایسا ہی ہوا۔ وہ ایک دوسرے کے چہرے دیکھ کر بے اختیار بھس پڑے۔

”محبوب علی تم کھا کر بھی یہی کہے گا کہ اس سے پوچھ چکھ دو بدمعاشوں نے کی ہے۔“ صدیقی نے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ماسک میک اپ ایڈ جسٹ کر کے وہ دونوں واپس ٹارچنگ روم میں آئے تو سیکرٹری محظوظ ملی بھوش میں آنے کے عمل سے گزر رہا تھا۔ خاور نے کونے میں موجود الماری سے ایک بڑا کوڑا

نکالا اور اسے جھاتا ہوا واپس آ کر سیکرٹری محبوب علی کے قریب بڑے چار جانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

”یہ۔ یہ کیا۔ یہ کیا۔ مم۔ مم۔ میں کہاں ہو۔ یہ۔ ہے۔ کون ہوتی“۔ محبوب علی کی حالت خوف اور تعجب سے انہی نژاد بہ رہی تھی۔

”تمہارا نام محبوب علی ہے اور تم سینہ اٹھ کر سیکرٹری ہو۔“ صدیقی نے بدمعاشوں کے سے انداز اور لبھے میں کہا۔

”ہاں۔ ہاں۔ مم۔ مم۔ مگر تم کون ہو۔ مم۔ مم۔ میں کہاں ہو۔“ میں تو اپنے کمرے میں آج کا کام دیکھ رہا تھا کہ میرا سر چکر لایا اور پھر یہاں میری آنکھ کھلی ہے۔ میں نے میا قصور کیا ہے۔“۔ محبوب علی نے رو دینے والے لبھے میں کہا۔

”تمہارے صاحب سینہ اسلم نے گولڈن کولوک کے سودے میں ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ ہم سے رقم لے کر ہمیں مال نہیں دیا۔ ہم نے وہ مال لینا ہے اور سنو۔ ابھی ہم صرف باشیں کر رہے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ تمہارا کوئی قصور نہیں ہے لیکن اگر تم نے ہمارے سوالوں کے سچے جواب نہ دیئے تو پھر یہ کوڑا دیکھ رہے ہو۔ تمہارے جسم کا ایک ایک ریشمہ علیحدہ کر دیا جائے گا۔“۔ صدیقی نے اسی طرح بدمعاشوں کے سے انداز میں کہا۔

”گولڈن کولوک۔ مگر میرا اس سے کیا تعلق۔ سینہ اسلم اپنے طور پر یہ کام کرتا ہے۔ میرا تعلق تو میدیسین سے ہے۔ تم نے مجھے کیوں

کہرا ہے۔ سینہ اسلم تمہارا قصور دار ہے۔ تم اسے کچڑا“۔ اس بار محبوب علی نے تدرے سنجھتے ہوئے لبھے میں کہا۔

”گولڈن کولوک کے بارے میں جو کچھ جانتے ہو وہ بتا دو۔ ہمیں معلوم ہے کہ تم سب کچھ جانتے ہو۔“۔ صدیقی نے کہا۔

”وہ تو سینہ اسلم کا علیحدہ اور خفیہ برسی ہے۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔“۔ محبوب علی نے صاف جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹوٹی۔ اس پر اس وقت تک کوڑے برساؤ جب تک یہ سچا نہ ہوں دے لیکن اسے مرتا نہیں چاہئے۔“۔ صدیقی نے دھاڑتے ہوئے لبھے میں کہا تو خاور نے کوڑے کو فضا میں خوفناک انداز میں ٹھیکایا اور اس کے ساتھ ہی شرماپ کی آواز کے ساتھ ہی کمرہ محبوب کی کرداک جخ سے گونج اٹھا۔

”امست مارو۔ میں بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔“۔ محبوب علی نے یکختن پیختنے ہوئے کہا حالانکہ خاور نے دانستہ کوڑا اس انداز میں مارا تھا کہ اس کے جسم کو صرف ضرب آئے۔ وہ زخمی نہ ہو لیکن محبوب علی کے لئے ایسا کافی رہا تھا۔

”بتاؤ ورنہ۔“۔ صدیقی نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

”پپ۔ پپ۔ پانی پلاو۔ مجھے۔ بتاتا ہوں۔ پہلے مجھے پانی پلاو۔“۔ محبوب علی نے کری پر پہن کئے کے سے انداز میں کہا۔ ”پہلے بتاؤ ورنہ۔“۔ صدیقی نے بے رحم لبھے میں کہا۔

اھالیا۔

”فریڈرک کہاں رہتا ہے۔ کون ہے وہ۔ اس کے بارے میں تفصیل بتاؤ۔“.... صدیقی نے کہا۔

”مجھے نہیں معلوم۔ میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔ سینہہ الہم نے اس سے بات کرنے کے لئے علیحدہ فون رکھا ہوا ہے۔ وہ کبھی آفس نہیں آیا۔“.... محوب علی نے کہا۔

”ٹوٹی۔ میرا خیال ہے کہ اسے نار کھانے میں لطف آتا ہے۔“.... صدیقی نے کہا تو خاور نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کوڑے کوفضا میں خوفناک انداز میں چھٹایا۔

”ہب۔ ہب۔ بتاتا ہوں۔ مت مارو۔ بتاتا ہوں۔“.... محوب علی نے یکخت خوفزدہ ہو کر ہڈیاں انداز میں کہا۔

”بولو۔ درست اس بارہ پانی ملے گا اور نہ ہی ٹوٹی کا ہاتھ رکے گا۔ بولو۔ سب کچھ بتاؤ۔“.... صدیقی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”فریڈرک کا تعلق کسی کلب سے ہے۔ وہ ایک بار سینہہ الہم سے ملنے آیا تھا تو مجھے آفس کے کسی آدمی نے بتایا تھا کہ اس کا کوئی کلب ہے۔ ایرو یا ریڈ ایرو۔ ایسا ہی نام تھا۔“.... محوب علی نے جواب دیا۔

”درست نام بتاؤ درست۔“.... صدیقی نے اس کی بات کانتے ہوئے کہا تو خاور نے ایک بار پھر کوڑے کوفضا میں چھٹایا۔

”ہاں۔ ہاں۔ مجھے یاد آ گیا ہے۔ ریڈ ایرو کلب کا نام ہے۔“

میں نے کبھی نہیں دیکھا۔“.... محوب علی نے فوراً جواب دیا۔

”اس کا حلیہ کیا ہے۔“.... صدیقی نے پوچھا تو محوب علی نے جلدی جلدی حلیہ اور قد و قامت کے پارے میں بتانا شروع کر دیا۔

”گولڈن کولوک کا شاک کہاں رکھا جاتا ہے۔“.... صدیقی نے پوچھا۔

”مجھے واقعی معلوم نہیں ہے۔ اسے بے حد خفیہ رکھا جاتا ہے۔ تم یقین کرو میں درست کہہ رہا ہوں۔“.... محوب علی نے جلدی جلدی پوچھتے ہوئے کہا تو صدیقی کو یقین آ گیا کہ اس بارہ واقعی بیوں رہا ہے۔

”فریڈرک کا فون نمبر معلوم ہے تمہیں۔“.... خاور نے پوچھا۔ ”نہیں۔ میرے ذریعے اس سے کبھی بات نہیں ہوئی۔ میں نے بتایا ہے کہ اس کے لئے سینہہ نے علیحدہ پیش فون رکھا ہوا ہے۔“.... محوب علی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ماڑی کے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا۔“.... صدیقی نے پوچھا۔

”ایک بار میں آفس میں تھا تو سینہہ الہم کسی سے بات کر رہا تھا۔ اس نے خود کہا تھا کہ ماڑی سے تو سپلائی بھجوائی جا چکی ہے۔ پھر یہاں کیوں نہیں بچھی اور اس نے جی کے کا نام بھی لیا تھا۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ گولڈن کولوک کی سپلائی ماڑی سے ہوتی ہے۔“.... محوب علی نے جواب دیا۔

”لیکن تم نے کہا ہے کہ ایک کارخانے میں گولڈن کولک تیار ہوتا ہے اور دوسرے کارخانے میں اس کی پیلینگ ہوتی ہے۔ اس بات کا علم تمہیں کہنے ہو گیا۔“..... صدیقی نے کہا۔

”یہ بھی اسی پیش فون پر بات کرتے ہوئے سینہ اسلم نے خود بھی سے پوچھا تھا کہ کیا مال پیلینگ کارخانے میں پہنچ گیا ہے یا نہیں۔ میں سینہ کے آفس میں جا رہا تھا لیکن فون سن کر میں وہیں رک گیا تھا۔ پھر جب بات ختم ہو گئی تو میں اندر گیا تھا۔“..... محوب علی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ تم نے چونکہ مجھ بولا ہے اس لئے ہم تمہیں زندہ چھوڑ سمجھے ہیں لیکن اگر تم نے ہمارے بارے میں یا اپنے انہوں کے بارے میں سینہ اسلم یا کسی اور کو کچھ بتایا تو وہ لوگ تمہیں خود ہی ملک کر دیں گے۔“..... صدیقی نے کہا اور کری سے اٹھ کر وہ راڑز میں جلاجے ہوئے محوب علی کی طرف بڑھا۔ صدیقی کی بات سن کر محوب علی کی آنکھوں میں چمکی آگئی لیکن دوسرے لمحے صدیقی کا بازو دھکھا اور ان کی مژی ہوتی انگلی کا کہ پوری قوت سے محوب علی کی کپٹی پر پڑا اور ان کے حلقو سے نظہنے والی جیخ سے کمرہ گونج لھا لیکن ایک ہی ضرب اسے بے ہوش کرنے کے لئے کافی ثابت ہوئی۔

”اسے یہاں سے دور کہیں ڈال آؤ۔ خود ہی ہوش میں آ کر لپٹے گھر پہنچ جائے گا۔“..... صدیقی نے کری کے عقب میں جا کر

”گولڈن کولک پاکیشیا کے شہر ماڑی میں ہتا ہے۔ وہاں کسی کارخانے میں اسے بنایا جاتا ہے اور کسی اور کارخانے میں اسے پیک کیا جاتا ہے۔ سینہ اسلم نے اس سارے کام کے لئے علیحدہ کہیں سیٹ اپ بنا رکھا ہے۔ وہ دارالحکومت میں ذرگ کا مین ذمتری بیوڑ ہے۔ اس کا سارا سیٹ اپ مسجدہ ہے۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ اس کام کا انچارج کوئی فریدرک چے اور اس کے تحت پورا نیٹ درک ہے۔ فریدرک کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ بدمعاشوں کے کسی بڑے گروپ کا سر غنہ ہے اور جو بھی اس کا دربار کے مقابلے پر آتا ہے اسے مردا دیا جاتا ہے۔ بس مجھے اتنا ہی معلوم ہے۔ مجھے پانی پلااؤ۔ میرا دل ڈوب رہا ہے۔“..... محوب علی نے بولتے بولتے دھمے لبھے میں کہا۔

”اسے پانی پلااؤ۔“..... صدیقی نے خاور سے کہا تو خاور سر ہلاتا ہوا الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری سے پانی کی بوالی نکالی اور واپس آ کر بوالی کا ڈھکن ہٹا کر ایک ہاتھ سے محوب علی کا سر پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے بوالی کا دہانہ اس کے منہ سے لگا دیا کیونکہ محوب علی کی گردن لٹکی ہوتی تھی۔ پانی کے دو گھونٹ جیسے ہی اس کے حلقو سے نیچے اترے تو وہ یکخت سیدھا ہو گیا اور پھر وہ اس طرح غناخت پانی پینے لگا جیسے صدیوں کا پیاسا ہوا۔ جب آدمی سے زیادہ بوالی اس کے حلقو سے نیچے اتر گئی تو خاور نے بوالی ہٹائی اور اسے ڈھکن لگا کر ایک طرف رکھا اور پھر فرش پر پڑا کوزا

جیا تو صدیقی نے بے اختیار ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

”کیا اس محبوب علی نے دانستہ غلط نام بتایا ہے یا یہ فریڈرک کا کوئی پچکر ہے؟..... صدیقی نے بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر ایک خیال کے آتے ہی اس نے رسیور اٹھایا اور نائیگر کے نمبر پر پیس کرنے شروع کر دیئے۔ اسے معلوم تھا کہ ابھی نائیگر اپنے کمرے میں ہی ہو گا کیونکہ وہ دیر سے کمرے سے لفٹا ہے۔ کچھ دیر تک انکوازی کے نمبر پر پیس کرنے شروع کر دیئے۔

”میں..... نائیگر کی آواز سنائی دی۔

”صدیقی بول رہا ہوں نائیگر۔..... صدیقی نے کہا۔

”اوہ۔ آپ نے فون کیا ہے۔ فرمائیے۔..... نائیگر نے چونکتے لمحے میں کہا۔

”رینے ایرو کلب کا چیف فریڈرک نامی بتایا گیا ہے لیکن وہاں میں نے فون کیا تو وہاں سے بتایا گیا کہ چیف کا نام کارپس ہے۔ یہ کیا پچکر ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ فریڈرک کہاں ہوتا ہے۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

”آج سے دو سال پہلے رینے ایرو کلب کا مالک اور جزل منیر فریڈرک تھا لیکن پھر اس نے کلب فروخت کر دیا۔ تب سے کارپس اس کلب کا مالک اور جزل منیر ہے۔ آپ فریڈرک کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں؟..... نائیگر نے کہا۔

میں پریس کر کے راڑز کھولتے ہوئے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلایا اور آگے بڑھ کر اس نے کری پڑھلکے ہوئے محبوب علی کو انداز کر کاہنے ہے پر لا دا اور نارچنگ روم سے باہر نکل گیا۔ صدیقی اس کے پیچھے تھا۔ نارچنگ روم سے باہر آ کر خاور تو آگے صحن کی طرف بڑھ گیا جبکہ صدیقی اس کمرے میں آ گیا جسے آفس کے انداز میں سجا یا گیا تھا۔ اس نے سر اور چہرے پر چڑھا ہوا ماسک اتار کر توکری میں پھینکا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا اور انکوازی کے نمبر پر پیس کرنے شروع کر دیئے۔

”میں۔ انکوازی پلیز۔..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوان آواز سنائی دی۔

”رینے ایرو کلب کا نمبر دیں۔..... صدیقی نے کہا تو چند لمحوں کی خاموشی کے بعد نمبر بتا دیا گیا۔ صدیقی نے کریڈل دبایا اور پھر فون آنے پر اس نے انکوازی آپ پیر کے بتائے ہوئے نمبر پر پیس کرنے شروع کر دیئے۔

”رینے ایرو کلب۔..... ایک سخت سی مردانہ آواز سنائی دی۔

”فریڈرک سے بات کرو۔ چیف فریڈرک سے۔ میں ہنری بول رہا ہوں گریٹ لینڈ سے۔..... صدیقی نے گریٹ لینڈ کی زبان اور لمحے میں کہا۔

”یہاں کوئی فریڈرک چیف نہیں ہے۔ چیف کا نام کارپس ہے۔..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو۔

”فورسٹارز ایک جعلی اور زہریلی دوا گولڈن کولوک کے کیس پر کام کر رہی ہے۔ اس کی انگوائری میں فریدرک کا نام لیا گیا ہے کہ اس کا نیٹ ورک یہاں پھیلا ہوا ہے اور وہ ریڈ ایرہ کلب کا چیف ہے۔“ صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”فریدرک تو وہی تھا اور تو اس نام کا کوئی آڈی اس وقت اندر ولڈ میں سامنے نہیں آیا۔ البتہ میں معلوم کرنے والوں کا کہ فریدرک پاکیشیا سے باہر چلا گیا ہے یا ابھی تک یہیں رہے۔“ نائیگر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ معلوم ہو جائے تو سیل فون پر مجھے تاہمیہ۔“ صدیقی نے کہا۔

”اوکے۔“ دوسری طرف سے کہا گیا تو صدیقی نے رسیور رکھ دیا۔ اسی لمحے خاور اندر داخل ہوا۔ وہ ماسک اتار چکا تھا۔

”کہاں چھوڑ آئے ہو اسے۔“ صدیقی نے پوچھا۔

”میپل پارک میں ڈال آیا ہوں۔ وہاں سے وہ آسانی سے اپنے گھر چلا جائے گا۔ اب کیا کرنا ہے۔ اس فریدرک کو کلب سے اٹھا لائیں۔“ خاور نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو صدیقی نے اسے ریڈ ایرہ کلب فون کرنے سے لے کر نائیگر سے ہونے والی بات چیت متعلق تاریخ۔

”عجیب کیس ہے۔ جس طرف بھی جاؤ آگے راستہ بند ہوتا ہے۔“ خاور نے کہا۔

”ہاں۔ بڑے منظم طریقے سے کام ہو رہا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ نائیگر اس فریدرک کو ڈھونڈ نکالے گا جو اس گولڈن کولوک کے بوس میں ملوث ہے۔“ صدیقی نے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

رانا ہاؤس کے بلیک روم میں ماشر فریڈ اور روبر جنپیل عمران اپنے تعاقب میں پا کر بے ہوش کر کے اٹھا لایا تھا اور پھر ماشر ریڈ کے ہتھ پر کہ وہ بلیک کوبرا لکب کے چیف کوبرا کے آدی ہیں، اب ساتھ والی کرتی پر کوبرا بے ہوشی کے عالم میں موجود تھا۔ اسے نائیگر اور جوانا لکب سے اٹھا لائے تھے۔ نائیگر تو وہیں سے ہی چلا گیا تھا جبکہ جوانا اسے رانا ہاؤس لے آیا تھا اور جوانا نے اسے اٹھا کر لے آنے کی جو تفصیل بتائی تھی اس پر عمران نے اسے شباباش دی تھی۔ ان دونوں نے واقعی انتہائی بہادری اور حوصلے کا مظاہرہ کیا تھا۔

”اے ہوس تیر لے آؤ“..... عمران نے کہا تو جوانا آگے بڑا دراس۔ دون ہاتھوں سے اس کی ناک اور منہ بند کر دیا۔ جنڈ نہیں۔ بد ویرا کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع

ہو گئے تو جوانا نے ہاتھ اٹھائے اور چیچھے ہٹ کر عمران کی کرسی کے پچھے کھڑا ہو گیا۔ دوسری طرف جوزف موجود تھا۔ ماشر فریڈ کو پہلے ہی بے ہوش کر دیا گیا تھا جبکہ روبر کو بھی درمیان میں ہوش آنے کا تھا لیکن جوزف نے اس کے سر پر چوت لگا کر اسے دوبارہ بے ہوش کر دیا تھا۔

”یہ۔ یہ۔ کیا مطلب۔ یہ کون سی جگہ ہے۔ میں تو اپنے آفس میں تھا۔ اودہ۔ اودہ۔ یہ آدمی بھی وہاں آیا تھا۔ یہ سب کیا ہے۔“
ہوش میں آتے ہی کوبرا نے اٹھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔
”تم نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا ہے۔ ماشر فریڈ اور روبر کو۔“
عمران نے کہا۔

”یہ کون ہیں۔ میں تو انہیں نہیں جانتا اور تم کون ہو۔ میں کہاں ہوں۔“..... کوبرا نے اس بار سنبھلے ہوئے لجھے میں کہا۔
”تم نے انہیں علی عمران کو ہلاک کرنے کا نارگش دیا تھا۔ میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ذی ایس سی (آکسن) ہے۔ یہ دونوں تمہارے ساتھ موجود ہیں اور تمہیں میرے دو ساتھیوں نے تمہارے لکب کے اندر سے اٹھایا ہے اور یہاں لے آئے ہیں۔ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ تم اس وقت کہاں موجود ہو۔“..... عمران نے سرد لجھے میں کہا تو کوبرا نے بے اختیار ہونٹ سنجھ لئے۔

”تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ بولو۔“..... چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کوبرا نے کہا۔

”تمہیں کس نے میرے قتل کا ناسک دیا تھا؟“..... عمران نے پوچھا۔

”میں مر تو سکتا ہوں لیکن پارٹی کا نام نہیں بتا سکتا۔ تمہیں شاید پیشہ ور قاتلوں کے بارے میں علم نہیں ہے۔ یہ ہمارا پہلا اور بنیادی اصول ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور بات کرو۔“..... کوبرا نے کہا۔ ”مجھے معلوم ہے لیکن اس آدمی کو یہ معلوم کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے جو نارگٹ ہو اور نارگٹ نہ بتایا جا سکا ہو۔ جیسے موجودہ کیس میں تمہیں میرے قتل کا ناسک ملا۔ تم نے ماشر فریڈ اور روبر کو میرے پیچھے لگایا۔ انہوں نے مجھے نیس کر لیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ مجھ پر حملہ کرتے میں نے ان پر حملہ کر دیا جس کے نیچے میں یہ دونوں یہاں موجود ہیں اور پھر ماشر فریڈ نے تمہارا نام بتایا تو تم بھی یہاں موجود ہو۔ مطلب ہے کہ تم مجھے نارگٹ ہنانے میں ناکام ہو چکے ہو اس لئے اب یہ میرا حق ہے کہ میں معلوم کروں کہ کس نے تمہیں یہ ناسک دیا تھا اور یہ بھی سن لو کہ بتا تو تم دو گے لیکن پھر تمہیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہ ہو گا۔“..... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”سوری۔ تم سے جو ہوتا ہے کرلو۔ تم مجھے ہلاک تو کر سکتے ہو لیکن میں اپنا اصول نہیں توڑ سکتا۔ یہ ثابت ہے کہ میں اپنے مش میں ناکام رہا ہوں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں اپنے پیشے کے بنیادی اصولوں سے بھی ہٹ جاؤں۔“..... کوبرا نے بڑے ٹھوں لجھے

میں کہا۔

”اوکے۔ جیسے تمہاری مرضی؟“..... عمران نے انتہتے ہوئے کہا اور پھر اس نے کوت کی اندر وہی جیپ سے ایک تیز دھار خیز نکالا اور دوسرے لمبے اس کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور کمرہ کوبرا کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ عمران کا بازو ایک بار پھر گھوما اور پہلی چیخ کی بازگشت ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ دوسری چیخ کوبرا سے حلق سے نکل گئی اور وہ اپنے سر کو دائیں باکیں اس طرح مار رہا تھا جیسے کسی کلاک میں پنڈولیم حرکت کرتا ہے۔ عمران نے ہاتھ روک کر اس کی پیشانی پر اچھرا نے والی نیلے رنگ کی رگ پر خیز کا دستہ مار دیا تو کوبرا سے کاراڈا میں جکڑا ہوا جسم اس طرح تڑپا جیسے پزاروں ووچھ ایکٹر کرنٹ اس کے جسم سے گزر رہا ہو۔ اس کا چہرہ بری طرح گزگز گیا تھا۔

”بولو۔ کون ہے جس نے تمہیں علی عمران کے قتل کا مشن دیا تھا۔ بولو۔“..... عمران نے تھکمانہ لبجھے میں کہا اور ساتھ ہی دوسری ضرب لگا دی۔ اسکی ضرب کے نتیجے میں کوبرا کا چہرہ بری طرح سخت ہو گیا اور اس کی آنکھیں امل کر باہر آ گئیں۔

”فریدرک۔ فریدرک نے۔ مجھے فریدرک نے ناسک دیا تھا۔ فریدرک نے۔“..... اس بار کوبرا کے منہ سے اس انداز میں الفاظ نکلے جیسے وہ لاشوری طور پر بول رہا ہو۔

”کون ہے فریدرک۔ تفصیل بتاؤ۔“..... عمران نے کہا۔

”فریڈرک نے خفیہ طور پر ایک گروپ بنایا ہوا ہے جسے رینڈ
گروپ کہا جاتا ہے۔ یہ رینڈ گروپ اسمبلنگ، اسلی، ڈرگ اور جعلی
ادوبیات کے کاروبار کو دارالحکومت میں کنٹرول کرتا ہے۔ وہ خود
سامنے نہیں آتا۔ صرف فون پر بات کرتا ہے۔ فریڈرک پہلے یہاں
ایک کلب کا مالک تھا۔ پھر اس نے کلب فروخت کر دیا اور خفیہ رینڈ
گروپ بنایا۔“..... کوبرا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس کا فون نمبر کیا ہے۔ وہ کہاں بیٹھتا ہے۔“..... عمران نے
پوچھا۔

”کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں بیٹھتا ہے۔ وہ کسی کے سامنے
نہیں آتا۔ صرف اس کا نام چلتا ہے۔ فون نمبر مجھے معلوم ہے۔
میں بتا دیتا ہوں۔“..... کوبرا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے
فون نمبر بتا دیا۔

”تم اپنا ٹاک مکمل کرنے کے بعد رقم کس کے ذریعے لیتے۔“
عمران نے پوچھا۔

”میں نے تمام رقم پیشگی لے لی تھی۔ میرے پینک اکاؤنٹ
میں رقم ٹرانسفر کر دی گئی تھی۔ کس نے کی اور کہاں سے کرائی اس کا
مجھے علم نہیں ہے۔“..... کوبرا نے جواب دیا تو عمران نے سائیڈ پر
پڑے ہوئے فون کا رسیور الٹالیا اور نمبر پر لیں کرنے شروع کر
دیئے۔

”اس کے منہ پر ہاتھ رکھو۔“..... عمران نے جوانا سے کہا تو جوانا

نے بچلی کی تیزی سے آگے بڑھ کر کوبرا کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔
اوھر دوسری طرف گھنٹی نج رہی تھی اور پھر رسیور الٹالیا گیا۔

”یہ۔“..... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”کوبرا بول رہا ہوں۔“..... عمران نے کوبرا کی آواز اور لمحے میں
کہا۔

”چیف سے بات کرنی ہے۔“..... دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”ہا۔“..... عمران نے جواب دیا۔

”ہیلو۔ فریڈرک بول رہا ہوں۔“..... چند لمحوں بعد ایک اور
مردانہ آواز سنائی دی۔

”کوبرا بول رہا ہوں۔“..... عمران نے کوبرا کی آواز اور لمحے میں
کہا۔

”ہا۔ کیا ہوا۔ قتش ہو گیا ہے وہ عمران یا نہیں۔“..... دوسری
طرف سے کہا گیا۔

”اکھی نہیں۔ الٹا میرے دو آدمی ختم ہو گئے ہیں لیکن میں کام
کر رہا ہوں۔ میں نے اس لئے فون کیا ہے کہ عمران کی لاش کو بھی
غائب کرنا ہے یا نہ۔“..... عمران نے کہا۔

”یہ کیا بات ہوئی۔“..... فریڈرک نے حیرت بھرے لمحے میں
کہا۔

”اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ اس عمران کے بارے میں معلوم ہوا
ہے کہ اس کا تعلق پاکیشی سیکرٹ سروس سے ہے۔ اس کی لاش مل

گئی تو یہ لوگ اس کے قاتل اور اسے قتل کرانے والوں کو تلاش کریں گے اس لئے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ لاش ہی غائب کر دی جائے”..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ تم نے بڑی اہم اور بہت گہری بات کی ہے۔ تم سے مجھے اس قدر گہری بات کی توقع نہ تھی لیکن تم لاش کو کیسے غائب کرو گے۔ کیا اسے دفن کرو گے یا کسی برقی بھی میں ڈالو گے۔ اور ہاں۔ اس طرح تو تم اسے بغیر مارے بھی کہہ سکتے ہو تو وہ ہلاک ہو گیا ہے۔“..... فریڈرک نے کہا۔

”میں اس کی لاش تک پہنچا دوں گا۔ پھر تم جو چاہے اس کے ساتھ کرنا۔ اس طرح تمہیں یقین آجائے گا۔ بولو۔ کہاں پہنچا دوں اس کی لاش۔“..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم اس کی لاش میرے ایک ٹھکانے پر پہنچا دینا۔ اس کا پتہ میں شہیں بتا دیتا ہوں۔ کالی کوٹھی روڑ پر قدیم کالی کوٹھی کے ساتھ ایک کوٹھی ہے جس پر کوٹھی نمبر ایک سو گیارہ کی پلیٹ لگی ہوئی ہے۔ وہاں میرا خاص آدمی سمتع ہو گا۔ میں اسے فون کر دیتا ہوں۔ تمہارے آدمی جو بھی وہاں لاش لے جائیں گے تمہارا نام لیں گے تو سمتع ان سے لاش وصول کر لے گا اور پھر مجھے فون کر دے گا۔ اس طرح میں اس کی لاش کی اپنے آدمیوں سے تصدیق کرائیں گا جنہوں نے اسے دیکھا ہوا ہے۔“..... فریڈرک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“..... عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ کری سے اٹھ کردا ہوا۔

”ان تینوں کا خاتمہ کر کے انہیں برقی بھی میں ڈال دو۔“..... عمران نے جوزف اور جوانا سے کہا اور خود بلیک روم سے نکل کر اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں فون موجود تھا۔ کمرے میں پہنچ کر وہ ایک کری پر بیٹھ گیا۔

”جوزف۔“..... عمران نے اوپری آواز میں کہا۔
”میں باس۔“..... دوسرا لمحے جوزف نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ وہ عمران کے ساتھ ہی اس کمرے تک آیا تھا اور اپنی عادت کے مطابق باہر رک گیا تھا تاکہ جب بھی عمران اسے کاٹ کرے وہ اس کا حکم فوری بجا لائے۔

”جوانا کے ساتھ مل کر وہ کام کرو جس کا میں نے کہا ہے۔“.....
عمران نے کہا۔

”میں باس۔“..... جوزف نے کہا اور مژہ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ عمران کو معلوم تھا کہ جس نمبر پر اس کی فریڈرک سے بات ہوئی ہے یہ سیکلائٹ نمبر ہے اس لئے عام انکوارٹی سے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں کیا جاسکتا لیکن اسے سیکلائٹ فون کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا طریقہ بھی معلوم تھا اس لئے اسے یقین تھا کہ وہ فون نمبر سے اس جگہ کے بارے میں معلومات حاصل کر لے گا جہاں یہ فون نصب تھا۔ اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر

پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔
”سیٹلائٹ فون ایکچنچ“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نوافی
آواز سنائی دی۔

”ڈپنی ڈاڑھ کیٹھ سنشل اٹھیل جنس ہجرو سے بول رہا ہوں“۔ عمران
نے بھاری لمحے میں کہا۔

”لیں سر۔ فرمائیئے سر“..... دوسری طرف سے بولنے والی کا لمحہ
مزید مودادانہ ہو گیا تھا۔

”ایک نمبر نوٹ سمجھئے اور مجھے بتائیے کہ یہ نمبر کہاں نصب ہے۔
اث از اشیٹ سیکرٹ۔ اس لئے خیال رکھیں۔ اسے اوپن نہیں، ودا
چاہئے“..... عمران نے اس پر مزید دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔

”لیں سر۔ میں سمجھتی ہوں سر“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو
عمران نے فریڈرک کا فون نمبر بتا دیا۔

”سوری سر۔ یہ نمبر پر یہ یڈنٹ کوئے کا ہے۔ پیش نہر اس لئے
سوائے پر یہ یڈنٹ آفس کی طرف سے تحریری ڈاڑھ کیٹھ ملنے پر ہی
تحریری طور پر پر یہ یڈنٹ ہاؤس بھجوایا جا سکتا ہے۔ ویری سوری
سر“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو
گیا تو عمران کے چہرے پر شدید حیرت کے نثارات ابھر آئے۔

”پر یہ یڈنٹ کوئے کا نمبر اور اندر ورلڈ آدمی کے پاس۔ حیرت
ہے“..... عمران نے بڑھاتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر رسیور اٹھا
کر اس نے تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

”پی اے نو سیکرٹی وزارت خارجہ“..... رابطہ ہوتے ہی سرسلطان
کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

”علی عمران بول رہا ہوں۔ سرسلطان سے بات کراؤ“..... عمران
نے نہ صرف انتہائی سمجھیدہ لمحے میں کہا بلکہ اس کے لمحے میں ناراضگی
بھی عیاں تھی۔

”لیں سر۔ ہولڈ کیجھے سر“..... دوسری طرف سے شاید عمران کی
سمجھیگی سے خوفزدہ ہو کر جواب دیا گیا تھا کیونکہ عمران ہمیشہ پی
اے سے مذاق کیا کرتا تھا لیکن آج اس نے نہ صرف اس سے
مذاق نہ کیا تھا بلکہ اس کے لمحے میں غصہ اور ناراضگی عیاں تھی۔

”ہیلو۔ سلطان بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد سرسلطان کی
آواز سنائی دی۔

”علی عمران بول رہا ہوں سرسلطان۔ کیا حکومت کی گرفت اس
قدرت کی نہ رہی گئی ہے کہ اب مجرموں اور بدمعاشوں نے پر یہ یڈنٹ
آفس کو اپنی مرضی سے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے“..... عمران
نے تیز لمحے میں کہا۔

”کیا کہہ رہے ہوں کیا تم ہوش میں ہو؟“..... سرسلطان نے بھی
غصیلے لمحے میں کہا۔

”میرا دل تو چاہ رہا تھا کہ آپ کو فون کرنے کی بجائے چیف کو
فون کروں تاکہ وہ صدر صاحب سے براہ راست بات کریں اور
انہیں بتائیں کہ ان کے آفس پر کس طرح بدمعاشوں اور مجرموں

فون نمبر صدر صاحب کے خصوصی دستخطوں سے جاری ہوتا ہے اور اسی لئے اسے خفیہ رکھا جاتا ہے کیونکہ یہ نمبر انتہائی اہم سرکاری آفسر کے ہوتے ہیں جنہیں ملک کے مقام میں ٹاپ سیکرٹ آفسر کہا جاتا ہے۔ سرسلطان کے لمحے میں یقین نہ آنے والی کیفیت نہیاں تھی۔

”پھر نمبر آپ نوٹ کر لیں اور مجھے بتائیں کہ یہ نمبر کس ٹاپ سیکرٹ آفس کے استعمال میں آ رہا ہے۔ عمران کے لمحے میں باقاعدہ تینجی آ گئی تھی۔

”ہاں۔ بولو۔ کیا نمبر ہے۔ سرسلطان نے کہا تو عمران نے فریڈرک کا نمبر بتا دیا۔

”ایک گھنٹے بعد دوبارہ فون کرنا۔ سرسلطان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔ اسے واقعی یہ سن لندنی تکلیف پہنچی تھی کہ پریزیدنٹ آفس کا کوئہ مجرم استعمال کر رہے تھے۔ ایک بار تو اس کا جی چاہا تھا کہ وہ چیف بن کر پاکیشیا کے صدر پر چڑھائی کر دے لیکن پھر اس نے ایسا کرنے کا فصل اس لئے تبدیل کر لیا کہ ایک تو سرسلطان بعد میں باقاعدہ ناراض ہو جائیں گے کہ انہیں کیوں بائی پاس کیا گیا ہے۔ دوسرا وہ یہ جانتا تھا کہ صدر صاحب دانتہ ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ ان کے آفس کے کسی آدمی کا کام ہو گا جس نے نجانے کس طرح پکر چلا کر یہ نمبر فریڈرک کو دیا ہو گا اور اسے حمانت دی گئی ہو گی کہ یہ نمبر

نے قبضہ کر رکھا ہے لیکن مجھے معلوم ہے کہ پھر آپ نے ناراض ہو جاتا تھا کہ آپ سے بات کیوں نہ کی گئی لیکن مجھے یہ سب کچھ معلوم کر کے بے حد تکلیف پہنچی ہے۔ عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”ہوا کیا ہے۔ کچھ بتاؤ گے۔ یہی سمجھی۔ ہون سی قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ سرسلطان نے اس بار اور زیادہ غصیلے لمحے میں کہا۔

”ایک مجرم اور بدمعاشر نے اپنے آپ کو خفیہ رکھا ہوا ہے اور وہ صرف فون پر بات کرتا ہے۔ اس مجرم نے مجھے ہلاک کرنے کے لئے پیشہ در قاتمکوں کے ایک گروہ کو ہائز کیا۔ میرا تعاقب کیا گیا تو میں نے انہیں کوکر لیا۔ ان سے اصل پارٹی کا فون نمبر معلوم ہوا جو کہ سیلاشت فون ہے۔ میں نے سیلاشت فون انکوارری کو یہ نمبر دے کر پوچھا کہ یہ نمبر کہاں نصب ہے تو مجھے بتایا گیا کہ یہ نمبر پریزیدنٹ آفس کے کوئے کا نمبر ہے اور پریزیدنٹ آفس کے تحریری مطالبہ پر تحریری طور پر پریزیدنٹ آفس کو ہی اس بارے میں بتایا جا سکتا ہے۔ اب آپ خود بتائیں کہ آپ کی گذگور نیس کی یہ حالت ہے کہ پریزیدنٹ کوئے کے فون نمبر مجرم استعمال کر رہے ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ کیا ہو گیا ہے۔ عمران نے غصیلے لمحے میں کہا۔ اسے واقعی اس بات پر بے حد غصہ آ رہا تھا کہ پریزیدنٹ آفس کو اس دھڑکے سے مجرم استعمال کر رہے ہیں۔

”یہ کیسے ممکن ہے۔ ایسا تو ممکن ہی نہیں ہے۔ کوئے میں سے

انہیں واقعی اپنے آپ پر اور صدر دونوں پر غصہ آ رہا تھا۔

”یہاں پاکیشیا میں چینگ کا نظام بے حد نرم ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے اس لئے لوگ غلط اور ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اب صدر صاحب یا آپ فون تو ہر بھتے چیک کرنے سے رہے۔ اس

لئے اپنے آپ پر یا صدر صاحب پر غصے ہونے کی بجائے یہ بتائیں کہ کیا معلوم ہوا ہے۔“..... عمران نے دانتے بے حد نرم لجھ میں کہا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر اس نے اب کوئی سخت لفظ یا لمحہ استعمال کیا تو صدر صاحب استغفاری دیں یا نہ دیں سرسلطان لازماً استغفاری دے دیں گے اور پھر انہیں منانا تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔

”تمہاری بات درست ہے۔ انتہائی سخت چینگ کا نظام ایسے معاملات پر ہوا چاہئے۔ بہر حال جسے تم نے بتایا تھا ویسے ہی لگا۔ اس پر تو تحقیقات ہوتی رہے گی کہ ایسا کیوں ہوا ہے، کس نے کیا ہے۔ بھی تو میں نے صدر صاحب کو بھی اس معاملے پر بریف نہیں کیا۔ فالی کے مطابق یہ نمبر خیر روڈ کی عمارت نمبر کیوں ایکس تحری میں نصب ہے جسے فالی میں تو میں سلامتی آفس کا نام دیا گیا ہے۔“..... سرسلطان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیوں ایکس تحری حبیب روڈ۔ آپ نے جس سے معلومات حاصل کی ہیں اس نے وہاں فون کر کے چینگ کی اطلاع تو نہیں کر دی یا کر دے گا۔“..... عمران نے ایک خدشے کے تحت پوچھا۔

”نہیں۔ میں نے کوئی کی تمام فالیں فوری طور پر اپنے پاس

ہر لحاظ سے محفوظ ہے اور واقعی یہ محفوظ نمبر تھا۔ یہ تو عمران تھا جو اس کے خلاف کوئی ایکشن لے سکتا تھا ورنہ ایسا ممکن نہ تھا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد اس نے رسیور اٹھایا اور سرسلطان کے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

”پی اے ٹو سیکرٹری وزارت خارجہ۔“..... دوسری طرف سے سرسلطان کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

”سرسلطان سے بات کراؤ۔“..... عمران نے سمجھ دیجھ میں کہا۔ ”لیں سر۔ ہولڈ کریں۔“..... دوسری طرف سے موڈبانک لجھ میں کہا گیا کیونکہ پی اے عمران کی آواز کو اچھی طرح پہچانتا تھا اس لئے وہ عمران کے نام نہ لینے کے باوجود اسے پہچان گیا تھا۔ ”سیلو۔ سلطان بول رہا ہوں۔“..... چند لمحوں بعد سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ای سی (A کسن) بول رہا ہوں۔“..... عمران نے اس بار مسکراتے ہوئے لجھ میں کہا کیونکہ اسے یقین تھا کہ سرسلطان ایک گھنٹے کے دوران وہ سب کچھ کر چکے ہوں گے جس کی اسے ان سے توقع تھی۔

”تم نے ٹھیک کہا ہے۔ اب صدر سمیت ہم سب کو ریٹائر ہو جانا چاہئے۔ غصب خدا کا۔ ٹاپ سیکرت آفس کی جگہ ایک مجرم پر یہ یونٹ کوئی کافون استعمال کرے۔ ہمیں واقعی شرم سے ڈوب مرا چاہئے۔“..... سرسلطان نے قدرے چھینتے ہوئے لجھ میں کہا۔

منگوالي تھیں کیونکہ مجھے بھی یہی خدشہ تھا اور ہو سکتا تھا کہ مجھے بتانے والا ہی اصل مجرم ہواں لئے اب ایسا نہیں ہو گا۔ اسے معلوم ہی نہیں ہو گا کہ میں نے یہ فائلیں کیوں منگوائی ہیں۔” سرسلطان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اگذ۔ اسے کہتے ہیں ذہانت۔ یہیے یہی نہیں پوری دنیا میں آپ کی ذہانت کے قصیدے پڑھے جاتے۔“ عمران نے دانتہ تھیں آمیز لمحے میں کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ تم یہ سب کیوں کہہ رہے ہو۔ مگر انہیں اب میں واقعی سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ اپنے بارے میں بھی پچھوچوں۔“ سرسلطان نے کہا۔

”یہی تو آئی ہر وقت روئی رہتی ہیں کہ آپ صرف ان کے بارے میں سوچتے ہیں۔ اپنے بارے میں کچھ نہیں سوچتے۔“ عمران نے کہا تو اس بار دوسری طرف سے سرسلطان بے اختیار بس پڑے۔

”تم شیطان۔ ہڑوں کو تو معاف کر دیا کرو۔ بہر حال تم نے مجھے بتانا ہے کہ یہ مجرم جو اس فون کو استعمال کر رہا ہے کون ہے تاکہ اسے بھی گرفتار کرایا جاسکے۔“ سرسلطان نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ضرور بتاؤں گا۔ اوکے۔ اللہ حافظ۔“ عمران نے کہا اور رسیدور رکھ کر اس نے جوزف کو آواز دی تو دوسرے لمحے جوزف کمرے میں داخل ہوا۔

”لیں باس۔“..... جوزف نے کہا۔
”کوبرا اور اس کے ساتھیوں کا کیا ہوا۔“..... عمران نے پوچھا۔
”جوانا نے انہیں بر قی بھٹی میں ڈال کر زاکھ میں تبدیل کر دیا
ہے۔“..... جوزف نے سادہ سے لمحہ میں کہا۔

”جوانا کو ہلاو۔ میں نے تم دونوں کے ذمے ایک کام لڑ
ہے۔“..... عمران نے کہا۔

”لیں باس۔“..... جوزف نے جواب دیا اور واپس مڑ گیا۔ جوانا
چونکہ اکثر گلہ کرتا رہتا تھا کہ اسے راتا ہاؤس میں بے کار بیٹھنے رہنے
سے زندگی لگ گیا ہے اس لئے اب عمران اکثر ویشنٹر خود آگے
بڑھتے کی وجہے جوانا کو ہاتھ پیر ہلانے کا موقع مہیا کرتا رہتا تھا۔
قہوہی دیر بعد جوانا اندر داخل ہوا۔ اس کے عقب میں جوزف تھا۔
”لیں ماہر۔“..... جوانا نے کہا۔

”کوبرا کو جس پارٹی نے یہی بلاکت کا ناٹک دیا تھا اس کا
نام اس نے فریڈرک بتایا تھا۔ اس کا فون نمبر معلوم ہوا تھا لیکن اس
بارے میں معلوم نہ ہو رہا تھا کہ یہ فون نمبر کہاں نصب ہے۔ اب
معلوم ہو گیا ہے کہ فریڈرک خیر روڈ کی عمارت کیوں ایکس ٹھری میں
رہتا ہے۔ تم دونوں نے اسے اٹھا کر یہاں لانا ہے۔ اس عمارت
میں پہلے بے ہوش کرنے والی گیس فائر کر دینا اور پھر اندر جا کر
اسے اٹھا کر لے آتا۔“..... عمران نے کہا۔

”لیکن ماہر اس کا حلیہ کیا ہے۔ عمارت میں وہ اکیلا تو نہ رہتا

ہو گا”..... جوانا نے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

”تمہاری بات درست ہے۔ مجھے خود معلوم نہیں ہے اور چونکہ وہ کسی سے ملتا نہیں ہے اس لئے کم لوگوں کو معلوم ہو گا۔ ٹھیک ہے۔ میں ٹائیگر سے بات کرتا ہوں۔ اگر وہ جانتا ہوا تو پھر اسے تمہارے ساتھ بھجوادوں گا۔ تم ابھی جاؤ“..... عمران نے کہا تو جوانا اور جوزف دونوں خاموشی سے مڑے اور کمرے سے باہر چلے گئے۔ عمران نے جیب سے سیل فون نکالا اور اس کے ذریعے ٹائیگر سے رابطہ کرنا شروع کر دیا۔

”ہیلو۔ علی عمران بول رہا ہوں“..... عمران نے کہا۔

”لیں باس۔ میں ٹائیگر بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

”ٹائیگر۔ کسی فریڈرک ناہی مجرم سے واقف ہو تم“..... عمران نے کہا۔

”باس۔ کیا آپ بھی گولڈن کولوک والے کیس پر کام کر رہے ہیں“..... دوسری طرف سے ٹائیگر نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”تمہیں یہ نام کہاں سے معلوم ہوا اور فریڈرک کا اس سے کیا تعلق ہے“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”باس۔ صدیقی صاحب نے مجھے فون کر کے بتایا تھا کہ وہ

زیبریلا نشہ گولڈن کولوک کے خلاف کام کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں ان کے سامنے فریڈرک کا نام آیا ہے جو ریڈ ایرو کلب کا مالک اور جزل مینجر ہے لیکن صدیقی صاحب نے وہاں سے معلوم کیا تو وہ چلا کر ریڈ ایرو کلب کا مالک اور جزل مینجر کا رپس ہے۔ اس پر انہوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے انہیں بتایا کہ دو سال پہلے ریڈ ایرو کلب کا مالک اور جزل مینجر فریڈرک تھا لیکن پھر اس نے کلب لروخت کر دیا اور جب سے وہ اندر ورلڈ میں سامنے نہیں ہے۔ البتہ میں نے ان سے وعدہ کیا کہ میں فریڈرک کے بارے میں معلوم کر کے انہیں بتا دوں گا۔ آپ نے بھی فریڈرک کا نام لیا ہے اس لئے میں نے یہ بات کی ہے۔۔۔ ٹائیگر نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر کیا معلوم کیا ہے تم نے فریڈرک کے بارے میں“۔

عمران نے کہا۔

”ابھی معلوم نہیں ہو سکا۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ حتیٰ معلومات لے سکیں۔ دیجی وہ دو سالوں سے سامنے نہیں آیا۔ البتہ فون کے ذریعے وہ مختلف لوگوں سے رابطے میں رہتا ہے لیکن یہ کسی کو معلوم نہیں کہ اس کا فون بھر کیا ہے اور وہ کہاں سے بات کر رہا ہے۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

”تم نے فریڈرک کو دیکھا ہوا ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”لیں باس۔ بہت اچھی طرح“..... ٹائیگر نے جواب دیتے

ہوئے کہا۔

”جس کو بے کوتم اور جوانا اس کے کلب سے اخراج لئے تھے اس نے بتایا ہے کہ یہری ہلاکت کا ناسک اسے فریڈرک نے دیا ہے۔ چنانچہ میں نے فریڈرک کا فون نمبر معلوم کر لیا ہے۔ اس نے چالاکی یہ کی ہوئی تھی کہ کس طرح پریفیٹ آفس کے سیمانٹ فون کے ٹاپ سینکڑت کوئے میں سے ایک نمبر لے رکھا تھا اس لئے اسے کسی صورت ٹریس نہ کیا جا سکتا تھا لیکن میں نے سرسلطان کو کہہ کر ٹریس کرالیا ہے۔ یہ خبر روذ کی عمارت کیوں ایکس ٹھری میں موجود ہے۔ میں نے جوزف اور جوانا کو اسے اخفا کر رانہاوس لانے کا کہا تو جوانا نے کہا کہ وہ اسے پچانتے نہیں ہیں جس پر میں نے تمہیں فون کیا ہے۔ میں اب تک پریشان تھا کہ اس فریڈرک نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیوں کرایا۔ اب اس بارے میں خود ہی صدیقی سے معلومات حاصل کرلوں گا۔ تم رانا ہاؤس آ جاؤ تاکہ جوانا کے ساتھ مل کر فریڈرک کو رانا ہاؤس لا سکو۔..... عمران نے کہا۔

گی اور ان معلومات کی بنا پر اسے اپنے اور اپنے بزنس کے لئے خدا کا سمجھتے ہوئے اسے راستے سے ہٹانے کا پروگرام بنایا ہو گا۔ اس نے سوچا کہ ابھی صدیقی سے بات کرے لیکن پھر اس نے یہ سوچ کر ارادہ بدال دیا کہ پہلے فریڈرک یہاں پہنچ جائے پھر صدیقی سے زیادہ اچھے انداز میں بات ہو سکے گی۔

”میں ہاں۔ میں ابھی حاضر ہو رہا ہے۔..... نائگر نے جواب دیا تو عمران نے فون آف کر کے اسے جیب میں ڈال لیا۔ اب بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ یہ سارا سلسلہ اس گولڈن کولک کا ہے۔ اس کے مارکیٹ میں گھونٹنے سے یہ لوگ پریشان ہو گئے تھے۔ لامحالہ انہوں نے اس کے بارے میں معلومات اکٹھی کی ہوں

سنائی دی۔

”وکی منٹ بعد دوبارہ فون کرو۔ میں اس وقت اہم میٹنگ میں معروف ہوں۔“..... نادر نے سخت لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔
”مجھے اجازت دیں۔“..... میز کی دوسری طرف بیٹھے ہوئے آدمی نے شاید صورت حال کو سمجھتے ہوئے اجازت مانگ لی۔

”ٹھیک ہے۔ لیکن آپ کے اور میرے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے اس کو ہر صورت میں مکمل ہونا چاہئے۔“..... نادر نے انھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”ایسا ہی ہو گا۔“..... دوسرے آدمی نے کہا اور پھر اس نے بھی انھ کر نادر سے ڈرے گر جو شانہ انداز میں مصافحہ کیا اور مذکر آفس سے باہر چلا گیا تو نادر نے میز کے کنارے پر لگے ہوئے بہت سے ہننوں میں سے ایک بٹن پر لیں کیا تو کٹاک کی آواز کے ساتھ دروازہ ہوڑ بخود لاک ہو گیا۔ پھر دس منٹ بعد فون کی گھنٹی دوبارہ نج اٹھی تو نادر نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”میں۔ نادر بول رہا ہوں۔“..... نادر نے پہلے کی طرح سخت لہجے میں کہا۔

”ڈیوڈ بول رہا ہوں پاس۔“..... دوسری طرف سے وہی مردانہ آواز سنائی دی جس نے پہلے فون کیا تھا۔

”ہاں۔ اب بتاؤ کیا رپورٹ ہے۔“..... نادر نے کہا۔
”پاس۔ میں نے ایک آدمی کو چیک کر لیا ہے۔ وہ اس وقت

نادر لے بے قد اور بھاری لیکن ورزشی جسم کا مالک تھا۔ وہ نہ صرف مارشل آرٹ کا ماہر سمجھا جاتا تھا بلکہ اس کا نشانہ بھی ہے دنیا خارج نادر جرام کی دنیا کا پنس کھلاتا تھا۔ اس نے دارالحکومت میں جرام کا ایک وسیع نیٹ ورک قائم کر رکھا تھا۔ وہ خود ایک ہوٹل کا نہ صرف مالک تھا بلکہ اس کا آفس بھی اسی ہوٹل میں تھا۔ اس ہوٹل کا نام نادر ہوٹل تھا اور یہ دارالحکومت کے مفاہماتی علاقے میں ہونے کے باوجود ہر وقت جرام پیشہ افراد سے بھرا رہتا تھا۔ اس وقت بھی نادر اپنے آفس میں بیٹھا ایک آدمی سے بات چیت میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی نج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”میں۔“..... نادر نے سخت لہجے میں کہا۔
”ڈیوڈ بول رہا ہوں۔“..... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز

ہوٹل شادمان میں موجود ہے۔ اب دو صورتیں ہو سکتی ہیں کہ ہم ابھی اس پر ہاتھ ڈال دیں اور پھر اس سے دوسرے آدمی کا پتہ چلا کر اسے بھی کچو لیں یا دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ہم اس کی نگرانی کریں اور جب یہ دونوں اکٹھے ہوں تو ان پر ہاتھ ڈال دیں۔ اب آپ جیسے حکم دیں۔۔۔ ذیوق نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”کس ناہپ کا آدمی ہے یہ اور کیسے چیک ہوا ہے۔۔۔ نادر نے کہا۔

”کشم و روز سے مختلف ہوٹلوں میں انہیں علاش کر رہے تھے۔ یونکہ جو حلیئے اور قد و قامت بتائے گئے تھے ایسے لوگ اکثر ہوٹلوں میں ہی دیکھے جاسکتے ہیں۔ بہر حال آج ایک آدمی کو ہوٹل شادمان میں چیک کر لیا گیا ہے۔ قد و قامت کے لحاظ سے وہ لڑنے بھرنے والا آدمی لگتا ہے۔ خاصاً ہوشیار بھی دکھانی دے رہا تھا۔ میں نے ہوٹل کے ایک سپروائزر سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں۔ اس سپروائزر نے بتایا ہے کہ یہ اکثر لفڑی کرنے ہوٹل شادمان میں آتا رہتا ہے۔ اس کا نام خاور ہے اور اکیلا بہت کم آتا ہے۔ زیادہ تر اس کے ساتھ ایک دو آدمی ہوتے ہیں اور بعض اوقات تین بھی ہوتے ہیں لہو یہ سب ہی اسی قد و قامت کے لوگ ہیں۔۔۔

ذیوق نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”چار افراد۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ کوئی باقاعدہ لینگ ہے جو

دھرمروں کے بُرنس سیٹ اپ کے بارے میں معلومات حاصل کر کے انہیں بلیک میل کرتا ہے۔ اگر بقول تمہارے یہ آدمی ہوشیار ہے تو پھر اس پر ہاتھ ڈالتے ہی اس کے ساتھی غائب ہو جائیں گے کیونکہ ایسے لوگوں کی بھی باقاعدہ تنظیم کی طرف سے نگرانی کی جاتی ہے۔ تم اس کی نگرانی کرو لیکن یہ نگرانی مارٹی ایف سے کرو تاکہ اسے کسی طرح بھی نگرانی کا علم نہ ہو سکے اور پھر جب اس کا وہ ساتھی جو ہمیں مطلوب ہے مل جائے تو پھر ان دونوں کو بے ہوش کر کے پوائنٹ دن پر لے آؤ۔ پھر مجھے روپورٹ دو۔ میں خود پوائنٹ دن پر آ کر ان دونوں سے پوچھ گچھ کروں گا۔۔۔ نادر نے کہا۔

”لیں باس۔ حکم کی تفصیل ہو گی۔۔۔ ذیوق نے کہا تو نادر نے رسیور رکھ دیا۔ پھر سائیڈ پر موجود ایک فائل اٹھا کر اس نے پڑھنا شروع کر دی اور پھر تقریباً دو گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بھی تو نادر نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”لیں۔ نادر بول رہا ہوں۔۔۔ نادر نے کہا۔

”ذیوق بول رہا ہوں۔۔۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی تو وہ بے اختیار چونکہ پڑا۔

”کیا ہوا۔ پوائنٹ دن سے بول رہے ہو۔۔۔ نادر نے قدرے اشتیاق بھرے لبھے میں کہا۔

”نہیں باس۔ کہکشاں کالونی سے بول رہا ہوں۔ خادر ہوٹل شادمان سے اٹھ کر یہاں کہکشاں کالونی کی ایک کوئی پہنچا ہے

میں نے اس ملازم کا خاتمہ کر دیا اور ان دونوں کو کار میں ڈال کر ہم انہیں پاٹنٹ ون پر لے آئے ہیں اور یہاں ریڈ روم میں انہیں کرسیوں پر راڑز میں جکڑ دیا ہے۔۔۔ ڈیوڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”وہ دونوں ہی مل گئے ہیں۔ دیری گذ۔ میں آ رہا ہوں۔ میرے آنے تک انہیں ہوش میں نہ لایا جائے۔۔۔ نادر نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ انھے کھڑا ہوا۔ تھوڑی در بعد اس کی کار تیزی سے سڑکوں پر دوڑتی ہوئی اس کا لوئی کی طرف بڑی چلی جا رہی تھی جہاں اس نے اپنا خاص پاٹنٹ بنا رکھا تھا اور پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد وہ اس کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ گیا۔ اس نے مخصوص انداز میں ہارن بجا یا تو چھوٹا گیٹ کھلا اور ایک آدمی باہر آ گیا۔“ پھانک کھولو۔۔۔ نادر نے کہا۔

”لیں باس۔۔۔ اس آدمی نے انتہائی موڈ بانہ انداز میں کہا اور واپس چل گیا۔ تھوڑی در بعد ہذا پھانک کھل گیا۔ نادر کار لے کر اندر چلا گیا۔ پورچ میں پہلے دو بڑی گاڑیاں موجود تھیں۔ اس نے بھی اپنی کار و سچ و عریض پورچ میں روکی اور پھر نیچے اتر ہی رہا تھا کہ عمارت میں سے ایک بھاری جسم کا آدمی سیرھیاں اتر کر تیزی سے پورچ کی طرف بڑھنے لگا۔

”کوئی گز بڑا تو نہیں ہوئی ڈیوڈ۔۔۔ نادر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

اور تب سے انہی تک اندھہ موجود ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ اس کوٹھی میں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر کے اسے اٹھا لے جائے کیونکہ اس کے باہر نکلنے کا اب مجھے کوئی سکوپ نظر نہیں آ رہا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کسی خلیہ راستے سے نکل جائے اور پھر اسے چیک کرنا ہی مشکل ہو جائے گا۔۔۔ ڈیوڈ نے کہا۔

”کیا وہ اس کوٹھی میں مستقل رہائش پذیر ہے۔۔۔ نادر نے کہا۔“ معلوم نہیں پاس۔ ہم تو مارٹی ایف سے بہت دوسرے اس کی سحرانی کر رہے ہیں۔۔۔ ڈیوڈ نے کہا۔

”تمہاری رائے درست ہے۔ اس پر ہاتھ ڈال دو اور پھر اسے انھا کر پاٹنٹ ون پر پہنچ کر مجھے دوبارہ فون کرو۔۔۔ نادر نے کہا۔“ ”اوکے باس۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی نادر نے ہرید کچھ کہے بغیر رسیور رکھ دیا اور ایک بار پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد فون کی تھنٹی ایک بار پھر نیچے اٹھی تو نادر نے ہاتھ بڑھا کر رسیور انھا لیا۔

”لیں۔ نادر بول رہا ہوں۔۔۔ نادر نے اپنے مخصوص لبجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”ڈیوڈ بول رہا ہوں باس۔ پاٹنٹ ون سے۔ ہم نے آپ کے حکم کے بعد کوٹھی میں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کی اور پھر ہم اندر داخل ہوئے تو ہاں تین آدمی بے ہوش پڑے تھے۔ ان میں سے دو تو وہ تھے جن کی ہمیں علاش تھی جبکہ تیرسا کوئی ملازم لگتا تھا۔

”نو پاس۔ کیسی گڑپڑ۔ وہ دونوں گیس سے بے ہوش پڑے ہیں اور وہاں کوٹھی میں ان کا ملازم بھی ہلاک کر دیا گیا ہے اس لئے کسی کو معلوم ہی نہ ہو سکے گا کہ وہاں کیا ہوا ہے۔“..... ذیوڈ نے سلام کرتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک بڑے ہال نما کرے میں داخل ہوئے جسے ٹارچنگ روم کے انداز میں سجا�ا گیا تھا۔ وہاں دیوار کے ساتھ راڑز والی دس کریساں موجود تھیں جن میں سے دو پر دو لمبے تر نگے اور ورزشی جسم کے مالک فراڈ راڑز میں جلا رہے موجود تھے جن کے جسم کرسیوں پر ڈھلنے ہوئے تھے۔ دونوں نے سوت پہن رکھے تھے۔ ان کرسیوں کے سامنے آیے اور پنج پشت والی کرسی ہوئی تھی۔ نادر اس کرسی پر جا کر بیٹھ گیا جبکہ ذیوڈ اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

”قاسم کہاں ہے۔“..... نادر نے ذیوڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”وہ آپ کے لئے سور سے پیش بوٹ لینے گیا ہے۔“..... ذیوڈ نے کہا۔

”اے بلاو تاکہ وہ کوڑا لے کر ان کے پاس موجود رہے۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ لوگ آسانی سے زبان کھولنے والے نہیں ہیں۔“..... نادر نے کہا۔

”لیں باس۔“..... ذیوڈ نے کہا اور تیزی سے مڑ کر کرے سے باہر چلا گیا۔ نادر غور سے ان دونوں پے ہوش افراد کو دیکھتا رہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ نظروں ہی نظروں میں یہ چیک کر رہا ہو کہ

کہیں یہ دونوں میک اپ میں تو نہیں ہیں۔ تھوڑی دیر بعد ذیوڈ کے ساتھ ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا پہلوان نما آدمی اندر را خل ہوا۔ ”لیں بس۔ حکم بس۔“..... اس پہلوان نما آدمی نے کہا۔

”ماری سے پیش میک اپ واشر نکالو اور ان دونوں کے میک اپ چیک کرو۔ ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں میک اپ میں ہوں۔“..... نادر نے کہا۔

”لیں بس۔“..... اس پہلوان نما آدمی نے کہا اور ہال کے کونے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔

”مجھے تو یہ میک اپ میں نہیں لگ رہے بس۔“..... ذیوڈ نے کہا۔

”لگ تو مجھے بھی نہیں رہا لیکن اب میک اپ کافن خاصاً ترقی کر چکا ہے اس لئے چینگ کر لینے میں کیا حرج ہے۔ یہ کہیں بھائیکے تو نہیں جا رہے۔“..... نادر نے کہا۔

”لیں بس۔“..... ذیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد قاسم سے الماری میں سے پیش میک اپ واشر نکال کر الماری کے ساتھ موجود راڑی میں رکھا اور پھر راڑی دھکیلنا ہوا اسے راڑز والی کرسیوں کے پاس لے آیا۔ پھر اس نے میک اپ واشر کا کنشوپ اٹھا کر پہلے ایک آدمی کے سر اور چہرے پر چڑھایا اور پھر تے باندھ کر اس نے مشین کو آپریٹ کر دیا۔ مشین کے بننے ہوئے کنشوپ میں سرخ رنگ کا دھواں سا بھرنے لگا۔ نادر خاموش بیٹھا

ماری سے ایک کوڑا نکالا اور ماری بند کر کے وہ واپس مڑا اور کوڑے کو فضا میں جھلتا ہوا واپس آ کر ان کرسیوں کے قریب کھڑا ہو گیا جن پر وہ دونوں آدمی راؤز میں جکڑے ہوئے ہو شہرے تھے۔

”ان دونوں کو ہوش میں لاوڈ ڈیوڈ“..... نادر نے ڈیوڈ سے کہا۔

”لیں باس“..... ڈیوڈ نے کہا اور جیب سے ایک چھوٹی بولی کا کال کر آگے بڑھا اور بولیں کا ڈھکن ہٹا کر اس نے بولیں کا دہانہ ایک آدمی کی ناک سے لگا دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس نے آگے بڑھ کر بولیں کا دہانہ دوسرے آدمی کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں دیر بعد اس نے بولیں ہٹا کر اسے ڈھکن لگایا اور بولیں واپس جیب میں ڈالی اور واپس آ کر نادر کی کری کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ نادر کی نظریں ان دونوں آدمیوں پر جمی ہوئی تھیں اور پھر ان دونوں کے جسموں میں آہستہ آہستہ حرکت کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے اور پھر یہ آثار بڑھتے چلے گئے۔ چند لمحوں بعد ان میں سے ایک نے آنکھیں کھو لیں لیکن اس کی آنکھوں میں دھنڈتا یاں تھی لیکن چند لمحوں بعد اس کے جسم نے ایک زور دار جھٹکا کھایا اور پھر وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اسی لمحے دوسرے آدمی کے جسم نے بھی جھٹکا کھایا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں میں بھی دھنڈ چھائی ہوئی تھی لیکن چند لمحوں بعد وہ پوری طرح ہوش میں آ گیا۔ اب وہ دونوں پوری طرح ہوش میں تھے اور حیرت بھرے انداز میں ہال

خور سے یہ سب ہوتا دیکھ رہا تھا۔ جب دھواں پوری طرح بھر گیا تو قاسم نے مشین آف کر دی۔ تھوڑی دیر بعد دھواں غائب ہو گیا تو قاسم نے کنٹوپ اٹا رہا لیکن اس آدمی کے چہرے پر معمولی سارے فرق بھی نہ پڑا تھا۔

”یہ تو میک اپ میں نہیں ہے۔ اب دوسرے کو چیک کرو۔“ نادر نے کہا تو قاسم نے کنٹوپ دوسرے آدمی کے سر اور چہرے پر چڑھا دیا۔ تھے بامدھنے کے بعد اس نے مشین کا ٹھنڈا پیس کر دیا تو دوسرے آدمی کے چہرے پر چڑھنے ہوئے کنٹوپ میں سرخ رنگ کا دھواں بھرنا شروع ہو گیا۔ جب دھواں پوری طرح بھر گیا تو چند لمحوں بعد قاسم نے مشین کو ایک بار پھر آپریٹ کیا تو دھواں غائب ہونا شروع ہو گیا اور جب دھواں پوری طرح غائب ہو گیا تو قاسم نے مشین کو آف کیا اور پھر تھے کھول کر اس نے کنٹوپ کو اس آدمی کے سر اور چہرے سے اٹا رہا۔ دوسرے آدمی کے چہرے پر بھی کوئی اثر نہ ہوا تھا۔

”چلو یہ تو تسلی ہو گئی کہ یہ دونوں میک اپ میں نہیں ہیں۔“ قاسم، میک اپ واشر ماری میں رکھو اور کوڑا لے آؤ اور ان کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔..... نادر نے کہا۔

”لیں باس“..... قاسم نے کہا اور ٹرالی دھکیلتا ہوا واپس الماری کی طرف بڑھ گیا۔ الماری کے قریب بٹھ کر اس نے مشین کو اٹھا کر الماری میں رکھا اور ٹرالی کو الماری کے قریب روک کر اس نے

اور ارگو کے ماحول کو دیکھ رہے تھے۔
 ”تمہارے نام کیا ہیں“..... نادر نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔
 ”تم پہلے اپنا تعارف کراؤ اور یہ بھی بتا دو کہ یہ کون سی جگہ
 ہے“..... ان میں سے ایک آدمی نے کہا تو نادر کے پھرے پر غصے
 کے شعلے یکخت بھڑک اٹھے۔

خارو دوپھر کا کھانا ہوٹل میں کھانے کے بعد واپس فورشاز کے
 ہیڈ کوارٹر پہنچا تو صدیقی وہاں پہلے سے موجود تھا۔ وہ دونوں آئندہ
 بالآخر عمل طے کرنا چاہتے تھے۔ ان کے پاس سینہ اسلم کی پتھی
 فریڈرک کی بھی۔ فریڈرک کو زیس کرنے کے لئے صدیقی نے
 تائیکر ہے بات کی تھی لیکن ایک رات گزر جانے کے باوجود ابھی
 تک تائیکری طرف سے کوئی اطلاع نہ مل تھی اور بغیر کسی واضح اور
 ٹھوں ثبوت سے وہ سینہ اسلم پر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔
 ہمیڈ کوارٹر کے ملازم ہائیکام صدیقی نے بلا کر ہات کافی لانے کا کہہ
 دیا تھا جس کی قابل اس نے فوری کر دی تھی اور اب وہ دونوں بینے
 کافی سپ کرنے کے ساتھ ساتھ اس معاملے پر باقیں کر رہے
 تھے۔

”میرا خیال ہے کہ باقی دو شارز کو بھی اس کیس میں شامل کریں۔

جائے۔ خاور نے کہا۔
”تمہارا مطاب نہانی اور چوہان سے ہے۔“ صدیق نے
چونک کر کہا۔

”بال۔“ خاور نے اثبات میں سر بلاتے ہوئے کہا۔

”آجھی ہم دونوں کو کوئی راستہ نہیں مل رہا۔ وہ دو کیا کریں
گے۔“ صدیق نے سکراتے ہوئے کہا۔

”ہستا ہے کہ ان کے ذہنوں میں کوئی لام آف ایکشن آ
جائے۔“ خاور نے کہا۔

”ہاں۔ یہ بات تمہاری صحیح ہے۔“ صدیق نے کہا اور پھر
اس نے رسپور کی طرف باٹھ بڑھایا ہی تھا کہ بے اختیار چونک
پڑا۔ اس کی تاک سے کوئی طاقتور مگر نامانوس سی بومنگرائی تھی۔ اسے
یوں محسوس ہوا تھا جیسے کہہ کسی لٹوکی طرح گھومنے لگ گیا ہو۔

”یہ کیا ہو رہا ہے۔“ اسی لمحے خاور کی بھی آواز سنائی دی اور
پھر صدیق کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ پھر جب اس کی
آنکھیں کھلیں تو چند لمحوں تک تو اس کا ذہن غنوڈگی کے عالم میں رہا
لیکن پھر جیسے ہی اس کا شعور جاگا اس کے چہرے پر حرمت کے
تاثرات ابھر آئے کیونکہ اس نے چیک کر لیا تھا کہ وہ ایک اجنبی
بال میں راذز والی کری پر جکڑا ہوا ہیٹھا ہے اور اس کے ساتھ ہی
خاور بھی اسی طرح راذز میں جکڑا ہوا موجود ہے اور وہ ہوش میں
آنے کے پرائیس سے گزر رہا ہے۔ سامنے ایک اوپنچی پشت کی

گرس پر ایک لمبے قد اور بھاری مگر درڑشی جسم کا آدمی بیٹھا ہوا تھا
جبکہ اس کی کری کے ساتھ ایک آدمی مونو بانہ انداز میں کھڑا تھا اور
ان کی سائینڈ میں ایک پیلوان نما آدمی باٹھ میں کوزا پکڑے موجود
تھا۔

”تمہارے نام کیا ہیں۔“ اسی لمحے کری پر بیٹھے ہوئے آدمی
نے قدرے سخت لمحے میں ان سے مناظب ہو کر کہا۔

”تم پہنچے اپنا تعارف کرو اور یہ بھی بتا دو کہ یہ کون سی جگہ
ہے۔“ صدیق نے جواب دیتے ہوئے کہا لیکن اپنے فقرے کے
رعمل میں سامنے کری پر بیٹھے ہوئے آدمی کے چہرے پر غصے کے
شعاعے بھڑکتے دیکھ کر وہ چونک پڑا۔

”قاسم۔ انہوں نے میرے سوال کا جواب دینے کی بجائے مجھ
کے سوال کرنے کی جرأت کی ہے۔ لگاؤ انہیں کوڑے۔“ کری پر
بیٹھے ہوئے آدمی نے یکنہت جیختے ہوئے لمحے میں کرسیوں کے
ساتھ کھڑا پیلوان نما آدمی سے مناظب ہو کر کہا تو اس آدمی نے
جسے قاسم کہہ کر کارا گیا تھا، یکنہت کوڑے کو فضا میں ڈال دیا اور
دوسرے لمحے کوڑا پوری قوت سے صدیق کے جسم پر اس طرح پڑا
کہ اس کے پکڑے پھٹ گئے اور گردن پر زخم کا لمبا سانچاں سا
بن گیا۔ صدیق کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اسے آتش فشاں
کے دہانے میں پھینک دیا ہو۔ دوسرے لمحے اس نے خاور کے منہ
سے سکاری سنی۔ دوسرا کوڑا اس کے جسم پر پڑا تھا۔ صدیق کو یوں

خون ہونے لگا تھا جیسے اس کے جسم میں موجود تمام رگوں میں خون کی بجائے دمکتا ہوا اداوا دوڑنے لگا ہو۔ صدیقی کا چہرہ بھی تکلیف کی شدت سے گھر سا گیا تھا۔

”رک جاؤ۔ تم پر کوئے نہیں بر سار ہے۔ اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہو۔“..... صدیقی نے یکخت چینچتے ہوئے کہا تو سامنے کری پر بیٹھے ہوئے آدمی نے ہاتھ اٹھا کر کوڑا بردار کو اپنا اشارہ کیا جس کا مطلب تھا کہ وہ رک جائے۔

”جو میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو۔ اگر تم نے سوال کرنے کی جرأت کی تو پھر قسم کا ہاتھ ایک لمحے کے لئے بھی میں رک کے گا۔“..... کری پر بیٹھے ہوئے آدمی نے غرتے ہوئے لمحے میں کہا تو صدیقی اس کے بولنے کے انداز اور مشتعل مراجی سے سمجھ گیا کہ یہ آدمی تربیت یافتہ اور فیلڈ کا آدمی نہیں ہے بلکہ اندر ولڈ کا ٹوئی عالم بدمعاش ہے۔

”میرا نام صدیقی ہے اور میرے ساتھی کا نام خاور۔ تھبیں سس نام سے پکارا جائے۔“..... صدیقی نے براہ راست نام پوچھنے کی بجائے اس انداز میں بات کی۔

”میرا نام نادر ہے۔ اچھی طرح سن لو میرا نام نادر ہے۔ نادر۔“..... کری پر بیٹھے ہوئے آدمی نے بڑے فخرانہ لمحے میں کہا۔

”تم نے ہمیں یہاں کیسے بلوایا ہے۔“..... صدیقی نے کہا۔

”میرا آدمی ذیوڑ یہ جو میرے پاس کھڑا ہے یہ تمہاری گھرانی

کرتا ہوا تمہاری کوٹھی تک پہنچ گیا اور پھر کوٹھی کے اندر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر کے یہ اندر چلے گئے اور تمہارے ملازم کو ہلاک کر کے تھبیں اٹھا کر یہاں لے آئے ہیں۔“..... نادر جب بولنے پر آیا تو مسلسل بولتا چلا گیا۔

”تم نے اس آدمی کو جو ہمارے علاوہ وہاں موجود تھا ہلاک کر دیا ہے۔ ایک بے گناہ آدمی کو۔“..... صدیقی کے لمحے میں تاسف نمایاں تھا۔

”بھم اس چکر میں نہیں پڑا کرتے کہ کون بے گناہ ہے اور کون نہیں۔ ذیوڑ نے اسے ہلاک کیا ہے اور اچھا فیصلہ کیا ہے لیکن تم نے فیروز خان ڈرگ مرچنٹ کو ایسی بات کیوں کی کہ وہ مشکوک ہو گیا۔ تمہارا تعلق کس سے ہے۔“..... نادر نے کہا۔

”تمہارا تعلق بھی اسی گروپ سے ہے جو یہ زہریلا نشہ تیار کر لے چکرے ملک میں ڈسٹری بیوت کر رہا ہے۔“..... صدیقی نے کہا۔

”میرا نام۔ میرا اپنا گروپ ہے۔ پیشہ در قاتلوں کا گروپ اور مجھے لوگ نادر کفر کرتے ہیں۔ مجھے تو کہا گیا تھا کہ تم دونوں کوڑیں کر کے ہلاک کر دوں اور دیکھ لو میرے آدمیوں نے اتنے بڑے شہر میں صرف حلیوں کی بنا پر تھبیں نہ صرف ٹریس کر لیا بلکہ یہاں بھی لے آئے اور تم اب بے بس ہوئے بیٹھے ہو۔ سنو۔ میں بار بار اپنی بات دوہرانے کا عادی نہیں ہوں اس لئے چیز بتا دو کہ تمہارا تعلق کس گروہ یا تنظیم سے ہے۔“..... نادر نے کہا۔

"تم نے ہمارے مازم کو مار کر اچھا نہیں کیا۔ بہر حال تمہیں اور تمہارے ذیوڈ اس کے نتائج بھگتے پڑیں گے۔" صدیقی نے کہا۔

"دھمکی اور مجھے۔ نادر کلر کو دھمکی۔ قاسم۔ قاسم اس پر کوڑوں کی بارش کر دے۔" نادر نے لفکھت پاگلوں سمجھے انداز میں جیخ جیخ کر کوڑا بردار سے مخاطب ہو کر کہا تو صدیقی بھی گما کہ یہ ایسے باز نہیں آئیں گے۔ چنانچہ اس نے اپنے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا موز کر دوسری انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھی پر رکھ کر اسے تین پار مخصوص انداز میں دبایا اور ساتھ ہی اس نے اپنا سانس روک لیا لیکن سانس روک پینے کے باوجود انگوٹھی میں موجود گیس کمرے میں بکھر جانے کی وجہ سے صدیقی کا سر گھونٹنے لگا اور صدیقی نے فوراً ہی اپنے ذہن کو سنبھالنے کی کوشش شروع کر دی۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی انگوٹھی سے نکلنے والی گیس ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں پورے ہاں میں پھیل گئی ہوگی اور سوائے اس کے ہاں میں موجود سب افراد خاور سمیت بے ہوش چکے ہوں گے اور اب اس وقت تک ہوش میں نہیں آ سکتے جب تک پانی کی کچھ مقدار ان کے حلق سے نیچے نہ اتار دی جائے اس نے مجبوراً ایسا کیا تھا کیونکہ نادر نے اپنے آدمی کو مسلسل انہیں کوڑے مارنے کا حکم دے دیا تھا اور صدیقی جانتا تھا کہ اس طرح وہ اور خاور دونوں کا عبرتاک حرث ہو سکتا ہے اس لئے اس نے آخری چارہ کار کے طور پر انگوٹھی میں موجود گیس کو اوپن کر دیا

تھا۔ صدیقی نے حال ہی میں یہ انگوٹھی ایکریمیا سے آنے والے ایک دوست سے حاصل کی تھی۔ بظاہر یہ عام سی انگوٹھی تھی لیکن جیسے ہی اسے تین پار مخصوص انداز میں پر لیں کیا جائے تو انگوٹھی میں بند گیس اوپن ہو جاتی تھی اور یہ گیس جس قدر تیزی سے اڑ کرتی تھی اس قدر تیزی سے فضا میں مل کر بے اثر بھی ہو جاتی تھی اس لئے صدیقی نے کچھ دیر بعد آہستہ سے سانس لیا اور پھر اس نے بے اقتیاد لبے لبے سانس لینے شروع کر دیئے۔ اب وہ نارمل ہو چکا تھا۔ اس کی توقع کے مطابق مانتے کری پر نادر ڈھلکا ہوا بے ہوش پڑا تھا جبکہ قاسم اور ذیوڈ دونوں فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ ساتھ والی کری پر موجود خاور بھی بے ہوش ہو چکا تھا۔ صدیقی کے لئے مسئلہ یہ تھا کہ اسے اور خاور دونوں کو کرسیوں کی قطار میں ہے درمیان والی کرسیوں پر جکڑا گیا تھا اس لئے وہ اپنی ٹانگ عقربہ میں لے جا کر وہ بھن پر لیں نہیں کر سکتا تھا جس سے راذز کھلانے ہیں اس لئے وہ نادر اور اس کے ساتھیوں کو بے ہوش کر دینے کے باوجود ویسے ہی راذز میں جکڑا ہوا پیٹھا تھا اور ان راذز سے چھٹکارے کی اچھے کوئی تجویز بھونہ آ رہی تھی۔

راڑز بھی اس کے جسم کے ساتھ رگڑ کھا رہے تھے اس لئے وہ کسی صورت بھی راڑز سے اس وقت تک چھٹکارا حاصل نہ کر سکتا تھا جب تک راڑز غائب نہ ہو جائیں لیکن اسے یہ بھی معلوم تھا کہ کسی بھی وقت باہر سے کوئی ہاں میں آ سکتا تھا اور اس صورت میں ظاہر

ہے ان دونوں کو گولی مار دی جائے گی۔ چنانچہ اس نے اپنے آپ کو راڑز سے رہائی دلانے کے لئے سوچنا شروع کر دیا لیکن بظاہر اس کے ذہن میں کوئی طریقہ نہ آ رہا تھا۔ درمیانی کری ہونے اور دونوں سائینڈوں پر مزید کرسیوں کی وجہ سے وہ نائگ موز کر عقیل مہن پریس نہ کر سکتا تھا۔ راڑز اور اس سکھم میں اتنا گیپ موجود نہ تھا کہ وہ دیے ان کی جذبے سے نکل جاتا اور کوئی طریقہ اس کے ذہن میں نہ آ رہا تھا۔ وہ گیس فائر کے مزید کوڑے کھانے سے تو فیک گیا تھا لیکن اب کیا کرے۔ یہ اس کی سمجھی میں نہ آ رہا تھا۔ پھر اچاٹک ایک خیال اس کے ذہن میں آیا تو وہ بے اختیار چونکہ پڑا۔

”کوشش تو کر لینی پا ہے۔ کوشش کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے“..... صدیقی نے بولنے کے انداز میں بڑا تھے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دونوں پیروں کو زمین پر اچھی طرح جاتے ہوئے اپنی پوری طاقت پرے کری کو پیچھے کی طرف جھکنے دینے شروع کر دیے۔ پہلی چند کوششوں سے تو کری نے معمولی سی حرکت بھی نہ کی لیکن صدیقی مسلسل اپنی کوشش میں لگا رہا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر کری کا اوپر کا حصہ پیچھے کی طرف جھک گیا تو رزلٹ دیے ہی نکلے گا جیسے ہن پریس کرنے کا نکلتا ہے کیونکہ جو تار راڑز اور مہن کے درمیان ہوتا ہے۔ ایک سائینڈ سے جھکنا لگنے سے اس میں کچھ ایسا ہو گا اور اس کا وہی نتیجہ نکلے گا جو مہن پریس

کرنے سے نکلتا ہے اس لئے وہ مسلسل کوشش میں مصروف رہا لیکن چب کافی دیر تک کوشش کے باوجود وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا تو اس نے یہ تجویز ترک کرنے کا سوچا ہی تھا کہ اچاٹک کسی کتاب میں پڑھی ہوئی ایک بات اس کے ذہن میں آ گئی کہ انسان جب کوشش کرتا ہے تو شیطان اسے روکنے کی کوشش میں لگ جاتا ہے اور خاص طور پر اس وقت جب انسان کی کوشش بار آور ہونے والی ہو تو شیطان اس کے ذہن میں مایوسی پیدا کرنے کی کوشش کر کے اسے مزید کوشش سے روک دیتا ہے اس طرح بے شمار لوگ بھر پور کوشش کے بعد کامیابی کی منزل تک پہنچتے پہنچتے ناکام ہو جاتے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی اس نے پہلے سے زیادہ قوت سے کری کو عقیلی طرف جھکنے دینا شروع کر دیئے اور دوسرے یا تیسرا سے جھکنے پر اچاٹک کڑاک کی آواز کے ساتھ ہی کری کی پشت ایک جھکنے سے پیچھے کی طرف ہٹی اور اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر کنکاک کی آواز سنائی دی اور صدیقی کے جسم اور بازوؤں کے گرد موجود راڑز واپس کری میں غائب ہو گئے۔

”یا اللہ تمیر الاحدا کو شکر ہے“..... صدیقی نے بے اختیار کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اس طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے اسے خطرہ ہو کہ اگر اسے ایک لمحہ کی بھی دیر ہو گئی تو راڑز دوبارہ نمودار ہو جائیں گے۔ کھڑا ہو کر اس نے بے اختیار دو تین لمبے لمبے سانس لئے۔ اسے اس طرح محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے طویل قید کے بعد

اچانک رہائی مل گئی ہو۔ پھر وہ مژ کر کر سیوں کے عقب میں گیا اور اس نے خاور کی کری کے عقب میں موجود بٹن کو پیر سے پر لس کر دیا اور خاور کے جسم کے گرد موجود راذبھی کلک کی آواز کے ساتھ ہی غائب ہو گئے لیکن خاور اسی طرح ہے ہوش پڑا ہوا تھا۔ صدیقی کر سیوں کے عقب سے نکل کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بیر و فی دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے دروازہ لاکن کیا اور واپس مڑا۔ لیکن اسی لمحے اسے ایک خیال آیا تو وہ فرش پر بے ہوش پڑے ڈیوڈ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے اس کی تلاشی لی تو اس کی چیز سے اسے ایک مشین پٹل مل گیا جس میں فل میگزین موجود تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ یہ لوگ گیس سے بے ہوش ہوئے ہیں اس کے بغیر ان کے حلق میں پانی اترے یہ ہوش میں نہیں آ سکتے جبکہ اسے پہلے اس عمارت میں موجود دیگر افراد سے نہت لینا چاہئے۔ پھر مطمینان سے باقی کام ہو سکتا ہے۔

چنانچہ وہ مشین پٹل لئے دوبارہ بیر و فی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے آہستہ سے لاک ہٹایا اور دروازہ کھول کر باہر جانا کا۔ باہر راہداری میں کوئی موجود نہ تھا۔ وہ کمرے سے باہر آ گیا اور پھر تھوڑی دری بعد وہ اس پوری عمارت میں گھوم چکا تھا۔ یہ ایک اوست درجے کی رہائش کوئی تھی۔ یہاں نادر، ڈیوڈ اور قاسم کے علاوہ اور کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ البتہ پورچ میں دو گاڑیاں موجود تھیں۔ چنانچہ صدیقی مطمین ہو کر واپس نارچنگ بہل میں آیا اور کونے میں

موجوہ الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھولی تو اس کے پنجھے خانے میں پانی کی بوتلیں موجود تھیں۔ اس نے پانی کی ایک بوتل اٹھائی اور واپس آ کر اس نے اس بوتل کا ڈھکن ہٹایا اور ایک ہنگھ سے خاور کے جزو کو بھیجن کر اس نے بوتل کا دہانہ اس کے کھلے منہ میں رکھا اور پانی انڈیلنا شروع کر دیا۔ جیسے ہی دو گھونٹ پانی خاور کے حلق سے نیچے اڑا خاور کے جسم میں حرکت کے آثار موجوہ ار ہونے شروع ہو گئے۔

”جلدی ہوش میں آؤ خاور“..... صدیقی نے خاور کا کاندھا پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا تو خاور کے جسم کو ایک جھلکا سالگا اور نہ صرف اس نے آنکھیں کھول دیں بلکہ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

”اوہ... اوہ... وہ کوڑا مارا گیا تھا۔ پھر۔ پھر کیا ہوا“..... خاور نے اپنے سے کراتے ہوئے کہا تو صدیقی نے اسے پوری تفصیل بتا دی۔

”اوہ خدا یا اگر تمہارے پاس یہ خصوصی اگھوٹی نہ ہوتی تو مجھے ہمارا کیا حشر ہوتا۔ خاور نے اختنے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ مجبوراً مجھے اسی حالت میں اسے استعمال کرنا پڑا کہ ہم راہداری میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہو گیا کہ میں راہداری میں کامیاب ہو گیا ورنہ ہم بری طرح پھنس گئے تھے۔“..... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اب کیا کرنا ہے“..... خاور نے کہا۔

عقل میں پانی ڈالا۔ اس کے بعد ڈیوڈ اور سب سے آخر میں نادر کے عقل میں پانی اتا رکھا اس نے بوقت وہیں رکھی اور واپس آ کر پانی کری پر بینچے گیا۔

”کیا ہوا ہے۔ کیا زیادہ تکلیف ہے“..... صدیقی نے خاور کو ہر دن سہلاتے دیکھ کر تشویش بھرے لجھے میں پوچھا۔

”ہاں۔ پہلے زیادہ خراب تھی۔ اب تھیک ہو چکی ہے“..... خاور نے جواب دیا اور اسی لمحے قیدیوں کی طرف سے آنے والی کراہوں کی آوازیں سن کر صدیقی اور خاور دونوں کی نظریں ان تینوں پر جم جھکیں۔ وہ تینوں ہی ہوش میں آنے کے پرائیس سے گزر رہے تھے۔

”یہ۔ یہ کیا مطلب۔ یہ تم کیسے رہا ہو گئے۔ ہمیں کیا ہوا ہے“..... نادر نے ہوش میں آتے ہی انتہائی حیرت بھرے لجھے میں کہا پسکھا اس کے ساتھ بینچے ہوئے ڈیوڈ اور قاسم دونوں کے چہروں پر بھی شندیدھیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔

”میری انھیں میں ایک غنیمہ کپسول موجود ہے جس میں انتہائی خورترین گیس بھری ہوئی ہے جو لمبوں میں فضا میں پھیل کر اس سے بھی دو گناہ بڑے ہال میں موجود سب افراد کو بے ہوش کر سکتی ہے اور اس کا علاج پانی ہے۔ جب تک پانی معدے میں نہ جائے گا اس گیس کے اثرات ختم نہیں ہو سکتے۔ تم نے قاسم کو ہمیں مسلسل کڑے مارنے کا کہا تھا اس نے مجبراً مجھے اس وقت یہ گیس

”انہیں کرسیوں میں جکڑتا ہے۔ پھر اپنی اور تمہاری بینڈنگ کے مد ان سے پوچھے چکھ کریں گے“..... صدیقی نے کہا۔

”اور اس دوران کوئی آگیا تو پھر“..... خاور نے کہا۔

”میں نے پوری کوئی چیک کر لی ہے۔ ان تینوں کے علاوہ یہاں اور کوئی آدمی موجود نہیں ہے“..... صدیقی نے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ خاور، صدیقی سے زیادہ رشی تھا اس لئے صدیقی نے الماری میں موجود مینڈ بیکل باس تکالا اور پھر اس نے پہلے خاور کی بینڈنگ کی اور چین بگنگ کے لئے ایک لمحکش بھی لکھا دیا۔ اس کے بعد خاور نے صدیقی کی بینڈنگ کی بینڈنگ کر دی۔ پھر ان دونوں نے مل کر نادر، ڈیوڈ اور قاسم تینوں کو کرسیوں پر ڈال کر رانی میں جکڑ دیا۔ خاور نے ایک طرف پڑی ہوئی غالی کری لا کر چلی کری کے ساتھ رکھی اور خود اس پر بینچے گیا کیونکہ اسے محسوس ہونے لگ گیا تھا کہ اس کی طبیعت ابھی پوری طرح سنجھلی نہیں ہے۔ کوڑے کا آخری حصہ اس کی گردن پر اس انداز میں لگا تھا کہ اس کی شہ رگ کو خاصاً نقصان پہنچا تھا اور اسی وجہ سے خاور کی طبیعت مسلسل خراب تھی۔ اس نے کری پر بینچے کر گردن کو دونوں باتحوں سے سہلانا شروع کر دیا اور چند لمبوں بعد اس نے محسوس کیا کہ اس کی طبیعت سنجھل رہی ہے۔ شاید شہ رگ پر پڑنے والی ضرب کی وجہ سے شہ رگ سے خون کی روائی پوری طرح سے نہ ہو رہی تھی جبکہ صدیقی نے اس دوران پانی کی بوقت اٹھا کر پہلے اس قاسم کے

استعمال کرنا پڑی جبکہ میں خود راڑز میں جکڑا ہوا تھا۔ میں نے سانس روک لیا اس لئے میں ہوش میں رہا جبکہ میرے ساتھی سمیت تم سب بے ہوش ہو گئے۔ پھر میں نے اپنی کرسی کی عقبی پشت کو جھکلے دے دے کر توڑا تو کچھا پڑنے کی وجہ سے راڑز غائب ہو گئے اور میں آزاد ہو گیا۔ پھر میں نے اس ساری کوٹھی کا چکر لگایا لیکن تم تینوں کے علاوہ اور کوئی آدمی اس لوگوں میں موجود نہ تھا۔ پھر میں نے اپنے ساتھی کو ہوش دالایا۔ یہ خاصاً رخنی تھا اس لئے میں نے اس کی بینڈج کی اور پھر اپنی بھی۔ اس کے بعد تم تینوں کو کرسیوں پر جکڑ کر تمہیں پانی پلایا گیا اور تم ہوش میں آگئے اور اس قدر تفصیل میں نے اس لئے بتائی ہے کہ تم خواہ مخواہ مجھ سے والند کرتے رہو۔ صدیقی نے مسلسل ہوئے ہوئے کہا۔

”حیرت انگیز۔ میں نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔“ نادر نے کہا۔

”قاسم نے ہمیں کوڑے مارے اس لئے اس کی سزا موت ہے۔“ صدیقی نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی بولا صدیقی کا پاٹھ جیب سے باہر آیا اور دوسرے لمحے ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی پہلوان نما قاسم کے سینے میں گولیاں گھست چلی گئیں اور قاسم کے حلق سے بس ایک چیخ نکلی۔ اس کے راڑ میں جکڑے ہوئے جسم نے تڑپنے کی ناکام کوشش کی اور پھر اس کی آنکھیں ہے نور ہوتی چلی گئیں۔ اس کی گردان ایک جھکلے سے سائیدہ پر ہو گئی اور

ہم ذہلیا پڑ گیا۔

”دیکھا تم نے نادر۔ موت کیسی ہوتی ہے اور جب یہ آجائی ہے تو پھر اس دنیا سے مزید کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ تمہارے ساتھی ذیوڈ نے ہمیں انغو کیا اور ہمارے ملازم کو ہلاک کر دیا حالانکہ وہ بے گناہ تھا اس لئے ذیوڈ کو بھی موت کی سزا دی جاتی ہے۔“ صدیقی نے کہا۔

”م۔ م۔ میں۔ مجھے مت۔ مت۔“ ذیوڈ نے بری طرح ہٹکاتے ہوئے کہا لیکن صدیقی کے ہاتھ میں موجود مشین پھل جو اس نے اسی ذیوڈ کی جیب سے نکالا تھا، نے شعلے اگل دیئے اور جو حشر پہلے قاسم کا ہوا تھا وہی ذیوڈ کا بھی ہوا۔

”تم نے دیکھا نادر کہ موت کس طرح آتی ہے لیکن ابھی تم صرف دوسروں کو مرتے دیکھ رہے ہو۔ جب گولیاں تمہارے سینے میں اتریں گی تو تمہیں موت کی تختی کا صحیح اندازہ ہو گا۔“ صدیقی نے مشین پھل کا رخ نادر کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

”مجھے مت مارو۔ مجھ سے نظری ہو گئی ہے۔ میں اس نظری کا خیاڑہ بھکنے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ سے جتنی چاہو دولت لے لو اور یہ بھی میرا وعدہ ہے کہ میں آئندہ کبھی تمہارے راستے میں نہیں آؤں گا۔“ صدیقی نے روتے ہوئے بچھے میں کہا۔ اس کی ساری اکڑفون ختم ہو گئی تھی۔

”تمہارے حکم پر ہم پر کوڑے برمائے گئے اور تم نے ہمیں

”مجھے اس بارے میں کسی تفصیل کا علم نہیں کیونکہ یہ میرا فیلڈ نہیں ہے۔ البتہ مجھے اتنا معلوم ہے کہ وہ جعلی ادویات کا کام بھی کرتا ہے۔ لیکن اس سے زیادہ مجھے معلوم نہیں ہے۔“ نادر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سینہ اسلم کے خلاف کوئی ثبوت حاصل کرنا ہوتا کے بھاری رقم دینا پڑے گی۔“ صدیقی نے کہا۔

”سینہ اسلم کی دوستی جیگر ہے۔ بلیک پرانگٹ کلب کا جیگر جو دارالحکومت کا بڑا بدمعاش ہے بلکہ وہ اس کے کاروبار میں بھی شریک ہے۔“ نادر نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ اب میں اپنا وعدہ پورا کر رہا ہوں۔“ صدیقی نے کہا اور پھر ساتھ بیٹھے ہوئے خاور کی طرف مڑ گیا۔

”خاور سے چھوڑ دو۔“ صدیقی نے کہا۔ ”اچھا۔“ خاور نے کہا اور انھوں کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے نادر کی کری کے عقب میں جا کر بُشن پریس کیا تو کٹاک کی آواز کے ساتھ ہی راذ غائب ہو گئے اور اس کے ساتھ عی کری کے عقب میں موجود خاور تیزی سے سائیڈ پر ہوا۔

”وہ پورا ہو گیا۔“ نہیں چھوڑ دیا گیا لیکن تمہاری موت ضروری ہے۔“ صدیقی نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ نادر کچھ بولتا یا کرتا تڑپڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی مشین پسل سے نکلنے والی گولیاں نادر کے سینے پر پڑیں اور وہ چیختا ہوا اچھل کر دوبارہ کری

پسل کرنے والے کا حکم دیا تھا اس لئے تمہاری سزا بھی موت ہے۔ لیکن یہ معاف کی بालکی ہے اگر تم ہمیں بتا دو کہ تم کس کے کہنے پر نہار۔ خلاف کام کر رہے تھے اور یہ سن لو کہ تمہیں کفرم کروانا ہو گا۔“ صدیقی نے کہا جبکہ خاور خاموش بیٹھا یہ سب کچھ سن رہا تھا۔

”کیا تم وہ کرتے ہو کہ مجھے چھوڑ دو جیئے۔“ نادر نے کہا۔ ”باں۔“ ٹھیک ہے۔ میرا وعدہ کہ تمہیں چھوڑ دیا جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ تم نے سچ بولنا ہے۔“ صدیقی نے کہا تو خاور حیرت بھری نظروں سے صدیقی کی طرف دیکھنے لگا لیکن اس لئے ہوت بھپختے کے کوئی بات نہیں کی۔

”ہم پیشہ در قاتل کسی صورت بھی پارٹی کا نام نہیں لیا کرتے لیکن میں اس لئے بتا رہا ہوں کہ میں اگر مر جاؤں گا تو پھر مجھے اس راز کا کیا فائدہ ہو گا تو سنو۔“ مجھے یہ ماسک سینہ اسلم نے دیا تھا۔ سینہ ذرگ کا پوریشن کا مالک۔“ نادر نے جواب دیتے ہوئے کہا تو صدیقی اور خاور نے مخفی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

”سینہ اسلم کو تم کب سے جانتے ہو۔“ صدیقی نے پوچھا۔ ”گزرستہ دس سالوں سے۔ وہ اکثر مجھ سے بڑے کام لیتا رہتا ہے۔“ نادر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سینہ اسلم کا اصل کاروبار کیا ہے۔“ صدیقی نے پوچھا۔

پر گرا اور پھر پلٹ کر سائیڈ پر ہوا اور پھر لٹھکتا ہوا سیٹ سے نیچے فرش پر آگرا۔ اس کا جسم بڑی طرح ترپ رہا تھا لیکن چند لمحوں بعد اس کے جسم نے ایک زور دار جھلکا کھایا اور پھر ساکت ہو گیا۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔

”آؤ اب یہاں سے نکل چلیں۔ ہمیں عقبی طرف سے نکلا ہے۔ یہاں باقاعدہ دروازہ موجود ہے۔“ صدیقی نے کہا کیونکہ وہ پوری کوشی گھوم کر دیکھ چکا تھا۔

”کوئی کار نہ لے لی جائے یہاں سے۔“ ہمیں چھوڑ دیں گے۔“ خاور نے شاید زخمی ہونے کی وجہ سے کہا۔

”نہیں۔ اس کا گروپ خاصا بڑا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کافر کو پہچان لیں اور بعد میں نادر، ذیوں اور قاسم کی لاشیں ملیں تو ہمارے خلاف کارروائی شروع کر دی جائے۔“ صدیقی نے جواب دیا تو اس بار خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

جوانا کی بھری جہاز جیسی انہتائی طاقتور انجن کی حامل کاربرک پر خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ جوانا کے بازو بھل کی سی تیزی سے اسٹریم کو گھما رہے تھے اور اتنی بڑی کار انہتائی تیزی سے آگے جانے والی کاروں کو اور نیک کر کے آگے بڑھی گھما جا رہی تھی۔ سائیڈ سیٹ پر نائیگر بیٹھا ہوا تھا۔ عمران پہلے جوزف لہر جوانا کو فریدرک کو اٹھا کر رانا ہاؤس لے آنے کے لئے بھیجا ہوا تھا تھا لیکن اسے معلوم ہو کہ نائیگر بھی فریدرک کو صدیقی کے کہنے پر ڈھونڈ رہا ہے اور اس نے فریدرک کو دیکھا ہوا ہے تو اس نے جوزف کو ڈر اپ کر کے نائیگر کو جوانا کے ساتھ بھیج دیا تھا۔ ”فریدرک نے کیا کیا ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے۔“ نائیگر نے جوانا سے پوچھا۔

”ہاں۔ تم اور میں جا کر جس کو را کو اس کے کلب سے اٹھا

لائے تھے اس نے بتایا ہے کہ ماشر کو ہلاک کرنے کا ناسک اے فریڈرک نے دیا تھا اس لئے ماشر نے حکم دیا ہے کہ اس فریڈرک کو اٹھا کر راتا ہاؤس لے آیا جائے تاکہ اس سے معلومات حاصل کی جائے سکیں کہ وہ کس کی نمائندگی کر رہا ہے اور اس نے کیوں ماشر کو ہلاک کرنے کا ناسک کو برا کو دیا۔ جوانا نے تفصیل بتائے ہوئے کہا۔

”ہمیں گھوڑا دہانہ ڈھونڈنا ہو گا۔“ نائیگر نے کہا۔

”سوری نائیگر۔ میں ایسا کام نہیں کر سکتا۔ ہمیں سامنے کے راستے سے اندر جانا ہو گا۔“ جوانا نے سرد لبجھ میں کہا۔

”لیکن کیسے۔ دیوار بھی نہیں پھلانگی جا سکتی اور اگر فریڈرک اس عمارت میں رہتا ہے تو اس نے لازماً اور بھی بہت سے انتظامات کر رکھے ہوں گے۔“ نائیگر نے کہا۔

”کچھ بھی ہو۔ ہمیں اندر جانا ہے۔ میں کار کو سامنے پارکنگ میں روکتا ہوں۔“ جوانا نے اسی طرح سرد لبجھ میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کار ایک پارکنگ میں روک دی۔ پھر دونوں بیچے اتر آئے تو جوانا نے سائیڈ سیٹ اٹھا کر بیچے موجود باکس میں دو مشین پسلو اٹھا کر ایک اپنی جیب میں ڈالا اور دوسرا اس نے پالیکر کی طرف بڑھا دیا۔

”نیچے کی جیب میں مشین پسل موجود ہے۔“ نائیگر نے کہا تو جوانا نے دوسری مشین پسل بھی اپنے کوت کی دوسری جیب میں رکھ لیا اور پھر کار کو لاک کر کے وہ دونوں مزے اور سڑک پار کر کے اس فریڈرک والی عمارت کی طرف بڑھتے ٹلے گئے۔

”مجھے بھی بتاؤ کہ تم کیا کرتا چاہتے ہو۔“ نائیگر نے قدرے لکھے ہوئے لبجھ میں کہا۔

”تم خود دیکھ لو گے۔ تم نے صرف فریڈرک کو پہچان کر مجھے بتانا ہے۔ تمہیں ماشر نے اس لئے ساتھ بھیجا ہے کہ تم فریڈرک کو

لائے تھے اس نے بتایا ہے کہ ماشر کو ہلاک کرنے کا ناسک اے فریڈرک نے دیا تھا اس لئے ماشر نے حکم دیا ہے کہ اس فریڈرک کو اٹھا کر راتا ہاؤس لے آیا جائے تاکہ اس سے معلومات حاصل کی جائے سکیں کہ وہ کس کی نمائندگی کر رہا ہے اور اس نے کیوں ماشر کو ہلاک کرنے کا ناسک کو برا کو دیا۔ جوانا نے تفصیل بتائے ہوئے کہا۔

”اوہ اچھا۔ تو یہ یگم ہو رہی ہے۔“ نائیگر نے کہا تو اسی لمحے جوانا نے کار کو ایک سائیڈ پر جاتی ہوئی سڑک پر ہوڑ دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کی کار ایک بار پھر تیزی سے گھومی اور ایک ایسی سڑک پر آگئی جہاں بنس پلازے خاصی تعداد میں تھے اور اعاظت نما ایریئے بھی موجود تھے۔

”کیوں ایکس تھری۔ یہ کیوں ایکس نامی شریعت ہے کیونکہ ہر بلڈنگ پر کیوں ایکس درج ہے۔“ جوانا نے کہا اور کار کی رفتار آہستہ کر دی تاکہ نمبر ۳ آسانی سے پڑھ سکے اور پھر کار ایک خاصی بڑی احاطے نما عمارت کے بڑے سے سیاہ رنگ کے گیٹ کے سامنے سے گزری تو وہاں کیوں ایکس تھری کا بورڈ موجود تھا۔ فرنٹ دیوار خاصی اوپنجی تھی اور دیوار کے اوپر خاردار تار بھی بچھائی گئی تھی۔ تھوڑے فاصلے پر بلب بھی موجود تھے۔ انہیں دیکھ کر ہی نائیگر سمجھ گیا کہ تاروں میں الکٹریک کرنٹ دوڑ رہا ہے۔ کار اب آگے بڑھ چکی تھی۔

پہچانتے ہو ورنہ وہ جوزف کو میرے ساتھ بیجھ رہے تھے۔۔۔ جوانا نے کہا تو نائیگر اس کی بات پر غصہ کھانے کی بجائے ہنس پڑا۔۔۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ ویسے بھی تم سنیک ٹلر کے چیف ہو۔۔۔“ نائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا تو جوانا بھی بے خیال مسکرا دیا۔۔۔ سڑک کر اس کر کے وہ دوسری طرف پہنچ کر تیزی سے فدم بڑھاتے ہوئے اس عمارت کی طرف چلے گئے۔۔۔ نائیگر کسی حد تک تھم گیا تھا کہ جوانا کس طرح کا اقدام کرنے والا ہے اس لئے اس نے بھی جیب میں موجود مشین پسل کے دستے پر ہاتھ رکھ لیا تھا تاکہ اسے نکالنے اور فائز کرنے میں وقت ضائع نہ ہو۔۔۔ چانک کی سائیڈ میں ستون پر کوئی نمبر کی پلیٹ موجود تھی لیکن کسی کی نیم پلیٹ موجود نہ تھی۔۔۔

چانک پر ٹکوڑ سرکٹ کیمرہ لگا ہوا تھا جو انہیں قریب جانے پر نظر آیا۔۔۔ جوانا نے جیب سے مشین پسل نکالا اور دوسرے لئے تڑڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی کیمرے کے پرچے اڑ گئے۔۔۔ اس کے ساتھ مشین پسل پلک جھکنے میں واپس جوانا کی جیب میں چلا گیا اور جوانا نے ہاتھ بڑھا کر کال میں کا بنن پر لیں کر دیا۔۔۔

”کون ہے۔۔۔ ذور فون سے ایک سخت سی مردانہ آواز سنائی دی۔۔۔

”پولیس۔۔۔“ جوانا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔۔۔

”یہ فقیہہ ایکفسی کا سرکاری دفتر ہے۔۔۔ واپس جاؤ اور آئندہ یہاں مت آتا۔۔۔“ دوسری طرف سے خاصے غصیلے لہجے میں کہا گیا۔۔۔

”ہم اندر نہیں آتا چاہتے۔۔۔ ایک سرکاری لیٹر پر دستخط کروانے پیس۔۔۔“ جوانا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔۔۔ اس کے لہجے میں بھی غراہٹ موجود تھی۔۔۔ نائیگر خاموش کھڑا یہ سب ہوتا دیکھ رہا تھا۔۔۔

”کس کے دستخط۔۔۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔۔۔

”کوئی بھی رسید بک پر دستخط کر کے لیٹر لے لے۔۔۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔۔ ہم نے تو ڈیوٹی دیتی ہے۔۔۔“ جوانا نے کہا۔۔۔

”اوکے۔۔۔ میں آ رہا ہوں۔۔۔“ اس بار دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی کٹاک کی آواز سنائی دی اور رابطہ ختم ہو گیا۔۔۔

”تم نے اچھا کیا کہ کیمرہ پہلے توڑ دیا ورنہ بغیر یونیفارم کے ہمیں وہ کسی صورت پولیس والے نہ مانتے۔۔۔ پھر اس سے پہلے کہ جوانا، نائیگر کی بات کا جواب دیتا چھوٹا چھانک کھلا اور ایک آدمی باہر نکلا۔۔۔ اس کے کاندھے پر مشین گن لٹکی ہوئی تھی۔۔۔ وہ سامنے موجود جوانا اور نائیگر کو دیکھ کر حیرت سے اچھا ہی تھی کہ جوانا کا لمبا سا ہاتھ بھل کی ای تیزی سے آگے بڑھا اور دوسرے لمحے باہر آنے والا فضا میں المحتدا چلا گیا۔۔۔ جوانا نے اسے گردن سے پکڑ کر اوپر اٹھایا تو اس کی دونوں نانکیں اس طرح لٹک سی گئیں جیسے وہ مظلوم ہوں۔۔۔ یہ جوانا کی اس کی گردن پر گرفت کا نتیجہ تھا۔۔۔ جوانا اسے اسی طرح اٹھائے اندر داخل ہوا اور پھر دوسرے ہاتھ سے اس نے مشین گن اس کے کاندھے سے اٹاری اور ہاتھ کو مخصوص انداز میں جھنک کر اس نے اس آدمی کی گردن سے ہاتھ بٹھانا تو وہ آدمی نھا

میں مجھے اڑتا ہوا سائیڈ کی دیوار سے نکلا کر نیچے گرا اور ساکت ہو گیا۔ جوانا کے چیچے نائیگر اندر داخل ہوا تھا اور اس نے مڑ کر چھوٹا پھانک بند کر کے اسے لاک کر دیا تھا۔ عمارت کا رقبہ خاصاً وسیع و عریض تھا۔ عمارت بھی خاصی بڑی تھی اور پھانک اور عمارت کے درمیان خاصاً فاصلہ تھا اور عمارت دو منزلہ تھی۔

”آؤ“..... جوانا نے مشین گن سیدھی کر لئے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ نائیگر اس کے چیچے تھا۔ لیکن ابھی وہ آدھا درمیانی راستہ طے کر سکے تھے کہ دوسری منزل کی ایک کھڑکی سے ان پر فائرنگ کی گئی لیکن جوانا اور نائیگر دونوں ہی کھڑکی سے پکتے ہوئے شعلے دیکھ پکے تھے اس لئے اپنی تربیت کے مطابق لاشعوری طور پر انہوں نے دائیں ہائیں جھپ لگا دیئے اور گولیاں ان کے درمیان سے گزر کر زمین پر جا نکلا میں لیکن سائیڈ پر چھلانگ لگاتے ہی جوانا کے ہاتھ میں موجود مشین گن نے شعلے اگلے اور کھڑکی کی دوسری طرف سے ہلکی ہی جخ اور کسی کے گرنے کا دھماکہ سنائی دیا جبکہ جوانا اور نائیگر ایک بار پھر تیزی سے آگے کی طرف دوڑ رہے تھے لیکن جیسے ہی وہ برآمدے کی سیر ہیوں کے قریب پہنچے اچانک ایک راہداری سے دو سلیٹ آدمی تیزی سے نمودار ہوئے۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے جوانا کے ہاتھ میں موجود مشین گن نے شعلے اگلے اور وہ دونوں چیختے ہوئے نیچے گرے ہی تھے کہ جوانا اور نائیگر اس راہداری میں داخل ہو گئے۔ اس راہداری

کی دونوں سائیڈوں پر کمرے تھے جبکہ راہداری آخر میں جا کر مڑ چاتی تھی۔ راہداری میں موجود دروازے بند تھے۔ البتہ انہیں راہداری کے موڑ کی دوسری طرف سے اسکی آوازیں سنائی دے رہی تھیں جیسے کچھ لوگ دوڑتے ہوئے آرہے ہوں۔ جوانا نے نائیگر کو اشارہ کیا اور وہ دونوں راہداری کے اس موڑ پر دیوار سے پشت لگا کر کھڑے ہو گئے۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں تیزی سے قریب آتی جا رہی تھیں۔ یہ دو آدمیوں کے قدموں کی آوازیں تھیں اور چند لمحوں بعد دو آدمی تیزی سے موڑ مڑ کر جیسے ہی سامنے آئے جوانا کی مشین گن نے ایک بار پھر شعلے اگلے اور وہ دونوں بھی چیختے ہوئے نیچے آگئے۔

”آؤ“..... جوانا نے تیزی سے موڑ کی طرف جاتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں جیسے ہی موڑ مڑے اچانک چھقت پر سے چٹ کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی سرخ رنگ کا دھواں سا ان دونوں کے گرد پھیلتا چلا گیا اور ان دونوں کے ذہن اس طرح بند ہو گئے جیسے یہ مرے کا شر بند ہو جاتا ہے۔ پھر جس طرح تاریکی میں جگنو چلتا ہے ان طرح نائیگر کے ذہن میں روشنی کے نقطے نمودار ہونے شروع ہو گئے اور پھر آہستہ آہستہ روشنی پھیلتی چلی گئی۔ جب نائیگر کی آنکھیں کھلیں تو چند لمحوں تک تو وہ نیم خوابیدگی کے عالم میں رہا لیکن پھر ذہن پر چھائی ہوئی دھنڈ لیکھت صاف ہو گئی اور اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمبے وہ

یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ وہ ایک بڑے سے کمرے کی عقبی دیوار کے ساتھ موجود ہے۔ اس کے جسم کو گردن سے لے کر پیروں تک ایک ہی مل کھاتی ہوئی زنجیر سے باندھا گیا ہے اور جن کڑوں میں زنجیر ڈالی گئی تھی وہ کڑے دیوار میں مضبوط سے نصب تھے۔ اس نے دائیں باسیں دیکھا تو ساتھ ہی جوانا بھی اپنی حال میں جکڑا ہوا نظر آیا لیکن وہ ابھی تک ہوش میں آنے کی کیفیت سے گزر رہا تھا۔ سامنے ایک اوپنی پشت کی شاہانہ انداز کی کرسی پڑی تھی لیکن وہ خالی تھی حتیٰ کہ پورے ہال نما کمرے میں کوئی آدمی نہ تھا۔ کمرے کا سامنے والا دروازہ بھی بند تھا۔ نائیگر سمجھ گیا کہ انہیں کسی گیس فارے سے بے ہوش کر کے یہاں زنجیر میں جکڑا گیا ہے۔ زنجیر خاصی موٹی اور مضبوط نظر آ رہی تھی۔

”اوہ۔ ہم زندہ ہیں۔ حیرت ہے“..... اسی لمحے اسے جوانا کی آواز سنائی دی۔

”ہاں۔ شاید وہ ہمارے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں اس لئے انہوں نے ہمیں زندہ رکھا ہے ورنہ شاید بے ہوشی کے عالم میں ہی ہلاک کر دیا جاتا کیونکہ ہم نے بھی ان کے چھ آدمیوں کو بے دریغ ہلاک کر دیا ہے“..... نائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ جوانا کوئی جواب دیتا دروازہ کھلا اور ایک ادھیز عمر آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچے مشین گنوں سے مسلح دو افراد تھے۔ ادھیز عمر آدمی کو دیکھتے ہی نائیگر پہچان گیا کہ وہ

فریڈرک ہے۔

”یہ فریڈرک ہے جوانا“..... نائیگر نے سرگوشی کے انداز میں کہا تو جوانا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ادھیز عمر آدمی اس شاہانہ کری پر بینچ گیا۔ اس کے بینچے کا انداز بھی شاہانہ ہی تھا جبکہ مشین گنوں سے مسلح دونوں آدمیوں میں سے ایک جوانا کے قریب اور دوسرا نائیگر کے قریب آ کر بڑے چونکا انداز میں کھڑے ہو گئے۔ ادھیز عمر آدمی کی نظریں نائیگر پر جمی ہوئی تھیں۔

”تمہارا نام نائیگر ہے اور تم اندر ورلڈ میں کام کرتے ہو اور کہا جاتا ہے کہ تم سیکرت ایجنت عمران کے شاگرد ہو۔ میں درست کہہ رہا ہوں“..... ادھیز عمر آدمی نے سرد بلجھے میں کہا۔

”ہاں۔ تم درست کہہ رہے ہو اور تمہارا نام فریڈرک ہے اور تم کے دو سال پہلے کلب فرودخت کر دیا تھا اور یہ ہوا اڑاکی گھنی تھی کہ تم پاکیشی سے باہر چلے گئے ہو اور تم گزشتہ دو سالوں سے واقعی سامنے بھی نہیں آئے۔ میں درست کہہ رہا ہوں نا“..... نائیگر نے بھی اس کے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ ایکریمین جبھی کون ہے۔ اسے تو بھی اندر ورلڈ میں نہیں دیکھا گیا“..... فریڈرک نے جوانا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”اس کا نام جوانا ہے اور اس کا تعلق ایکریمین سے تھا۔ یہ پیشہ در قائموں کی ایک معروف ترین تنظیم ماشر کلر کا رکن تھا اور پھر یہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایکریمین سے پاکیشیا آ گیا۔ یہ عمران

عقلیم کر رہا ہو جبکہ نائیگر اس دوران اپنے جسم کو جھکتے دے دے کر ان کڑوں کو دیوار سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کڑے واقعی انتہائی مضبوطی سے دیوار میں نصب تھے اور جب تک کڑے نہ نکلتے تب تک وہ اس زنجیر کی بندش سے آزاد نہ ہو سکتے تھے۔ ان دونوں کے ہاتھوں کو بھی ان کے جسموں کے ساتھ ملا کر اوپر سے زنجیر سے جکڑا گیا تھا اس لئے وہ ہاتھوں کو استعمال بھی نہ کر سکتے تھے ورنہ نائیگر کو معلوم تھا کہ ان کڑوں میں میں موجود ہوں گے جن کی مدد سے کڑے کھولے اور بند کئے جاسکتے ہیں تاکہ زنجیر کو ان کڑوں سے خلک کیا جاسکے اور شاید اسی لئے ان کے ہاتھوں کو بھی ان کے جسموں کے ساتھ ہی جکڑا گیا تھا۔

”کیا جی بتا دوں“..... نائیگر نے کہا۔

”بیسی کہ تمہیں اس عمارت کے بارے میں اور میرے یہاں موجود ہونے کے بارے میں کیسے معلوم ہوا“..... فریڈرک نے کہا۔ مجھے ہاس عمران نے حکم دیا تھا کہ تمہیں اس عمارت سے اخواز کر کے ان کے سامنے پیش کروں۔ جوانا کو انہوں نے میرے ساتھ بھیجا تھا جس میں تو شاید کسی اور انداز میں عمارت میں داخل ہوتا یا پہلے انداز نہ ہو ش کرنے والی گیس فائر کرتا لیکن جوانا ڈائریکٹ ایکشن کا قائل ہے اس لئے اس نے ڈائریکٹ ایکشن کیا۔ جہاں تک اس عمارت میں تمہاری موجودگی کی بات ہے تو یہ بات ہاس عمران کو معلوم ہو گی۔ مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے کیسے

صاحب کو ہلاک کرنے آیا تھا۔ اس کے باقی ساتھی مارے گئے لیکن اس نے عمران صاحب سے مارشل آرٹ میں لٹکت کھانے نے بعد عمران صاحب کی ماتحتی اختیار کر لی ہے“..... نائیگر نے تفصیل کے ساتھ اور فاختراہ لجھے میں جوانا کا تفصیلی تعارف کرتے ہوئے کہا۔

”تمہیں یہاں کے بارے میں کس نے بتایا ہے“..... فریڈرک نے پوچھا۔

”یہ باقی پوچھنے کی بجائے تم یہ پوچھو کہ ہم یہاں آئنے کیسے ہیں“..... نائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم یقیناً مجھے ہلاک کرنے اور عمارت پر قبضہ کرنے آئے تھے لیکن تمہیں شاید معلوم نہ تھا کہ ہم نے یہاں جدید نیکنالوجی کو حفاظت کی غرض سے نصب کر رکھا ہے۔“ میں تمہیں پہچان گیا تھا اس لئے میں نے تم دونوں کو ہلاک کرنے کی بجائے یہاں جکڑ دیا تاکہ تم سے اصل بات اگلوں سکوں اور سنو۔ تم دونوں نے میرے آدمیوں کو ہلاک کیا ہے اس لئے موت تو بہر حال تمہارا نصیب ہو گی لیکن اگر تم سب کچھ جیج تبا دو تو میرا وعدہ کہ تمہاری موت کو آسان کر دوں گا۔ براہ راست ول میں گولیاں کھا کر آدمی فوری ہلاک ہو جاتا ہے اور یہ واقعی آسان موت کھلانی جانے کی حقدار ہے“..... فریڈرک نے ایسے لجھے میں کہا جیسے آسان موت کا کہہ کر وہ نائیگر اور جوانا دونوں پر احسان

ہمارے ملک کی نوجوان نسل کے حلق میں صرف دولت کی خاطر اتار رہے ہو اور ہم اپنی نوجوان نسل کو اس زبر سے بچانا چاہتے ہیں۔۔۔ نائیگر نے قدرے جذباتی لمحے میں کہا تو کری پر بیٹھا ہوا فریدرک بے اختیار نفس پڑا۔

”تمہیں نوجوان نسل کی فخر ہے جبکہ اس وقت تمہیں اپنی فخر کرنی چاہئے۔۔۔ فریدرک نے ہستے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا ہاتھ ساتھ کمزیرے مسلح آدمی کی طرف پر حایا تو اس مسلح آدمی نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن فریدرک کی طرف پر حا دی۔۔۔

”تمہارا آخری وقت آ گیا ہے۔۔۔ فریدرک نے مشین گن کا رخ نائیگر اور جوانا کی طرف کرتے ہوئے قدرے سفاک لمحے میں کہا۔۔۔

”لھیک ہے۔ مجھے بھی یقین آ گیا ہے تمہاری بات پر کیونکہ ہم بھی طرح جکڑے ہوئے ہیں اور تمہارے ہاتھ میں مشین گن ہے لیکن کیا تم تمہیں انسانیت کے ناطے آدھے گھنٹے کی مہلت دے سکتے ہو۔۔۔ نائیگر نے کہا۔۔۔

”آدھے گھنٹے میں تم کیا کرو گے۔۔۔ فریدرک نے طریق انداز میں سکراتے ہوئے کہا۔۔۔

”ہم یہ سے پہلے عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ تمہیں اگر کوئی خوف ہو تو بے شک ہمارے جسم کے گرد دو چار زنجیریں اور جکڑ

معلومات حاصل کیں۔۔۔ نائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ ”تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم حق بول رہے ہو اس لئے تمہاری موت آسان بنا دیتا ہوں۔ تمہارے بعد میں تمہارے اس بس سے بھی نہت ہوں گا۔۔۔ فریدرک نے کہا۔

”موت زندگی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ البتہ میں تمہیں ایک آفر کر سکتا ہوں۔ اس آفر کو قول کر کے تم فائدے میں رہو گے۔۔۔ نائیگر نے کہا تو فریدرک بے اختیار چوک پڑا۔

”کیسی آفر۔۔۔ فریدرک نے چوک کر پوچھا۔

”یہی کہ تم تمہیں گولڈن کولوک تیار کرنے والے، پیک ٹرینے والے اور پھر اسے ملک میں پھیلانے کے مکمل نیٹ ورک میں تفصیلات بتا دو۔ اس کے جواب میں ہم تمہیں اس نیٹ ورک سے علیحدہ سمجھنا شروع کر دیں گے۔ اس طرح تمہاری زندگی محفوظ ہو جائے گی۔۔۔ نائیگر نے کہا۔

”تمہارا تعلق تو اندر ولادت سے ہے اور جو کچھ تم کہہ رہے ہو یہ تو کسی سرکاری ایجنسی کا کام ہو سکتا ہے۔ کیا تم گولڈن کولوک کے نیٹ ورک پر خود قبضہ کرنا چاہتے ہو۔۔۔ فریدرک نے قدرے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”ہم یہ تمام معلومات اٹلی جس کے حوالے کرنا چاہتے ہیں اور تمہارے اس بلیک برس کا مکمل خاتمه کرنا چاہتے ہیں۔ یہ زبر تم

وہ.....ٹائیگر نے کہا۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے اپنے جسم کو جھکلے دے کر کزوں کو دیوار سے نکالنے کی مسلسل کوشش کی ہے لیکن تمہیں اس میں کوئی کامیابی اس لئے نہیں ہوئی کہ یہ کڑے دیوار میں اس انداز میں ڈالے گئے ہیں کہ دو ہاتھی بھی مل کر دور لگائیں تو بھی یہ کڑے دیوار سے باہر نہیں آ سکتے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم آدھا گھنٹہ کیوں مانگ رہے ہو تاکہ تم ان زنجیروں سے اپنے آپ کو آزاد کر سکو لیکن میرے پاس ضائع کرنے کے لئے وقت نہیں ہے۔ میں جو معلوم کرنا چاہتا تھا وہ میں نے معلوم کر لیا ہے کہ ہمارے خلاف اس سارے کھیل کا مرکزی کروار عمران ہے۔ اب عمران مجھ سے فتح نہیں سکے گا اس لئے تم دونوں چھٹی کرو۔".....فریڈرک نے مشین گن کو ایک بار پھر سیدھا کرتے ہوئے کہا۔ ٹائیگر اور جوانا دونوں ان زنجیروں کی وجہ سے بے بس کھڑے تھے کہ اچانک فریڈرک نے مشین گن جھکالی۔

"اوکے۔ تم مزید زور لگا لو۔ اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس عمران کو یہاں منگوا کر تم تینوں کا اکٹھا خاتمہ کروں۔".....فریڈرک نے کہا۔

"سنو۔ اپنی غلیظ نوبان سے ماٹر کا نام آئندہ نہ لینا درست تھا ری ایک ایک ہڈی توڑ دی جائے گی۔".....اب تک خاموش کھرا جوانا اچانک پھٹ سا پڑا۔

"تم۔ تم مجھے ڈھنکیاں دے رہے ہو۔ مجھے۔".....فریڈرک نے یکنہت مشین گن ایک جھکلے سے سیدھی کرتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے تذہراہت کی آواز کے ساتھ ہی مشین گن سے شعلے نکل کر جوانا کی طرف لپکے اور ٹائیگر نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں کیونکہ اب جوانا کے بچتے کا کوئی امکان باقی نہ رہا تھا۔

روک کر ڈرائیور نے ہارن بجايا تو فیکٹری کا چھوٹا چھانک کھلا اور ایک مسلسل گارڈ باہر آ گیا۔ کار کو دیکھ کر وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے قریب آ کر موڈ بانہ انداز میں سلام کیا۔

”مینگ کہاں ہو رہی ہے؟“..... ڈرائیور نے پوچھا۔

”زیر و سائید پر جتاب“..... گارڈ نے انتہائی موڈ بانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کون کون آ چکا ہے؟“..... ڈرائیور نے پوچھا۔

”سینھ اسلم، سردار داؤد اور جتاب بورنو“..... گارڈ نے ایک بار پھر موڈ بانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے“..... ڈرائیور نے کہا اور کار کو ایک جھٹکے سے آگے بڑھا۔ عقی سیٹ پر بیٹھا ہوا آدمی خاموش رہا تھا۔ کار فیکٹری کے آخر میں موجود سڑک پر گھوم گئی اور پھر فیکٹری کے آخری حصے کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ یہاں صرف فیکٹری کی اوپنجی دیوار نظر آ رہی تھی یا دور دور تک پہنچتے ہوئے کھیت اور درخت نظر آ رہے تھے۔ ڈرائیور نے سائید سیٹ پر پڑا ہوا ایک بیگ اٹھایا اور اسے کھول کر اس میں سے ایک ریبوٹ نما آئندہ لکال کر اس نے ہاتھ کھڑکی سے باہر نکالا اور اس آلے کا ایک ہٹن پر لیس کر دیا۔ دوسرے لمحے گڑگراہٹ کی آواز کے ساتھ ہی وہ جگہ چہاں کار موجود تھی کسی لفت کی طرح پیچے اترنی چلی گئی۔ تھوڑی در بعد کار مزید پیچے جانے سے رک گئی۔ سلے نے ایک بڑا سا ہال کرہ تھا۔ ڈرائیور نے کار آگے بڑھانی اور

سیاہ رنگ کی کار تیزی سے دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیور گ سیٹ پر ایک نوجوان تھا جبکہ عقی سیٹ پر ایک لہے قد اور بھاری جسم کا اوپیز عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا سر گنجنا تھا۔ آنکھوں پر سیاہ گاہک تھی۔ اس نے انتہائی قیمتی کپڑے اور جدید تراش خراش کا سوت پہننا ہوا تھا۔ وہ اپنے چہرے اور انداز سے انتہائی متمول آدمی دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک رسالہ تھا جسے وہ بیٹھا پڑھ رہا تھا۔ سڑک پر ٹریک تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی کیونکہ یہ سڑک مضائقات کی سڑک کھلانی تھی۔ تقریباً ڈریڈھ گھٹکے کی مزید اور مسلسل ڈرائیور گ کے بعد کار ایک وسیع و عریض فیکٹری کے چہازی سائز کے گیٹ کے سامنے رک گئی۔ فیکٹری کے گیٹ کے باہر ایک چہازی سائز کا بورڈ نصب تھا جس پر جملی حروف میں کلی میڈیسین فیکٹری کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ کار کو

کار بھیسے ہی اس حصے سے آگے بڑھی کھاک کی آواز کے ساتھ وہ پورا حصہ جس پر کار موجود تھی ہال کی چھت سے جا ملا۔ اب محسوس بھی نہ ہو رہا تھا کہ یہاں اس ناٹپ کا کوئی ستم بھی موجود ہے۔ کرے کی سائیڈ پر ایک راہداری موجود تھی۔ ڈرائیور اس راہداری میں کار چلاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ راہداری کے اختتام پر اس نے کار موزی اور وہ اب ایک بڑے ہال میں پہنچ گئے چہاں تین کاریں پہلے سے موجود تھیں۔ ڈرائیور نے کار ان کاروں کی سائیڈ میں روک دی اور پھر وہ دونوں نیچے اتر آئے۔

”تم یہیں رک گے ہنری۔ ضرورت پڑنے پر تمہیں کال کر لیا جائے گا“..... ادھیز عمر آدمی نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔

”لیں سر“..... ڈرائیور نے موڈ بانش انداز میں سر جھکاتے ہوئے کہا تو ادھیز عمر آدمی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ پھر ایک بند دروازے کے سامنے رک کر اس نے دروازے کی سائیڈ دیوار پر موجود ہلن پر لیں کر دیا۔

”کون ہے“..... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”آغا کرامت“..... ادھیز عمر نے جواب دیتے ہوئے کہا تو دروازہ کھاک کی آواز سے کھل گیا اور ادھیز عمر اندر داخل ہوا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس میں گول میز موجود تھی۔ میز کے گرد کمی ہوئی کرسیوں میں سے تین پر اس وقت تین آدمی بیٹھے ہوئے تھے جن میں سے ایک دبلا پتلا مقامی آدمی تھا جبکہ ایک ایکر بیمن تھا اور

جسرا ادھیز عمر مقامی تھا جس کے سر پر موجود گھنے ہال اس کے کامیوں پر پڑ رہے تھے اور اس نے سر پر سرخ رنگ کی مخصوص انداز کی نوپی پہنی ہوتی تھی۔

”بیلو مسٹر برونو“..... آغا کرامت نے سب سے پہلے ایکر بیمن سے مخاطب ہو کر کہا اور بڑے گر بھوشنہ انداز میں اس سے مصافحہ کیا۔ پھر اس نے باقی افراد سینہ اسلم اور سردار داؤد سے ہیلو کیا اور مصافحہ کرنے کے بعد وہ ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا تو سردار داؤد اپنی کرسی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے دروازے کے ساتھ دیوار میں نصب سونگ بورڈ پر موجود کمی ہلن پر لیں کر دیئے اور پھر داپن آ کر کری پر بیٹھ گیا۔

”یہ خصوصی مینگ اس لئے کال کی گئی ہے کہ ہمارے سب سے ناٹپ سیل بنس گولڈن کولوک کے خلاف کچھ لوگ کام کر رہے ہیں اور ہمیں خطرہ ہے کہ کسی بھی وقت کوئی بھی حکومتی ایجنٹی ہماری فکریوں اور گوداموں پر ریڈ کر سکتی ہے۔ ہمیں اس سے اپنے آپ کو حفاظ رکھنا ہے“..... سردار داؤد نے باقی ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”خطرے کی کیا تفصیل ہے“..... آغا کرامت نے کہا تو سردار داؤد نے سینہ اسلم کو بولنے کا اشارہ کیا۔

”فیلڈ کا چارج میرے پاس ہے۔ مجھے پہلے اطلاع ملی کہ ایک آدمی مارکیٹ میں گولڈن کولوک تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ میں نے

نے کہا۔

”لیکن یہ عمران تو حق اور نکھنو نوجوان ہے۔ وہ اس معاملے میں کیسے آنکھ کرے گے؟..... آغا کرامت نے کہا تو سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

”کیا آپ اسے جانتے ہیں؟..... بورنو نے کہا۔

”ہاں۔ اس کے ڈیلی سر عبدالرحمٰن جو کہ سنشل اٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جزل ہیں ان سے ہمارے قبیلی تعلقات ہیں۔ وہ بھی ہماری طرح جامگیردار ہیں۔ البتہ میں سیاست میں آگیا اور وہ سروس میں چلے گئے۔ عمران ان کا اکلوتا بیٹا ہے اور جب بھی ان کے سامنے ان کے بیٹے کے بارے میں کوئی بات ہوتی ہے تو وہ پڑے دکھ سے کہتے ہیں کہ ان کا ایک ہی بیٹا ہے اور وہ بھی نکما اور نکھتو ثابت ہوا ہے۔ اب باپ سے زیادہ کون اپنے بیٹے کو جان سکتا ہے؟..... آغا کرامت نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”چور وہ یقیناً اس لئے اس راستے پر لگا ہو گا کہ اس طرح وہ ہمیں بلیک میل کر سکے اور ہم نے کسی کی بلیک میلنگ میں نہیں آتا۔ اگر ایک بار ہم کسی کی بلیک میلنگ میں آگے تو پھر ساری عمر وہ جو نک کی طرح ہماجن پیتا رہے گا۔..... سردار داؤد نے کہا۔

”اس نے ہمیں کیا بلیک میل کرنا ہے۔ اس کا خاتمه اب تک ہو چکا ہو گا۔..... سینہ اسلم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”وہ دو آدمی کون ہیں جن کے بارے میں فیروز خان نے آپ

اس آدمی کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو معلوم ہوا کہ اس کا نام علی عمران ہے۔ سنشل اٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جزل سر عبدالرحمٰن کا اکلوتا بیٹا ہے۔ وہ پاکیشی سینکڑت سروس کے لئے کام کرتا ہے اور سنگ روڈ پر ایک فلیٹ میں اپنے بادر بھی کے ساتھ رہتا ہے۔ میں نے فریڈرک سے بات کی اور اسے اس آدمی کے خاتمے کا مشن کسی پیشہ در قاتل تعظیم کے ذمے لگانے کا کہا۔ پھر مجھے فیلا سے اطلاع دی گئی کہ دو افراد بہادرستان کے اخت بن کر مارکٹ کے شاکٹ فیروز خان کے پاس گئے اور انہوں نے کیش پر بہادرستان کے لئے مسلسل سپالائی مانگی لیکن فیروز خان انہیں ہوشیار آدمی ہے۔ اس نے فوراً چیک کر لیا کہ ان دونوں افراد کا سارا جو بہادرستان کے لوگوں جیسا تھا اور نہ ہی ان کی زبان اس لئے اس نے ان سے معدودت کر لی اور کہا کہ وہ ایسا کوئی دھنده نہیں کرتا۔

پھر فیروز خان نے مجھ سے بات کی تو میں نے ان دونوں آدمیوں کو ٹریس کرنے اور انہیں ہلاک کرنے کا تاسک دار احکومت کے ایک اور انتہائی موثر پیشہ در قاتل گروپ نادر کے ذمے ڈال دیا۔ ابھی تک اس کی طرف سے کامیابی کی اطلاع نہیں ملی لیکن کام جاری ہے۔..... سینہ اسلم نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”کیا یہ لوگ اٹیلی جنس کے ہیں؟..... بورنو نے کہا۔

”میں نے اٹیلی جنس میں موجود اپنے ذرائع سے تسلی کر لی ہے۔ اٹیلی جنس اپنے کسی مشن پر کام نہیں کر رہی۔..... سردار داؤد

کو بتایا تھا۔۔۔ بورنو نے پوچھا۔

”انہیں ٹریس کیا جا رہا ہے۔ ٹریس ہوتے ہی انہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ پھر بعد میں دیکھتے رہیں گے کہ وہ کون تھے اور کیوں اس معاملے میں انہوں نے مداخلت کی۔۔۔ سینھو اسلم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پھر اس میٹنگ کو بلا نے کا کیا مقصد ہے؟۔۔۔ آغا کرامت نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”یہ میٹنگ دراصل اس لئے بلائی گئی ہے آغا صاحب کہ ہم چاہتے ہیں کہ اپنے بنس کو سیکور کرنے کے لئے ہم مستقل ہوں پڑھیں۔ انہیں ان معاملات سے منشی کے لئے مختلف گروپوں اور تنظیموں کو ہائز کرنا پڑتا ہے اور انہیں بھاری رقمات کی ادائیگی کے باوجود ان سے خطرہ رہتا ہے کہ کہیں وہ الٹا ہمیں بلیک میل نہ کر شروع کر دیں۔۔۔ سردار داؤد نے کہا۔

”آپ کا مطلب ہے کہ باقاعدہ ایجنسی بنائی جائے؟۔۔۔ بورنو نے حیرت برے لمحے میں کہا۔

”جی ہاں۔ اب موجودہ حالات میں اس کی اشد ضرورت ہے۔۔۔ سردار داؤد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن سردار صاحب۔ یہ ایجنسی کیا کرے گی۔ کس سے لے گی اور کس طرح؟۔۔۔ آغا کرامت نے کہا۔

”جو بھی ہمارے بنس کے خلاف کام کرے گا اس کے خلاف۔

بچھے یہ عمران ہے یا وہ دو آدمی ہیں۔ اب ہمیں ان کے خلاف کام کرنے کے لئے مختلف گروپوں کو ہائز کرنا پڑتا ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ ان کی کارکردگی کس طبقہ کی ہے جبکہ ہماری ایجنسی کامل تربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے بہتر اور فوری نتائج دے سکی۔۔۔ سردار داؤد اپنی بات پر صرف تھا۔

”میرا خیال ہے کہ سردار داؤد اپنے آئندیا میں واضح نہیں ہیں۔ ہمارا بنس تین شعبوں میں پھیلا ہوا ہے۔ پہلا شعبہ وہ کارخانہ ہے جہاں گولڈن کلوک کے کپسول تیار کئے جاتے ہیں۔ دوسرا شعبہ وہ کارخانہ ہے جہاں مشینزی کے ذریعے انہیں پیک کیا جاتا ہے اور تیسرا شعبہ وہ گودام ہیں جہاں ان کو شاک کیا جاتا ہے۔ ہمیں ان تینوں شعبوں کو محفوظ بناانا ہے اس لئے بجائے لوائی بھڑائی کے تربیت یافتہ افراد کو مستقل پانچے کے اگر ہم ایک سیکورٹی ایجنسی قائم کر دیں جس کا ایک پیشہ گروپ پہلے شعبے، دوسرا گروپ دوسرے شعبے اور تیسرا گروپ تیسرے شعبے کی حفاظت کرے اور اگر کوئی غلط آؤی وہاں بچھ جائے تو اس کا خاتمہ کر دے۔۔۔ سینھو اسلم نے کہا۔

”سیکورٹی تو اپنے بھی موجود ہے اور خاصی موثر ہے۔ مزید افراد کو بھرتی کرنے سے معاملات اوپن بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ کاروبار کرتے ہوئے ہمیں چھ سال ہو گئے ہیں۔ آج تک یہ کاروبار بغیر کسی مداخلت کے زور شور سے چل رہا ہے۔ پہلی بار اب وہ عمران اور دو نامعلوم افراد نے اس کاروبار میں مداخلت کرنے کی کوشش کی

ہے جن کے خلاف کارروائی کی جا رہی ہے۔ یہ ہلاک ہو جائیں گے تو اگر ان کے پیچھے کوئی ہمارا کاروباری مخالف بھی ہوا تو وہ بھی خوفزدہ ہو کر خاموش ہو جائے گا اس لئے میری تجویز ہے کہ ایسی ایجنسی میں قائم کی جائے۔ البتہ ان گوداموں اور کارخانوں کی موڑ حفاظت سامنی آلات کی مدد سے کی جائے۔ آغا کرامت نے کہا تو پھر سوائے سردار داؤد کے باقی سب نے اس کی بات کی تائید کر دی۔

”اوکے۔ اگر سب کی بھی رائے ہے تو تھیک ہے۔ میں اپنی تجویز واپس لیتا ہوں لیکن ایک بات میں ضرور کہوں گا۔ اسکی چیزیں حس کہہ رہی ہے کہ معاملات ہمارے خلاف بے حد تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ عمران ہو یا دو ایجنسی افراد۔ یہ دیسے ہی نیند سے اٹھ کر گولڈن کولوک کے پیچھے نہیں بھاگے۔ لامحہ ان کے پس منظر میں کوئی ایسی پارٹی ہے جو ہمیں مکمل طور پر تباہ و برہاد کرنا چاہتی ہے اور صرف عمران اور ان دونوں ایجنسی افراد کی ہلاکت کے بعد معاملات رک نہیں جائیں گے۔“ سردار داؤد نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”آپ کی بات درست ہے سردار داؤد۔ اس پارٹی کا سراغ لگنا چاہئے۔ ہمیں اس کے لئے کوئی واضح اور نہوں لائجہ عمل اختیار کرنا چاہئے۔“ آغا کرامت نے کہا۔

”کیسے معلومات حاصل ہو سکتی ہیں؟“ بورنو نے کہا۔

”ایک ہی حل ہے کہ ہم ان افراد کو ہلاک کرنے کی بجائے ان سے ان کے پیچھے موجود افراد کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ پھر انہیں پکڑیں اور ان کے پیچھے جو لوگ ہوں ان کے بارے میں معلوم کریں۔ اس طرح پس منظر میں جو لوگ بھی ہوں گے وہ سامنے آ جائیں گے اور پھر ان سب کا خاتمه ہمارے تحفظ کی ہمائت بن جائے گا۔“ آغا کرامت نے کہا۔

”لیکن یہ تو باقاعدہ جاسوسی کا کام ہے۔ کون کرے گا یہ سب کچھ؟“ بورنو نے کہا۔

”ایک ایجنسی ہے جو پرائیوریٹ طور پر یہ کام کرتی ہے۔ خاصی تیز اور فعال ہے۔ اگر یہ ان کے ذمے لگایا جائے تو وہ یقیناً اصل لوگوں تک پہنچ جائیں گے۔“ آغا کرامت نے کہا۔

”اگر آپ کو اس ایجنسی پر اعتماد ہے تو آپ اس سے بات ہمیں لیکن اس بات کا ہمیں خیال رکھتا ہے کہ ہمارے کارخانوں اور گوداموں کو خفیہ رہنا چاہئے۔ اس ایجنسی کو بھی ان کا علم نہیں ہونا چاہئے ورنہ حق ہونے سے اس بارے میں حکومت کو بھی پڑتے چل جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ پولیس اور ائمیلی جس حرکت میں آ جائے۔“ سینہ اعلم نے کہا تو سب بے اختیار چونک پڑے۔

”اوہ واقعی۔ اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ایجنسی ہمارے کاروبار کے بارے میں تفصیل سے واقف ہو کر اٹھا ہمیں ہی بلیک میل کرنا شروع کر دے۔ ہمارا اربوں، کھربوں کا کاروبار ہے۔ ہمیں جذباتی

انداز سے فیصلے نہیں کرنا چاہئیں۔”..... سردار داؤد نے کہا۔
”تو پھر جیسے چل رہا ہے معاملہ دیسے چلنے دیں۔ جو لوگ سامنے
آئے ہیں انہیں ہلاک کر دیا جائے جو بعد میں سامنے آئیں گے۔
انہیں بھی اسی طرح پیشہ در قاتمکوں کے ذریعے ہلاک کر دیا جائے۔
میرا خیال ہے کہ دو چار افراد کی موت سے بعد معاملات خود بخوبی
ٹھنڈے پڑ جائیں گے۔”..... آغا کرامت نے لہا اور چند لمحوں بعد
سب نے اس کی بات پر اتفاق کر لیا۔

”البتہ میری تجویز ہے کہ گوداموں اور کارخانوں میں ناجائز
والظے کو روکنے کے لئے سائنسی انتظامات کئے جائیں اور یہ کام
خاموشی اور آسانی سے ہو سکتا ہے۔ دیسے بھی حکومت کی طرف سے
یہ حکم ہے کہ ہر کارخانے دار اپنے کارخانے کی سیکورٹی زیادہ بہتر
انداز میں کرے۔ اس سلسلے میں ایک پارٹی موجود ہے جو یہ کام
ٹھیکے پر کرتی ہے۔”..... سردار داؤد نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ خود یہ کام کر دیں۔”..... سب نے بیک
زبان ہو کر کہا۔

”عمران ہلاک ہو گیا ہے یا نہیں۔ کیا یہ معلوم ہو سکتا ہے۔”۔ آغا
کرامت نے پوچھا۔

”یہاں سے فون نہیں کیا جاسکتا۔ اپنے آفس پہنچ کر معلوم کر
لوں گا اور پھر آپ کو اطلاع کر دوں گا۔”..... سینہجہ اسلم نے جواب
دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ میں بھی اپنے آفس میں ہی ہوں گا۔ اب اجازت
دیں۔”..... سردار داؤد نے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی
سب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

”ہمیں وقفہ دے کر باہر جانا ہے تاکہ یہاں کے لوگوں کو اس
غفیہ سیٹ اپ کا علم نہ ہو سکے۔”..... سینہجہ اسلم نے کہا تو سب نے
اثبات میں سر ہلا دیئے۔

ہری طرح الجھ گیا تھا۔ پھر کافی دیر تک سوچ پھاد کرنے کے بعد آخ کار اس نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ نادر کو فون کر کے اسے کہہ دے کہ وہ انہیں ہلاک نہ کرے بلکہ ان سے پوچھ پچھ کی جائے۔ چنانچہ اس نے میز کی دراز سے ایک سرخ رنگ کا کارڈ لیں فون ٹیکنک کالا اور اسے آن کر کے اس نے تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

”لیں۔ نادر ہوٹل“..... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”سردار نادر سے بات کرو۔ میں سینہہ اسلم بول رہا ہوں“۔ سینہہ اسلم نے تحکماں لبجھ میں کہا۔

”وہ اس وقت ہوٹل میں موجود نہیں ہیں۔ اپنے ایک خصوصی پوائنٹ پر ہیں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”وہیں کا فون نبردے دو۔ اٹ از ایم بیسی“..... سینہہ اسلم نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ سینہہ اسلم نے کال آف کی اور پھر تیزی سے بتایا گیا نمبر پر لیں کرنا شروع کر دیا۔ دوسری طرف گھنٹی بھتی رہی تھیں کسی نے کال رسیونہ کی۔ دو تین ہار مسلسل کوشش کے بعد اس نے ایک بار پھر کال آف کی اور دوبارہ نادر ہوٹل کے نمبر پر لیں کر دیئے۔

”نادر ہوٹل“..... رابطہ ہوتے ہی وہی مردانہ آواز سنائی دی۔ ”سینہہ اسلم بول رہا ہوں۔ جو نمبر تم نے بتایا ہے اس پر کال

سینہہ اسلم اپنے مخصوص آفس میں بیٹھا شراب پینے میں مصروف تھا۔ وہ ابھی گولڈن کولوک کے ڈائریکٹران کی خفیہ میٹنگ اندھ کر کے واپس آیا تھا اور جب سے وہ آیا تھا وہ مسلسل یہی سوچ رہا تھا کہ اسے نادر کو فون کر کے کہہ دینا چاہئے کہ وہ ان دو افراد کو ٹریں کر کے ہلاک نہ کرے بلکہ ان سے تفصیلی پوچھ پچھ کی جائے تاکہ ان کے پیچھے موجود وہ لوگ ٹریں ہو سکیں جو گولڈن کولوک بڑنس کو تباہ کرنا چاہتے ہیں لیکن پھر اسے خیال آ جاتا کہ اگر یہ لوگ ان کے کسی بڑنس مخالف کے آدمی ہیں تو پھر انہیں اس طرح مارکیٹ میں پوچھ پچھ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس بڑنس میں شامل لوگ تو دوسروں سے زیادہ اچھی طرح ایک دوسرے کو جانتے ہوتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے اور کہاں ہو رہا ہے۔ اس طرح عمران کی اس معاملے میں مداخلت اس کے حلق سے نہ اتر رہی تھی۔ اس کا ذہن

”اوہ۔ اوہ۔ یہ مشن میں نے انہیں دیا تھا۔ اگر اس نے ہمارے مطلوبہ دو افراد میں کر کے پکڑ لئے ہیں تو مجھے اور زیادہ ضرورت ہے اس سے فوری بات کرنے کی۔“..... سینہ اسلم نے کہا۔

”آپ ہولڈ کریں۔ میں خود انہیں فون کرتا ہوں۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

”یہ تو اچھا ہوا کہ وہ ان دونوں کو بے ہوش کر کے اپنے خصوصی پوائنٹ پر لے آیا اور اب ان سے پوچھ چکھ کر رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ نادر میری توقع سے بھی زیادہ عقل مند ہے۔“..... سینہ اسلم نے بڑی راستے ہوئے کہا۔

”ہیلو۔“..... تھوڑی دیر بعد رابرٹ کی آواز سنائی دی۔

”لیں۔ کیا ہوا۔ بات ہو گئی ہے۔“..... سینہ اسلم نے کہا۔
”وہاں واقعی کال ائندہ نہیں کی جا رہی۔ میں خود وہاں جا کر معلوم کتا ہوں کیونکہ وہ چیف کا خاص اور انہماً خیہ پوائنٹ ہے۔ میں وہاں سے فون کر کے چیف کی بات آپ سے کراؤ گا۔ آپ اپنا نمبر بتا دیں۔“..... رابرٹ نے کہا تو سینہ اسلم نے اسے اپنا خصوصی نمبر بتا دیا۔

”اوکے۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہوا تو سینہ اسلم نے بھی کال آف کر کے فون بھی آف کر دیا۔ پھر تقریباً ایک سچھے بعد فون کی تھنثی بیٹھی تو سینہ اسلم نے

ائندہ نہیں ہو رہی۔“..... سینہ اسلم نے کہا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بہر حال آپ میجر رابرٹ سے بات کر لیں۔ وہ اصل بات معلوم کر سکتے ہیں۔ ہولڈ کریں۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ میجر رابرٹ بول رہا ہوں۔“..... چند لمحوں بعد ایک دوسری مردانہ آواز سنائی دی۔

”سینہ اسلم بول رہا ہوں۔ کیا آپ مجھے جانتے ہیں۔“..... سینہ اسلم نے کہا۔

”لیں سر۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ اور چیف نادر کی بڑی گمراہی دوستی ہے۔ آپ فرمائیں۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“..... میجر رابرٹ نے کہا۔

”میں نے نادر سے فوری بات کرنی ہے۔ میں نے یہاں ہوٹل فون کیا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ اپنے کسی خصوصی پوائنٹ پر ہیں۔ وہاں کا فون نمبر دیا گیا جس پر میں نے کال کی لیکن وہاں تھنٹی بھتی رہی اور کسی نے کال موصول نہیں کی اس لئے میں آپ سے بات کر رہا ہوں۔ کیسے بات ہو سکتی ہے نادر سے۔“..... سینہ اسلم نے کہا۔

”وہ گئے تو وہیں تھے۔ ان کے آدمیوں نے دو آدمیوں کو انداز کر کے وہاں پہنچایا تھا اور چیف نادر خود ان سے بات کرنا چاہتے تھے۔“..... رابرٹ نے کہا تو سینہ اسلم بے اختیار اچھل پڑا۔

Upoaded BY Nadeem For UrduLanz.com

فون اٹھا کر اسے آن کیا اور پھر کان سے لگایا۔
”لیں۔ سینہ اسلم بول رہا ہوں“..... سینہ اسلم نے کہا۔

”راہرث بول رہا ہوں جناب۔ یہاں تو قتل عام کیا گیا ہے۔ چیف نادر اور اس کا ایک اہم ساتھی فریڈ اور اس خصوصی پوائنٹ کے انچارج قاسم کو ہلاک کیا گیا ہے۔ وہ سب کرسیوں پر راڑز میں جکڑے ہوئے موجود ہیں۔ ایک کری ٹولی ہوئی تی ہے۔ میں نے اس لئے آپ کو کال کی ہے کہ آپ میری کالی کے منتظر ہوں گے“..... راہرث نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو سینہ اسلم کا چہہ یکخت زرد سا پڑ گیا۔

”وہ دو آدمی۔ وہ کہاں ہیں جنہیں تم نے بتایا تھا کہ پکڑ کر اس خصوصی پوائنٹ پر لے جایا گیا تھا“..... سینہ اسلم نے لرزتے ہوئے لجھے میں کہا۔

”وہاں کوئی اجنبی آدمی نہیں ہے۔ البتہ کوئی کاعقبی دروازہ کھلا ہوا ملا ہے۔ وہ دونوں شاید نکل جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور یہ ساری کارروائی بھی یقیناً انہوں نے ہی کی ہے“..... راہرث نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ویری بیڈ۔ اب نادر کے بعد کون چیف بنے گا“..... سینہ اسلم نے کہا۔

”ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا“..... راہرث نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو سینہ اسلم نے بھی ایک طویل سانس

لیتے ہوئے فون آف کر دیا۔ اس کے چہرے پر شدید الجھن اور بے چینی کے تاثرات نمایاں تھے۔

”میری چھٹی حس پہلے ہی مجھے خبردار کر رہی تھی۔ اب تو یہ ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ انتہائی خطرناک ہیں۔ جنہوں نے نادر اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے وہ ہمیں کیسے چھوڑیں گے۔ اوہ۔ اوہ۔ مجھے جنگر سے بات کرنی چاہئے۔ جنگر اس معاملے میں یقیناً میری مدد کر سکتا ہے“..... سینہ اسلم نے بربادانے کے انداز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر موجود فون کا رسیور اٹھایا اور فون سیٹ کے نیچے موجود سفید رنگ کا ہٹن پر لیں کر دیا تاکہ فون ڈائریکٹ ہو جائے اور پھر اس نے تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

”بلیک پوائنٹ کلب“..... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی

وکی۔ ”سینہ اسلم بول رہا ہوں۔ جنگر سے بات کراؤ“..... سینہ اسلم نے لبھے اور خاص طور پر بھاری بتاتے ہوئے کہا۔

”بہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

”ہیلو“..... کچھ دیر بعد ایک اور مردانہ آواز سنائی دی۔ لبھے بے حد سخت تھا۔

”سینہ اسلم بول رہا ہوں جنگر“..... سینہ اسلم نے کہا۔

”اوہ آپ۔ فرمائیں۔ کوئی خاص بات ہے“..... دوسری طرف سے قدرے بے تکلفا نہ لجھے میں کہا گیا۔

”دو آدمی گولڈن کلوک کے خلاف معلومات حاصل کرتے پھر رہے تھے۔ میں نے نادر سے کہا کہ وہ ان دونوں کا خاتمہ کر دے۔ نادر کو تو تم جانتے ہو۔ پھر کچھ دیر پہلے مجھے اطلاع ملی کہ اس نے ان دونوں آدمیوں کو نہ صرف ٹریس کر لیا بلکہ انہیں بے ہوش کر کے اپنے مخصوص پواست پر لے گیا ہے۔ شاید وہ انہیں عذز میں جکڑ کر ان سے پوچھ گچھ کرنا چاہتا تھا لیکن ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ نادر کو اس کے دو ساتھیوں سمیت ہلاک کر دیا گیا ہے اور وہ دونوں آدمی غائب ہو چکے ہیں۔“..... سینہہ اسلم نے کہا۔

”نادر بھی ہلاک ہو گیا ہے۔ ویری بیٹھ۔ وہ تو بے حد طاقتور آدمی تھا۔“..... جیگر کے لجھے میں حیرت تھی۔

”ہاں۔ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔“..... سینہہ اسلم نے کہا۔

”یہ دو آدمی ہیں کون۔ کس تنظیم سے ان کا تعلق ہے اور ان کے ملینے کیا ہیں۔“..... جیگر نے کہا۔

”فیروز خان سے یہ دونوں ملے تھے اور اپنے آپ کو بہادرستان کے آدمی ظاہر کر کے انہوں نے گولڈن کلوک کی سپلائی بہادرستان کے لئے حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن فیروز خان مشکوک ہو گیا اور اس نے اس بارے میں صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد میں

نے نادر کو ان کی ہلاکت کا ہلاک دے دیا اور اب الٹا نادر کی موت کی اطلاع مل گئی ہے۔“..... سینہہ اسلم نے کہا۔

”نادر آپ کے بارے میں تفصیل جانتا تھا۔“..... جیگر نے پوچھا۔

”ہاں۔ کیوں۔“..... سینہہ اسلم نے چونک کر پوچھا۔

”میرا خیال ہے کہ گولڈن کلوک کے پیچھے کام کرنے والے یہ لوگ لازماً سرکاری انجمنی کے لوگ ہیں کیونکہ ایسے تربیت یافتہ لوگ ہی نادر جیسے آدمی کی گرفت سے نکل بھی سکتے ہیں اور انہا اسے اس کے ساتھیوں سمیت ہلاک بھی کر سکتے ہیں ورنہ نادر عام آدمی کے بس کا روگ نہیں تھا اور یقیناً انہوں نے نادر سے آپ کے بارے میں تفصیلات معلوم کر لی ہوں گی اور اب وہ آپ پر ہاتھ ڈالیں گے۔“..... جیگر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”مجھ پر وہ کیسے ہاتھ ڈال سکتے ہیں۔ میرا اس سے براہ راست کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ ساری دنیا اور پورا ملک جانتا ہے کہ میں نے کبھی کوئی بخاطر کام نہیں کیا بلکہ تمام اچھے کاموں میں شریک ہو رہا ہوں اس لئے بعض کسی ثبوت کے وہ مجھ پر ہاتھ کیسے ڈال سکتے ہیں۔“..... سینہہ اسلم نے حیرت بھرے لجھے میں کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ اس جیسی شخصیت پر بھی ہاتھ ڈالا جا سکتا ہے۔

”سینہہ صاحب۔ یہ لوگ دوسرا انداز اختیار کرتے ہیں۔ یہ آپ

کو اغوا کر کے اپنے اڈے پر لے جائیں گے اور پھر آپ وہاں وہ سب کچھ بتا دیں گے جو وہ جانتا چاہتے ہیں بلکہ ان معاملات کا بھی آپ اقرار کر لیں گے جن سے آپ کا بھی واسطہ بھی نہیں رہا ہو گا۔ ثبوت بھی آپ خود انہیں دیں گے۔ آپ نے تھرڈ ڈگری تشدد کے الفاظ تو سننے ہوئے ہوں گے۔۔۔ دوسری طرف سے جیگر نے کہا تو سینہہ اسلم کا چہرہ یکخت زرد پڑ گیا۔

”اوہ۔ اوہ۔ واقعی تم نمیک کہہ رہے ہو۔ یہ لوگ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ پھر مجھے کیا کرنا چاہئے؟۔۔۔ سینہہ اسلم نے کہا۔ ان کا لمحہ تما رہا تھا کہ وہ جیگر کی بات سن کر بری طرح خوفزدہ ہو گیا ہے۔

”کچھ نہیں۔ خاموشی سے ملک سے باہر چلے جائیں۔ یہاں کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ آپ کہاں گئے ہیں۔ وہاں پہنچ کر مجھے فون کر کے اپنا نمبر بتا دیں۔ میں یہاں ان دو آدمیوں کو ٹریں کر کے نہ صرف ان کا خاتمه کر دوں گا بلکہ ان کے پیچھے بھی جو لوگ ہوں گے ان کا بھی خاتمه کر کے آپ کو فون کر دوں گا۔ پھر آپ اطمینان سے واپس آ سکتے ہیں لیکن آپ کو مجھے معاوضہ میری مرضی کا دینا ہو گا۔۔۔ جیگر نے کہا۔

”ہاں۔ ہاں۔ دوں گا۔ منہ مانگا معاوضہ دوں گا۔ مگر اس مصیبت سے میری جان چھڑا دو۔۔۔ سینہہ اسلم نے رو دینے والے لمحے میں کہا۔

”پھر جیسے میں نے کہا ہے دیے ہی کریں۔ البتہ جانے سے پہلے پچاس لاکھ ڈالر ز کا چیک مجھے بھجوادیں۔ کاؤنٹر پر میرا آدمی سمجھو موجود ہو گا اسے چیک دے دیں۔ مجھے تک پہنچ جائے گا۔۔۔ جیگر نے کہا۔

”نمیک ہے۔ میں ابھی بھجواتا ہوں۔۔۔ سینہہ اسلم نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

”اوہ۔ اوہ۔ جیگر نمیک کہہ رہا ہے۔ مجھے فوراً یہاں سے نکل جانا چاہئے لیکن برس کو طویل عرصے تک اس طرح دوسروں پر چھوڑا بھی تو نہیں جا سکتا۔ پھر کیا کیا جائے؟۔۔۔ سینہہ اسلم نے بڑھاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ پڑھا کر رسیور اٹھایا اور دوسرے ہاتھ سے اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”دلنا احمد بول رہا ہوں۔۔۔ دوسری طرف سے اس کے برس میگر کی آواز سنائی دی۔

”سینہہ اسلم بول رہا ہوں۔۔۔ سینہہ اسلم نے کہا۔
”جی سینہہ صاحب۔ حکم فرمائیں۔۔۔ دوسری طرف سے قدرے مودبانہ لمحے میں کہا گیا۔

”بلیک پوانٹ کلب کے جیگر کو تو تم جانتے ہی ہو۔۔۔ سینہہ اسلم نے کہا۔

”جی سینہہ صاحب۔۔۔ رانا احمد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جیگر کے نام پچاس لاکھ ڈالر کا چیک تیار کر کے اپنے کسی خاص آدمی کے ہاتھ اس کے لکب بھجوادو۔ کاؤنٹر پر ایک آدمی ہو گا سمجھ۔ اسے میرا نام بتا کر چیک دے دینا۔ وہ جیگر تک پہنچ جائے گا۔ یہ کام ابھی اور فوراً کرتا ہے۔“ سینہ اسلم نے کہا۔

”جی سینہ صاحب۔ میں ابھی بھجوادیتا ہوں۔“ رانا امجد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں یہاں کام کر کے کافی تحکم گیا ہوں اس لئے میں کچھ دنوں کے لئے کافستان جا رہا ہوں۔ میرا صرف تم سے رابطہ رہے گا تاکہ بزنس کے معاملات کو بھی دیکھتا رہوں لیکن تمہارے علاوہ اور کسی کو یہ معلوم نہیں ہوتا چاہئے کہ میں کہاں ہوں۔ کوئی پوچھتے تو یہ کہا جائے کہ میں گریٹ لینڈ گیا ہوا ہوں اور تمہارے پاس میرا رابطہ نہ رہی نہیں ہے۔“ سینہ اسلم نے کہا۔

”کوئی خاص بات ہو گئی ہے سینہ صاحب۔ پہلے تو آپ نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ کوئی بات ہو تو مجھے بتائیں۔ میں نے آپ کا نمک لکھایا ہے اور آپ پر اپنی جان بھی پچاہو کر سکتا ہوں۔“ رانا امجد نے کہا۔

”ارے نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تحکم گیا ہوں اور مکمل آرام کرنا چاہتا ہوں۔“ سینہ اسلم نے کہا۔

”ٹھیک ہے سینہ صاحب۔ آپ کے حکم کی قیمت ہو گی۔“ رانا امجد نے جواب دیتے ہوئے کہا تو سینہ اسلم نے رسیور رکھ کر ایک

ٹوپی سانس لیا۔

”اچھا ہوا میں نے جیگر کو فون کر دیا ورنہ یہ لوگ تو اچاک بجھے کپڑے لیتے۔ پھر میں کیا کرتا۔“..... سینہ اسلم نے کرسی سے اٹھتے ہوئے بڑبردا کر کہا اور پھر تیز تیز قدم الحاتا ہوا یہودی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

نائیگر نے بے اختیار آنکھیں اس لئے بند کی تھیں کہ اسے جوانا کی موت کا یقین ہو گیا تھا کیونکہ جوانا زنجروں میں جکڑا ہوا تھا اور فریڈرک کی مشین گن کا رخ اس کی طرف تھا۔ فریڈرک نے ٹریکر بھی دبا دیا تھا۔ تڑتاہٹ کی آواز بھی وہ سن چکا تھا اور مشین گن کی نال سے نکل کر جوانا کی طرف بڑھتے ہوئے شعلے بھی وہ دیکھ چکا تھا اور جوانا لاکھ طاقتور سبی لیکن مشین گن کی گولیوں کو بہر حال نہیں روکا جا سکتا تھا لیکن دوسرے لمحے جب اس کے کانوں میں اندا فریڈرک کے چینے کی آواز پڑی تو اس نے بے اختیار آنکھیں کھوں دیں اور اس کے ساتھ ہی وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جوانا نہ صرف زنجروں سے آزاد ہو چکا تھا بلکہ فریڈرک کی سیست نیچے گرا ہوا تھا اور اس کا وہ آدمی جو جوانا کے قریب کھڑا تھا وہ بھی فریڈرک کے اوپر گرا ہوا تھا۔ تیرا مسلئے آدمی جو نائیگر کے قریب

جکڑا تھا وہ فرش پر گرا ہوا تڑپ رہا تھا۔

جوانا کے ہاتھ میں مشین گن تھی اور پلک جھکنے میں معاملات مرید آگے بڑھ گئے کیونکہ جوانا کی مشین گن سے نکلنے والی گولیوں سے نہ صرف نائیگر کے قریب فرش پر تڑپتے ہوئے آدمی نے مزید گولیاں کھا کر دم توڑ دیا بلکہ فریڈرک کے اوپر گرا ہوا آدمی بھی گولیاں کھا کر اٹ کر نیچے گرا اور چند لمحے تڑپ کر ساکت ہو گیا جنکے فریڈرک کری سیست نیچے گرا ہوا تھا اور اس کی دونوں ٹانگوں پر گولیاں ماری گئی تھیں اس لئے وہ فرش پر چڑا مانی ہے آب کی درج پہنچ رہا تھا اور جوانا کو خراش تک نہ آئی تھی۔ نائیگر کا ذہن حرمت سے نجمد ہو کر رہ گیا تھا کیونکہ ایک لمحہ پہلے جو پھونپھن تھی موجودہ پھونپھن اس سے یکسر اٹ تھی۔ اسے ایک لمحے کے لئے تو پہنچوں ہوا جیسے وہ خواب دیکھ رہا ہو لیکن دوسرے لمحے جب جوانا کو تیزی سے اس نے قریب آتے دیکھا تو وہ چوک پڑا۔ جوانا نے ہاتھ میں بیٹھی ہوئی مشین گن کا رخ نائیگر کی طرف کیا اور فریڈرک دبا دیا۔ تڑتاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی نائیگر کے جسم کو جھکا لیا اور اس کے گرد موجود زنجروں چھپھناہٹ کے ساتھ فرش پر جا گریں اور نائیگر ایک جھلکنے سے زنجروں کی بندش سے آزاد ہو گیا۔ ”تم اس کی مرہم پٹی کرو تاکہ یہ مردہ جائے۔ میں باہر جا کر یقینی افراد کا خاتمہ کرتا ہوں تاکہ ہم اسے اٹھا کر لے جائیں۔“ جوانا نے نائیگر سے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ مژ کر دوڑتا ہوا پیر دنی

ہی۔ مجھے تو اب تک اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا۔۔۔۔۔ نائیگر لے کہا تو جو انہا بے اختیار نہیں پڑا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے جنک فریڈرک کو اٹھا کر اپنے کاندھے پر ڈالا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”میں نے زور لگا کر کندھے میں موجود زنجیر کی کڑی کو کھول لیا تھا۔ صرف ایک زور دار جھکا لگتے ہی کڑی مکمل طور پر نکل کر کھڑکے سے باہر آ جاتی اور زنجیر جس انداز میں لہیش گئی تھی وہ خود کھل جاتی اور سب سے پہلے میرے ہاتھ آزاد ہوتے۔ آخر تک ناٹکیں اور پیر دیے مجھے بھی یہ خیال نہ تھا کہ یہ فریڈرک اس لمح اچانک مجھ پر فائر کھول دے گا۔ میں سوچ ہی رہا تھا کہ اس کی سامنے کڑی کیسے کھولوں کیونکہ جب تک میرے ہاتھ اور ناٹکیں پھر سے آزاد نہ ہوں گے مجھے گولیاں مار سکتا تھا کہ اس نے خود کی فائر لگ کر دی۔ اس کی انگلی نے جیسے ہی ٹریگر پر حرکت کی میں نے زور دار جھکا دے کر اپنے جسم کو مقابلہ سمت میں کیا۔ چونکہ کڑی پہلے ہی آدمی سے زیادہ کھل چکی تھی اس نے زور دار جھکا لیتھے ہی وہ مکمل طور پر کھل کر کھڑکے سے باہر آ گئی جبکہ فریڈرک کی میں گن سے نکلنے والی گولیاں دیوار پر اس جنگ پریز جہاں ایک لپہلے میرا جسم موجود تھا۔ زنجیر کھل گئی اور دوسرے لمحے میں نے لکھا تھا سے پاس کھڑے فریڈرک کے آدمی کے ہاتھ سے مشین کی چھپی اور دوسرے ہاتھ سے اسے بازو سے پکڑ کر فریڈرک پر

دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ واقعی چھلاوہ بننا ہوا تھا۔ نائیگر تیزی سے کرے کے کونے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں میڈیکل باکس موجود تھا۔ اس نے میڈیکل باکس اٹھایا اور دوڑتا ہوا واپس اس جگہ آیا جہاں فریڈرک فرش پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ البتہ اس کی دونوں ناٹکوں پر جنگ جنگ سے خون نکل رہا تھا۔ نائیگر اس کے قریب اکڑوں بیٹھ گیا۔ اس نے میڈیکل باکس کھولا اور پھر اس نے فریڈرک کے زخموں کی بینڈنگ کرنا شروع کر دی۔ بینڈنگ کرنے کے بعد اس نے اسے دو انجلشن بھی لگا دیتے تاکہ وہ رانا ہاؤس تک پہنچ سے پہلے ہی ہلاک نہ ہو جائے۔ بینڈنگ سے فارغ ہوتے ہی نائیگر کے ذہن میں اچانک یہ خیال آیا کہ عمارت میں سامنی آلات موجود ہیں اس لئے ایسا نہ ہو کہ جیسے پہلے وہ بے ہوش ہو گئے تھے دیے ہی جوانا پھر کسی آئلے کاشکار ہو جائے لیکن اسی لمحے دروازہ کھلا اور جوانا واپس آ گیا۔

”کیا ہوا۔۔۔۔۔ نائیگر نے پوچھا۔

”چار آدمی مزید موجود تھے۔ ایک باقاعدہ مشینری روم بنा ہوا ہے۔ میں نے ان چاروں آدمیوں کا بھی خاتمه کر دیا ہے اور مشینری بھی فائر لگ کر کے تباہ کر دی ہے۔ اب اسے اٹھا کر باہر لے پڑتے ہیں۔ پھر میں باہر سے اپنی کار اندر لے آؤں گا اور اس میں اسے ڈال کر لے جائیں گے۔۔۔۔۔ جوانا نے کہا۔

”پہلے تم ہتاو کہ تم کیسے نق گئے اور پچھلیں کیسے بکر تبدیل ہو

جوانا کے کہنے پر خیال آیا تھا کہ جوانا درست کہہ رہا ہے۔ اسے آنکھیں بند کرنے کی بجائے اسے بچانے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے تھا چاہے وہ کامیاب ہوتا یا ناکام۔ بہر حال کوشش اسے کرنا چاہئے تھی جبکہ اس نے لاشوری طور پر آنکھیں بند کر لی تھیں حالانکہ جوانا نے اسی ایک لمحے میں اپنی پھرتی، ذہانت اور مستعدی سے کام لیتے ہوئے پوری پیوںش ہی تبدیل کر دی تھی۔ وہ اپنے اندر شرمندہ ہو کر رہ گیا تھا۔

اچھا دیا جو مشین گن کا رخ بدل رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے تمہارے قریب موجود آدمی پر فائر کھول دیا۔ اس آدمی کے پیچے گرتے ہی میں نے مشین گن کا رخ بدلا اور پھر پیچے گرے ہوئے فریڈرک اور اس کے ساتھی پر فائر کھول دیا۔ اس آدمی کو تو میں نے ہلاک کر دیا البتہ فریڈرک کی ٹانگوں پر گولیاں مار میں کیونکہ اسے بہر حال زندہ سلامت ماسٹر تک پہنچانا تھا۔ جوانا نے اس کرے سے نکل کر چنانکہ نیچے پہنچے ساری تفصیل بتا دی۔

”مجھے تو اب تک یقین نہیں آ رہا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔“
ٹائیگر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”قصت یا درست کرے تو اس سے بھی زیادہ مشکل حالات میں معاملات خود بخود درست ہو جاتے ہیں۔ شرط صرف اپنے ہوش و حواس کو قائم رکھنا ہوتا ہے۔“..... جوانا نے بے ہوش فریڈرک کو کاندھے سے اتار کر فرش پر لاتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”میں کار لے آتا ہوں۔ تم خیال رکھنا اور ہاں۔ ماسٹر کو یہ نہ کہ دینا کہ تم نے پیوںش کو کور کرنے کی بجائے آنکھیں بند کر لی تھیں ورنہ ماسٹر کے ہاتھوں تمہاری آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو سکتی ہیں۔“..... جوانا نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی آگے بڑھ کر اس نے چھوٹا چھانک کھولا اور باہر چلا گیا۔ البتہ اس کے ال فقرے نے ٹائیگر کے جسم میں سردی کی لہری دوزادی تھی۔ اسے

”یہ ہم آخر کیا کرتے پھر رہے ہیں صدیقی“ فورٹنائز
ہیڈکوارٹر کے ایک کمرے میں بیٹھے خاور نے صدیقی سے مخاطب ہو
کر کہا تو صدیقی بے اختیار چونک پڑا۔

”کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں تمہاری بات“ صدیقی نے
چونک کر کہا۔

”اب تک ہم نے جو کچھ کیا ہے اس کا کیا ر Zahl لکھا ہے۔
گولڈن کلوک مسلسل فروخت ہو رہی ہے، استعمال ہو رہی ہے۔
لائقوں نہیں تو ہزاروں افراد اسے استعمال کر کے موت کے منہ میں
جا رہے ہیں اور ہم بس کبھی ایک سے لا کر اسے ہلاک کر رہے ہیں
اور کبھی دوسرے سے لا کر۔ اصل معاملے تک تو ہم بحق ہی نہیں پا
رہے۔ اس نادر کا خاتمہ ہوا تو اب تم اس جیگر کے خلاف کارروائی
کرنے کا سوچ رہے ہو“ خاور نے اپنی بات کی وضاحت

کرتے ہوئے کہا۔

”تمہارا مطلب ہے کہ جیگر کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی
بجائے ہمیں سینھا اسلام پر ہاتھ ڈالنا چاہئے“ صدیقی نے کہا۔

”ہمیں اصل معاملے کی تہ تک پہنچنا چاہئے۔ کہاں یہ زہریلا
نشہ بن رہا ہے۔ کہاں پیک کیا جا رہا ہے اور کس کے ذریعے
فروخت ہو رہا ہے۔ اس کی تفصیلات حاصل کرنی چاہیں تاکہ ان
کے خلاف بھرپور کارروائی کر کے اس کو حصی طور پر ختم کیا جا
سکے“ خاور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ سارا کاروبار انتہائی خفیہ طور پر اور انتہائی منظم طور پر ملک
بھر میں ہو رہا ہے اور جب تک اس کاروبار کی سر پرستی کرنے والوں
پر ہاتھ نہ ڈالا جائے گا اس وقت تک یہ مکروہ وہنہ ختم نہیں ہو گا۔
یہ کسی ایک آدمی کا کام نہیں ہے۔ اس کے چیچھے پورا گروہ ہو گا اور
ہمیں پورے گروہ پر ہاتھ ڈالنا ہو گا۔ مثلاً ایک آدمی سینھا اسلام
ہمارے سامنے ہے لیکن سینھا اسلام کے خلاف ثبوت نہیں ہے۔ اگر ہم
نے بغیر کسی ثبوت کے اس پر ہاتھ ڈال دیا تو زیادہ اسے زیادہ اسے
ہلاک کر دیں گے اور لیکن“ صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
”اس سینھا اسلام سے میں اس کے دوسرے ساقیوں کے بارے
میں معلومات مل سکتی ہیں“ خاور نے کہا۔

”چند بڑے بڑے نام وہ لے دے گا۔ ایسے بڑے لوگوں کے
نام جن کی سماجی حیثیت معاشرے میں خاصی بلند ہو گی“ صدیقی

نے کہا۔

”اس سے کم از کم اس آدی کے بارے میں تو معلومات مل سکتی ہیں جو عملی انچارج ہو گا اور جس کے تحت گولڈن کولوک کی فیکٹریاں ہوں گی اور ڈسٹری بیوشن بھی تو کوئی کرا رہا ہو گا۔“..... خاور نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ایسا کر لیتے ہیں سینہ اسلم پر ہاتھ ڈال دیتے ہیں۔ پھر آگے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔“..... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہارے خیال میں تو اب سینہ اسلم بھی ہاتھ نہیں آتے گا۔“..... خاور نے کہا تو صدیقی ایک بار پھر چونک پڑا۔
”اس خیال کی وجہ“..... صدیقی نے کہا۔

”ناور کی موت کی خبر اس تک جانچ گئی ہو گی اور وہ بھی لازماً چھپ گیا ہو گا۔“..... خاور نے کہا۔

”تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن جیسا کہ نادر نے بتایا ہے کہ جیگر نہ صرف اس کا آدی ہے بلکہ اس کے کاروبار میں بھی شریک ہے۔ میرا خیال ہے کہ سینہ اسلم کی بجائے اگر جیگر پر ہاتھ ڈالا جائے تو اس سے زیادہ عملی معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔“..... صدیقی نے کہا۔

”چلو ایسا کرو۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اگر سینہ اسلم غائب بھی ہو گیا جب بھی اس جیگر کو اس کے خفیہ نہ کانے کا علم ہو۔“..... خاور

نے کہا۔

”ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔“..... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ اب ہمیں میک اپ میں رہ کر ساری کارروائی کرنی چاہئے۔“..... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد خاور نے کہا۔

”کیوں۔ اس کی وجہ۔ نادر تو ختم ہو گیا ہے اور جیگر سے تواب تک ہمارا رابطہ ہی نہیں ہوا۔“..... صدیقی نے کہا۔

”اس لئے کہ پہلے بھی نادر کے آدمیوں نے ہمیں ٹریس کر کے یہاں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر کے ہمیں لے گئے تھے۔ اب نادر تو ختم ہو گیا ہے لیکن یہ لوگ آسانی سے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑ سکتے۔ لامحالہ کسی اور گروپ کو ہماری ہلاکت کے لئے ہائز کیا گیا ہو گا اس لئے میک اپ ضروری ہے۔“..... خاور نے کہا۔

”امکانات واقعی ہو سکتے ہیں۔ ٹھیک ہے۔ ہم میک اپ کر لیتے ہیں پھر اس بلکل پر ہاتھ ڈالتے ہیں لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ ہمیں اس کے کلب جاتے کی بجائے اس کی رہائش گاہ پر ریڈ کرنا چاہئے کیونکہ وہاں سے اسے نہیں آسانی سے انداز کیا جا سکتا ہے۔“..... صدیقی نے کہا۔

”کلموں کے لوگ تو میرا خیال ہے کہ دن کے وقت گھر میں ہوتے ہیں ورنہ ساری رات تو ان کی کلب میں ہی گزرتی ہے۔“.....

خاروں نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ہاتھ پر بڑا کر رسیور اٹھایا اور انکوائری کے نمبر پر لیس کر دیئے۔

”لیں۔ انکوائری پلیز“۔ رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”بلیک پوائنٹ کلب کا نمبر دیں“۔ صدیقی نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ صدیقی نے کریڈل ہٹایا اور ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر نمبر پر لیس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاڈر کا بٹن بھی پر لیں کر دیا تو دوسری طرف بچھے دلی گھنٹی کی آواز کمرے میں گونج آئی اور پھر رسیور اٹھایا گیا۔

”بلیک پوائنٹ کلب“۔ ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ خاصا سخت تھا۔

”پروڈاکٹر مارٹن سے بات کراؤ۔ میں جیلش بول رہا ہوں“۔ صدیقی نے کہا تو خاور چونک کراستے دیکھنے لگا۔

”ہولڈ کریں“۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”میں نے اس کی مپ لی ہے اور میرا نیا نام اس سک بھنچ چکا ہے“۔ صدیقی نے رسیور کو ہاتھ سے بند کرتے ہوئے خادر سے کہا تو خادر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”ہیلو۔ مارٹن بول رہا ہوں“۔ چند لمحوں بعد ایک اور مردانہ آواز سنائی دی۔

”جیلش بول رہا ہوں مشر مارٹن۔ جیرالد نے میرے بارے

میں آپ کو فون کیا ہو گا“۔ صدیقی نے کہا۔

”اوہ ہاں۔ جیرالد نے بتایا ہے کہ آپ مجھ سے کچھ معلومات فریدنا چاہتے ہیں۔ کس قسم کی معلومات چاہتے ہیں آپ“۔ دوسری طرف سے مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ کس وقت کلب سے فارغ ہوتے ہیں“۔ صدیقی نے اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے انکا سوال کرتے ہوئے کہا۔

”میں تو ابھی ایک گھنٹہ پہلے ڈیوٹی پر آیا ہوں۔ رات گئے فارغ ہوں گا“۔ مارٹن نے جواب دیا۔

”آپ اپنے کلب سے باہر کسی بھی جگہ ایک گھنٹہ ہمیں دے دیں۔ آپ کو کیش ایڈوانس ہمیٹ کر دی جائے گی“۔ صدیقی نے کہا۔

”لہن آپ مجھ سے کس قسم کی معلومات چاہتے ہیں۔ یہ تو معلوم ہو۔ وہنہ دیے ہی میرا وقت بھی ضائع ہو گا اور آپ کا کام بھی نہ ہو سکے گا“۔ مارٹن نے کہا۔

”یہ آپ کو فون کیجئیں بتایا جا سکتا۔ براہ راست بات کی جاسکتی ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ ہمیں جیرالد نے بتا دیا ہے کہ اگر آپ کو معلوم ہو گا تو آپ بتاویں گے۔ معلوم نہیں ہو گا تو آپ نہیں دھوکہ نہیں دیں گے۔ آدمی رقم صرف ملاقات کی اور باقی آدمی معلومات کی ہو گی“۔ صدیقی نے کہا۔

”آپ کتنی دیر تک کلب پہنچ سکتے ہیں“..... مارٹن نے اس بار قدرے الٹیناں بھرے لجھے میں کہا۔

”ایک گھنٹے کے اندر ہم پہنچ سکتے ہیں“..... صدیقی نے جواب دیا۔

”تو آپ بلیک پوائنٹ کلب کے ماتھے ہی ہوئی شیروز پہنچ جائیں اور کاؤنٹر پر میرے نام پیغام چھوڑ دیں۔ میں کاؤنٹر سے آپ کے بارے میں معلوم کر کے آپ کے پاس پہنچ جاؤ گا“..... مارٹن نے کہا۔

”میک ہے“..... صدیقی نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”چلو اٹھو۔ ہم نے میک اپ بھی کرنا ہے“..... صدیقی نے رسیور رکھ کر اٹھتے ہوئے کہا تو خاور بھی اثبات میں سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے کے اندر وہ ہوئی شیروز پہنچ گئے۔ صدیقی نے کاؤنٹر پر مارٹن کے نام پیغام چھوڑا اور پھر ہال کے ایک کونے میں خالی میز پر وہ دونوں بیٹھ گئے۔ ویٹر کو انہوں نے ہاث کافی کا کہہ دیا جو تھوڑی دیر بعد سرو کر دی گئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک درمیانے قد کا آدمی ان کی میز کے قریب پہنچ گیا۔

”میرا نام مارٹن ہے“..... اس نے صدیقی اور خاور سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میرا نام جیلش ہے اور یہ میرا ساتھی ہے مارٹن۔ آؤ بیٹھو۔ کافی پیسو“..... صدیقی نے اٹھ کر اس کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

”میں نے یہاں خصوصی روم بک کرایا ہے تاکہ وہاں بیٹھ کر طیناں سے باتیں ہو سکیں۔ یہاں تو کسی وقت بھی کوئی واقف آ کر ڈسٹرబ کر سکتا ہے“..... مارٹن نے کہا تو صدیقی اور خاور دونوں سر ہلاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک دیگر تیزی سے قریب آیا۔

”ہم پیش روم میں جا رہے ہیں۔ اکٹھا میں ادا ہو جائے گا“..... مارٹن نے دیگر سے کہا تو دیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پیچھے ہٹ گیا۔ خصوصی کمرے ایک سائیڈ پر بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کمرے میں مارٹن داخل ہوا تو اس کے پیچھے صدیقی اور خاور بھی اندر داخل ہو گئے۔ کمرے کے درمیان ایک مستطیل شکل کی میز اور اس کے گرد چھ کر سیاں موجود تھیں۔

”آپ شراب پہیں گے یا“..... مارٹن نے میز پر رکھے ہوئے فون کا رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

”ہم پاٹ کافی پی چکے ہیں۔ آپ اپنے لئے منگو لیں۔“ صدیقی نے لہاتھے مارٹن نے فون پر شراب کا ایک پیگ لانے کا آرڈر دیا اور رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور دیگر نے میں شراب کا بھرا ہوا گلاس رکھے اندر داخل ہوا اور پھر اس نے شراب سے بھرا ہوا گلاس میز پر رکھا اور واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد مارٹن نے اٹھ کر دروازہ اندر سے لاک کیا اور دروازے کی سائیڈ میں دیوار پر موجود سوچ بورڈ کے چند بیٹن پر لیں

کر دیئے تو دروازے کے اوپر اندر کی طرف موجود سرخ رنگ کا بلب بلب اٹھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اب یہ کمرہ ہر لحاظ سے محفوظ ہو گیا ہے۔

”مسٹر جیلشن۔“ وہدے کے مطابق آدمی رقم مجھے دے دیں۔“ مارٹن نے کری پر بینچ کر شراب کا گلاس اٹھاتے ہوئے مسکرا کر کہا تو صدیقی نے جیب سے نوٹوں کی ایک گذی نکال کر مارٹن کے آگے میز پر رکھ دی۔ مارٹن نے گذی اٹھا کر اسے ایک نظر نیکھا اور پھر اسے جیب میں ڈال لیا۔ اس کے پھرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے جبکہ صدیقی نے دوسرا جیب سے نوٹوں کی دوسری گذی پر جم گیکیں جیسے لوہا مقناطیس سے چھٹ جاتا ہے۔

”مسٹر مارٹن۔“ اس گذی کے علاوہ بھی آپ کو مزید رقم انعام کے طور پر دی جا سکتی ہے بشرطیکہ آپ ہمیں درست معلومات مہیا کر دیں۔“ صدیقی نے اسے لائچ دیتے ہوئے کہا۔

”آپ پوچھیں۔“ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ ضرور بتا دوں گا۔ مجھے ان نوٹوں رقم کی اشد ضرورت ہے اس لئے میں نہیں چاہوں گا کہ رقم مجھے نہ ملے۔“ مارٹن نے کہا۔

”مارٹن۔ تمہارے گلب کا جزل میجر جیگر کہاں رہتا ہے۔“

صدیقی نے پوچھا تو مارٹن بے اختیار چونک پڑا۔

”کہاں رہتا ہے۔“ یہ کس ناپ کی معلومات ہیں۔ ساری دنیا کو

معلوم ہے کہ وہ گلب کے اندر دوسری منزل پر رہتا ہے۔ گلب لی دوسری اور تیسری منزل پر شاف کی رہائشیں ہیں۔ میں خود بھی تیسری منزل پر رہتا ہوں۔“ مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہارے جزل میجر جیگر کے سینہ اسلم سے کیسے تعلقات ہیں۔“ صدیقی نے پوچھا۔

”اوہ۔ اوہ۔ کہیں تم دونوں وہی لوگ تو نہیں ہو جن کی علاش کے لئے چیف جیگر نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا ہے لیکن وہ پھرے تو اور تھے۔“ مارٹن نے خود ہی سوال کیا اور پھر خود ہی اس کا جواب دے دیا۔

”تم سے جو پوچھا جائے اس کا جواب دو مارٹن۔“ صدیقی نے اس بار قدرے سرد بچھے میں کہا۔

”ہاں ہیں۔ سینہ اسلم اور چیف جیگر گھرے دوست ہیں۔ ان کے بھیان کا روباری تعلق بھی ہے۔ سینہ اسلم کا تعلق میڈیسین سے ہے اور میڈیسین کے کاروبار میں کچھ معاملات رومن سے ہٹ کر بھی ہوتے ہیں۔ بس انہی معاملات کو جیگر سنجاہات ہے۔“ مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا جیگر کو ان سب معاملات کے بارے میں تفصیلی علم ہے۔“ صدیقی نے پوچھا۔

”یہ مجھے کیسے علم ہو سکتا ہے لیکن آپ اگر کھل کر بات کریں تو میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی باتیں راز بھی رہیں گی اور

”سینہ اسلم تو ملک سے باہر چلا گیا ہے۔ اسے جیگر نے ہی مشورہ دیا تھا کہ وہ باہر چلا جائے اور جب تک وہ دو آدمی ہاتھ نہیں آتے جو سینہ اسلم کے خلاف کام کر رہے ہیں وہ باہر ہی رہے۔ سینہ اسلم نے ان دونوں آدمیوں کو ٹریس کر کے ہلاک کرنے کے لئے چیف جیگر کو کہا ہے اور معاوضے کا چیک بھی بھجوایا ہے۔ میں نے ہی وہ چیک چیف جیگر کو پہنچایا ہے۔ اگر آپ وہی دونوں ہیں تو پھر آپ کی جانبیں شدید ترین خطرے میں ہیں اور اگر آپ وہ نہیں ہیں تو پھر میرا مشورہ ہے کہ آپ دارالحکومت کے ایک قدیم محلے نظام آباد میں ایک ہوٹل جو کہ لال ہوٹل کے نام سے مشہور ہے، کے مالک کاشو سے بات کریں۔ اگر وہ آپ کو راز دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو وہ اس سارے برس کا خاص آدمی ہے۔ اسے ایک ایک بات کا علم ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ بتانے پر آمادہ ہو جائے ورنہ وہ انتہائی خطرناک آدمی سمجھا جاتا ہے۔ اس کے نزدیک کسی آدمی لی جان لینا چلکی بجانے کے برابر ہے۔“..... مارٹن نے کہا۔

”وہ لال ہوٹل میں بیٹھتا ہے یا کہیں اور۔“..... صدیقی نے پوچھا۔

”اس کا اذالال ہوں ہی ہے۔ علاقے کے سارے بدمعاش وہیں اکٹھے ہوتے ہیں۔“..... مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جیگر کا کمرہ نمبر کیا ہے۔“..... صدیقی نے پوچھا۔

”کمرہ نمبر بارہ۔“..... مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

آپ جو چاہتے ہیں وہ بھی آپ کو حاصل ہو جائے گا۔“..... مارٹن نے کہا۔

”ویکھو مارٹن۔ ہمارا تعلق بھی ذرگ مافیا سے ہے۔ سینہ اسلم زہریلے نش کے کپسول گولڈن کولاک کے نام سے تیار کراتا ہے اور پورے پاکیشیا میں خفیہ طور پر زہریلانشہ ہماری قیمت پر فروخت ہو رہا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں ہماری میلائیں جس کا نام لوکاک ہے اس کی تمل نہ ہونے کے برابر ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں سینہ اسلم کے خلاف کوئی ایسا ثبوت مل جائے جس کا نام حکام تک پہنچا کر اس سارے کاروبار کا خاتمه کر دیں اور پھر ہمالا مل خوب بننا شروع ہو جائے گا۔ سینہ اسلم اور اس کے ساتھیوں نے یہ کاروبار اس قدر خفیہ رکھا ہوا ہے کہ ثبوت نہیں مل رہا۔“..... صدیقی نے کہا۔

”تو یہ پر اطمین ہے۔ ثبوت تو میں مہیا نہیں کر سکتا البتہ مجھے اتنا ضرور معلوم ہے کہ چیف جیگر کو اس کاروبار کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہے لیکن چیف جیگر پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ وہ پاکیشیا کے بڑے بدمعاشوں میں سے ایک ہے۔ اس کا پاکیشیا میں تکمیل ہوئا ہے اور وہ ہر قسم کے جرائم میں ملوث رہتا ہے۔“..... مارٹن نے کہا۔

”ہمیں ثبوت چاہئے۔ کوئی اتنا نیز ہا ثبوت۔“..... صدیقی نے کہا۔

”اس وقت جگر کہاں ہو گا۔“..... صدیقی نے پوچھا۔
”وہ رات ہونے کے بعد کلب میں بیٹھتا ہے ورنہ صح سے
رات تک وہیں اپنے کمرے میں ہی رہتا ہے۔ اگر وہ کسی خاص
آدمی کو دن کے وقت ملتا چاہے تو اسے وہ وہیں کمرے میں ہی بلوا
لیتا ہے۔“..... مارش نے جواب دیا۔

”کلب میں لفت ہے یا صرف سیرھیاں ہیں۔“..... اس بار خاور
نے پہلی بار بات کرتے ہوئے کہا۔

”لفٹ ایک ہی ہے جو صرف چیف جیگر کے لئے وقت ہے۔
باقی لوگ سیرھیوں سے آتے جاتے ہیں۔ ویسے دوسرا منزل پر
پہرہ بھی رہتا ہے تاکہ کوئی غلط آدمی وہاں نہ پہنچ جائے۔“..... مارش
نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اگر ہم اس وقت جیگر سے بات کرنا چاہیں تو کیا تم ہمیں اس
سے ملو سکتے ہو؟“..... صدیقی نے کہا۔

”نہیں۔ اگر وہ جاگ گیا ہو گا تو کاؤنٹر پر اطلاع پہنچ گئی ہو
گی۔ کاؤنٹر پر جب کوئی آدمی اس سے ملنے کے لئے پہنچتا ہے تو
اسے فون کر کے اس سے اجازت لی جاتی ہے اور اجازت ملنے پر
ریڈ پاس اس آدمی کو جاری کر دیا جاتا ہے اور پھر وہ آدمی چیف
جیگر کے کمرے میں جا سکتا ہے ورنہ نہیں اس لئے اس معاملے میں
کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔“..... مارش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ریڈ پاس پر دستخط کون کرتا ہے؟“..... صدیقی نے پوچھا۔

”ریڈ پاسز پر کسی کے دستخط نہیں ہوتے۔ چیف نے اکٹھے ہی یہ
پاسز کاؤنٹر پر رکھے ہوئے ہیں جو چیف سے ملنے کے بعد واپس
کاؤنٹر پر ہی دے دیئے جاتے ہیں۔“..... مارش نے جواب دیتے
ہوئے کہا۔

”کیا تم وہاں سے دو پاس چڑا سکتے کہ کسی کو معلوم نہ ہو
سکے؟“..... صدیقی نے کہا۔

”لیکن بغیر اجازت کے تم کیسے چیف سے ملنے سکتے ہو۔ پاسوں
سے کیا ہو گا۔ زیادہ سے زیادہ تم وہاں پہنچ جاؤ گے اور بس۔“..... مارش
نے کہا۔

”جو بات میں نے کی ہے اس کا جواب دو۔“..... صدیقی نے کہا۔

”اگر تم مجھے اس رقم کے علاوہ دس ہزار روپے دو تو میں دو پاس
تمہیں یہاں لا کر دے سکتا ہوں لیکن اس بات کی کوئی گارنی نہیں
ہوں گے کہ چیف تم سے ملاقات کرتا ہے یا نہیں۔“..... مارش نے کہا۔

”لٹکیج ہے۔ ہمیں منظور ہے۔“..... صدیقی نے کہا۔

”تو پھر فریکلب میں تم کسی میز پر بیٹھ جانا میں دو پاس لا کر
خاموشی سے تمہیں دے دوں گا۔“..... مارش نے کہا تو صدیقی نے
اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنے سامنے میز پر پڑی نوٹوں کی گذگی
مارش کی طرف بڑھا دی۔ مارش نے اسے بھیندا اور پھر اتنی تیزی
سے جیب میں ڈالی جیسے اسے خطرہ ہو کہ کہیں صدیقی اسے واپس نہ
لے لے۔

اطینان کے تاثرات ابھر آئے۔ ہوٹل شیرڈ سے نکل کر انہوں نے اپنی کار پارکنگ سے لی اور پھر بلیک پوائنٹ کلب کی طرف اسے موڑ دیا۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے کار بلیک پوائنٹ کلب کی پارکنگ میں روکی اور پارکنگ کارڈ لے کر وہ میں گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔

”میرا خیال تھا کہ تم نظام آباد محلے میں اس کا شو سے ملو گے۔“
خاور نے کہا۔

”اس سے بھی مل لیں گے لیکن یہ جیگر زیادہ اہم ہے۔ تادکی موت کے بعد اسے ہمارے خلاف کام کرنے کا ناسک دیا گیا ہے اور پھر یہ صرف بدمعاش یا پیشہ در قاتل ہی نہیں ہے بلکہ اس کا رو بار میں بھی شریک ہے۔“ صدیقی نے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ میں گیٹ سے کلب کے بڑے ہال میں داخل ہوئے تو وہاں اندر در لڈ کے لوگوں کا ہجوم تھا۔ آخری کونے میں ابھی تھی اور وہ دونوں اس طرف کو بڑھ گئے۔ ابھی وہ بینٹھے ہی تھا کہ ایک بڑی بڑی مونچوں والا ویٹر وہاں پہنچ گیا۔

”یہاں شراب کے علاوہ بھی کچھ پینے کو ملتا ہے۔“ صدیقی نے اس ویٹر سے کہا تو وہ چوک پڑا اور حیرت بھری نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

”نہیں جتاب۔ یہاں تو شراب ہی لی جاتی ہے۔ یہاں ہر قسم کی اعلیٰ سے اعلیٰ شراب ہی ملتی ہے۔“ ویٹر نے جواب دیتے

”میں جا رہا ہوں۔ تم بھی چیچپے آ جاؤ اور بیاں۔ اس کمرے اور شراب کی چینکت میں نے کر دی ہے۔ یہ پیٹھی کرنا پڑتی ہے۔“ مارٹن نے کہا اور اٹھ کر وہ دروازے کے قریب چھپا اور سوچ بورڈ پر موجود چند بہنوں کو پریس کیا تو دروازے کے اوپر اندر کی طرف جلنے والا سرخ بلب بجھ گیا تو مارٹن نے لاک آف کر کے دروازہ کھولا اور باہر چلا گیا۔

”تم نے اس پر ضرورت سے زیادہ انحصار کر لیا چکے۔“ مارٹن کے جانے کے بعد خاور نے صدیقی سے کہا۔

”نہیں۔ مجھے جس نے اس کے بارے میں مپ دی تھی۔“ مارٹن نے بتا دیا تھا کہ یہ آدمی رقم کی خاطر بے کچھ کر سکتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جو یہ کہے گا وہ کرے گا بھی سکی۔ اگر یہ پاس ہمیں مل جاتے ہیں تو ہم خاموشی سے جیگر کے کمرے میں داخل ہو جائیں گے اور پھر آسانی سے جیگر سے وہیں معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں ورنہ اسے انخوا کر کے ہیڈ کوارٹر لے جانا تقریباً ناممکن ہے۔“ صدیقی نے اٹھتے ہوئے کہا تو خاور بھی سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

”لیکن دروازہ تو لاکٹہ ہو گا اور وہاں مسلسل افراد بھی موجود ہوں گے۔“ خاور نے کہا۔

”فکر مت کرو۔ میرے پاس اسکی مانٹر کی ہے جو اس ناپ کے لاک ایک لمحہ میں کھول لیتی ہے۔ جیسا بھی لاک ہو آسانی سے کام ہو جائے گا۔“ صدیقی نے جواب دیا تو خاور کے چہرے پر

ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہمارا ایک ساتھی آجائے پھر آرڈر دیں گے۔“
صدیقی نے کہا تو دیٹر سر ہلاتا ہوا مڑا اور واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد مارٹن انہیں اپنی طرف آتا دکھائی دیا تو صدیقی کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔ اسے ہمیں شاید مارٹن کے دھوکہ دینے کا خدشہ تھا۔ مارٹن نے قریب آ کر صدیقی کی طرف ہاتھ پڑھایا اور دوسرے لمحے سرخ رنگ کے دو کارڈ صدیقی کے ہاتھ میں دیئے اور جس تیزی سے آیا تھا اس سے زیادہ تیزی سے واپس چلا گیا۔ صدیقی نے کارڈ جیب میں ڈالے اور انھوں کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے انھتے ہی خاور بھی انھوں کر کھڑا ہوا اور پھر وہ اس طرف کو بڑھانے لے چکا۔ چھوڑی میڑھیاں اور پر جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ چند لوگ آ جا رہے تھے اس لئے وہ دونوں بھی میڑھیاں چڑھ کر جب دوسری منزل پر پہنچے تو وہاں شروع میں ہی دو سلیخ افراد موجود تھے۔

”آپ نے کس سے ملتا ہے؟“..... دونوں میں سے ایک نے صدیقی اور خاور کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”چیف جیگر نے بلایا ہے۔“..... صدیقی نے جیب سے کارڈ نکال کر اسے دکھاتے ہوئے کہا۔

”اوہ اچھا۔ جاؤ۔“..... مسلح آدمی نے کارڈ دیکھ کر اطمینان بھرے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو وہ دونوں گیلری میں داخل ہو گئے۔ کرہ نمبر بارہ دائیں ہاتھ کا آخری کرہ تھا۔

”مجھے اوت دینا۔“..... صدیقی نے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ دروازے کے سامنے پہنچ کر خاور اس انداز میں کھڑا ہو گیا کہ گیلری میں موجود کسی آدمی کو صدیقی نظر نہ آئے جبکہ صدیقی نے جیب سے ایک مخصوص انداز کی چاپی نکالی اور اسے دروازے کے لاک میں ڈال کر اس نے اسے دائیں باائیں گھملایا تو ہلکی سی کٹاک کی آواز کے ساتھ ہی لاک کھل گیا تو صدیقی نے چاپی واپس نکال کر جیب میں ڈالی اور دروازے کو دبا کر کھولا اور تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے خاور بھی تھا لیکن کرہ خالی تھا جو ڈرائیورنگ روم کے انداز میں سجا ہوا تھا۔ البتہ عقیقی دیوار میں ایک اور دروازہ تھا جو کھلا ہوا تھا اور دور سے دوسرا کمرہ بیڈ روم نظر آ رہا تھا۔ صدیقی نے مزکر خاور کی طرف دیکھا تو خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ دونوں بڑے محتاط انداز میں چلتے ہوئے عقبی دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ سمجھے گئے تھے کہ جیگر بیڈ روم میں مخواہی ہے لیکن ابھی وہ دروازے تک پہنچے ہی نہ تھے کہ کٹاک کی اوہ ان کے کافیوں میں پڑی اور اس کے ساتھ ہی ان دونوں کے گرد یکختنگم برے سفید رنگ کا دھوال سا پھیلتا چلا گیا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سمجھلتے ان دونوں کے ذہن یکخت تاریکی میں ڈوبتے چلے گئے۔ البتہ آخری احساس جوان کے ذہنوں میں ابھرنا تھا وہ یہی تھا کہ مارٹن نے انہیں دھوکہ دیا ہے۔

UrduFanz.com

رانا ہاؤس کے بلیک روم میں فریدرک ایک کری پر راڈر میں جکڑا ہوا موجود تھا لیکن وہ بے ہوش تھا اور اس کا جسم کری پر ڈھلنے ہوا تھا۔ سامنے کری پر عمران بیٹھا ہوا تھا جبکہ وہ مری کری پر نائیگر بیٹھا ہوا تھا۔ جوانا اور جوزف دونوں عمران کی کری کے عقب میں کھڑے تھے۔ نائیگر نے فریدرک کو یہاں لانے کی پوری تفصیل بتا دی تھی اور اس نے خاص طور پر جوانا کی دل کھول کر تعریف کی تھی۔

”تم نے وہاں تلاشی لی تھی“..... عمران نے نائیگر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”ہم نے اسے لے کر یہاں پہنچنے کی کوشش کی ہے کیونکہ یہ خاصاً زخی تھا اور وہاں کسی بھی وقت کوئی آ سکتا تھا“..... نائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اب یہ یہاں پہنچ گیا ہے۔ اب میں اسے سنچال لوں گا۔ تم جوانا کو ساتھ لے کر واپس جاؤ۔ اس فریدرک نے یقیناً وہاں اس عمارت میں اپنا آفس بنارکھا ہو گا۔ وہاں یقیناً ایسی فائلز موجود ہوں گی جن میں گولڈن کولوک کی فیکٹریوں اور فرنچس کے نیت ورک کے بارے میں تفصیلات مل جائیں گی۔ یہ معاملہ اس وقت تک ختم نہیں ہو گا جب تک پورا سیٹ اپ ہر سے نہ آکھاڑ دیا جائے“..... عمران نے کہا تو نائیگر انھے کرکھڑا ہو گیا۔

”اوکے باس“..... نائیگر نے کہا اور پھر جوانا کو ساتھ لے کر وہ بلیک روم سے باہر چلا گیا۔

”اب اسے ہوش میں لے آؤ جوزف“..... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں باس“..... جوزف نے جواب دیا اور آگے بڑھ کر اس نے فریدرک کا منہ اور ناک ایک ہاتھ سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب فریدرک کے جسم میں حرکت کے آثار غمودار ہونا شروع ہو گئے تو جوزف نے ہاتھ ہٹایا اور پیچھے ہٹ کر عمران کی کری کے عقب میں کھڑا ہو گیا۔ ہٹوڑی دیر بعد فریدرک نے کراچتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور لا شعوری کھلود پر اس نے الختنے کی کوشش کی لیکن راڈر میں جکڑے ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسما کر ہی رہ گیا۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ کیا۔ کیا مطلب۔ میں کہاں ہوں۔ تم کون ہو۔ کیا مطلب ہوا اس کا“..... فریدرک نے پوری طرح ہوش میں

تمہیں اسی بے ہوشی کے عالم میں یہاں لاایا گیا۔ یہ پوری تفصیل میں نے تمہیں اس لئے بتا دی ہے کہ تم خواہ تجوہ حیرت کااظہار کر کے اپنا اور میرا وقت ضائع نہ کرو۔..... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”کوبرا نے اگر میرے بارے میں بتایا ہے تو غلط بتایا ہے۔ میرا تم سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ میں تمہیں کیوں کیا ہلاک کراؤں گا۔..... فریدرک نے مدد بناتے ہوئے کہا۔

”میں نے گولڈن کولوک کے بارے میں میدیسین مارکیٹ سے معلومات حاصل کی تمہیں جس کی وجہ سے گولڈن کولوک بنانے اور فروخت کرنے والوں میں خوف پھیل گیا اور تمہیں کہا گیا کہ تم مجھے ہلاک کراؤ۔ تم نے کوبرا کو آگے کر دیا۔ اب تم نے بتانا ہے کہ گولڈن کولوک کہاں بنتا ہے، کہاں اور کس کے ذریعے فروخت ہوتا ہے اور کون کون لوگ نوجوان نسل کے اس قتل عام میں ملوث ہیں۔..... عمران نے کہا۔

”قتل عام کا مطلب۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے گولڈن کالوک سکون دینے والی دوا ہے۔ موجودہ دور میں پریشانیاں بہت بیس اس لئے یہ دوا استعمال کی جاتی ہے اور تم اسے قتل عام کہہ رہے ہو۔..... فریدرک نے کہا۔

”اصل کولوک واقعی سکون کی دوا ہے لیکن تم لوگوں نے جعلی دوا بنائی ہے اور اس کا کوڈ نام گولڈن کولوک رکھا ہے۔ اس میں زہر یا

آتے ہی عمران اور اس کے پیچھے کھڑے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے اختہائی حیرت بھرے لبجے میں کہا۔

”میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہے۔ تم نے بلیک کوبرا کلب کے کوبرا کو میرے خلاف ہاڑ کیا تھا تاکہ وہ مجھے ہلاک کر دے اور کوبرا نے اپنے (آدی) میرے پیچھے لگا دیے۔ پھر وہ دونوں بھی یہاں لائے گئے اور انہوں نے جب کوبرا کا نام لیا تو کوبرا کو بھی یہاں لاایا گیا۔ اس کے بعد کوبرا کو بتانا پڑا کہ میرے خلاف اسے فریدرک نے ہاڑ کیا ہے۔ چنانچہ اسے ہلاک کر کے اس کی لاش بر قی بھی میں ڈال دی گئی اور پھر تمہیں یہاں لانے کے لئے کارروائی کی گئی۔ مجھے اعتراف ہے کہ تم نے اپنے آپ کو چھپانے کے لئے خاصے موثر انتظامات کر رکھے تھے حتیٰ کہ فون بھی پرینزیپنٹ آفس کے سینکڑا کوئٹے سے لے رکھا تھا تاکہ فون کے ذریعے بھی تمہیں ٹریس نہ کیا جاسکے لیکن اس کے باوجود تمہیں ٹریس کر لیا گیا اور پھر میرے شاگرد اور میرے ساتھی جوانا نے تمہاری اس بلڈنگ پر ریڈ کیا۔ گوتم نے انہیں گیس سے بے ہوش کر کے انہیں زنجیروں میں جکڑ دیا اور تم نے جوانا پر مشین گن سے فائز بھی کھول دیا تھا لیکن جوانا کی قسمت نے یادوی کی اور وہ نہ صرف فائزگ سے بال بال نج گیا بلکہ اس نے تمہیں اور تمہارے دو ساتھیوں پر بیک وقت حملہ کیا اور تمہیں زخمی کر دیا اور تمہارے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا گیا اور تم بے ہوش ہو گئے۔ پھر

مواد شامل کیا گیا ہے جس سے نشہ زیادہ تیز ہو جاتا ہے۔ تم نے چند پیسوں کے لائق میں اب تک ہزاروں نوجوانوں کو موت کے منہ میں دھکیلا ہے اور ہزاروں لاکھوں نوجوان اسے استعمال کرتے ہوئے موت کے منہ میں جا رہے ہیں اس لئے یہ بات سن اور کہ تمہیں سب کچھ ہر صورت میں بتانا پڑے گا۔ اگر خود بتا دو گے تو تمہارے ساتھ رعایت ہو سکتی ہے ورنہ تمہیں بہر حال بتانا تو ہو گا لیکن پھر تمہاری حالت بہر تاک ہو جائے گی۔..... عمران نے انتہائی مرد بجھے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”تم جو کچھ کہہ رہے ہو میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں نے کبھی کسی دوا کا کاروبار کیا ہے اور نہ ہی اس کاروبار سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ میرا کام تو اسلیخ کی اسمگنگ ہے۔..... فریدرک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ابھی اس کا ثبوت سامنے آجائے گا۔ بہر حال میں تمہیں سوچنے کے لئے دو منٹ دیتا ہوں۔ اس کے بعد میں خود ہی سب کچھ معلوم کر لوں گا۔..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کوٹ کی اندر ونی جیب سے ایک تیز دھار نخبر نکال کر اپنے گھنے پر رکھ لیا۔

”میں دو منٹ تک ہی انتظار کروں گا۔..... عمران نے کہا۔ ”میں رُخی ہوں۔ کیا تم ایک رُخی پر تشدد کرو گے۔..... فریدرک نے کہا۔

”ایسکی باتیں اس آدمی کے منہ سے اچھی نہیں لگتیں جو دولت کی خاطر لاکھوں انسانوں کو موت کے منہ میں دھکیل رہا ہو۔..... عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”دو منٹ گزر پکے ہیں۔ اب بھی وقت ہے۔ سب کچھ بچتا دو۔..... عمران نے کہا اور فریدرک کی طرف بڑھنے لگا۔

”میں درست کہہ رہا ہوں۔ میں صرف اسلیخ کی اسمگنگ کرتا ہوں۔ اس جرم میں تم بچھے قانون کے حوالے کر دو۔ میں نے کبھی ڈرگ برنس نہیں کیا۔..... فریدرک نے بڑے ٹھوں لجھے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ اس کا نقہ ختم ہوتا اس کے سامنے کھڑے عمران کا بازو دھکلی کی سی تیزی سے گھوما اور فریدرک کی ہلک کا ایک نہتھا آدھے سے زیادہ کٹ گیا۔ فریدرک کے حلقو سے چیخ لٹکی تھی کہ عمران کا بازو ایک پار پھر گھوما اور فریدرک کی ہلک کا دوسرا نہتھا کٹ گیا اور اس نے بے اختیار دائیں بائیں سر مارنا شروع کر دیا۔

”بچھے چھوڑ دو۔ شش بچ ہوں۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔..... فریدرک نے دائیں بائیں سر مارنے کے دوران کراچتے ہوئے لجھے میں کہا لیکن عمران نے ایک ہاتھ سے اس کے بال پکڑے اور دوسرے ہاتھ میں موجود نخبر کا دستہ فریدرک کی پیشانی پر ابھر آنے والی رُگ پر مار دیا اور اس ضرب سے فریدرک کا جسم اس

طرح کا ناپا جیسے اس کے جسم سے لاکھوں دلچسپی کا ایکٹر کرنے
گزر رہا ہو۔ اس کی آنکھیں باہر نکل آئیں اور چہرہ مسخ ہو گیا۔
”بولو۔ گولڈن کولوک کا سیٹ اپ کیا ہے۔ بولو۔“..... عمران نے
سرد لبجھ میں کہا۔

”سک۔ سینھے اسلم۔ سک۔ سینھے اسلم۔ بب۔ بب۔ باس
ہے۔“..... فریدرک نے رک رک کر کہا۔

”پورا سیٹ اپ تاوا۔ مکمل سیٹ اپ۔“..... عمران نے اس کی
پیشائی پر دوسری ضرب لگاتے ہوئے کہا اور اس ضرب سے فریدرک
کا چہرہ پینے سے تر ہو گیا۔ آنکھیں اور باہر کو نکل آئی تھیں اور
آنکھوں میں ایسی وحندی ابھر آئی تھی کہ عمران سمجھ گیا کہ اب اس
کا شعور ختم ہو گیا ہے۔

”بولو۔ گولڈن کولوک کا مکمل سیٹ اپ کیا ہے۔ بولو۔“..... عمران
نے فریدرک کا سر چھوڑ کر چیچھے ہٹ کر کری پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”گولڈن کولوک کا بورڈ آف ڈائریکٹرز ہے جس کا چیزیں
معروف سیاست دان آغا کرامت ہے۔ باقی نمبرز میں سے ایک
سینھے اسلم ہے۔ دوسرا سردار داؤد۔ وہ معروف صنعت کار ہے۔ تیرا
رکن ایک ایکٹریں بورنو ہے۔ تمام کام سینھے اسلم کے تحت ہوتے
ہیں۔ مجھے سینھے اسلم نے اس کاروبار میں دل فیصد حصے پر ڈسٹری
بیوٹر رکھا ہوا ہے۔ میرے تحت گولڈن کولوک پورے پاکیشیا میں
سپلائی کیا جاتا ہے اور فردوخت کیا جاتا ہے۔ میرے لئے یہ کام ایک

آدمی حشمت خان کرتا ہے۔ حشمت خان کے پاس گولڈن کولوک کی
پورے پاکیشیا کے لئے ڈسٹری بیوشن ہے۔ یہاں دارالحکومت میں
حشمت خان کا سینکنڈ ڈسٹری بیوٹر فیرڈ خان ہے۔“..... فریدرک نے
رک رک کر لیکن مسلسل بولتے ہوئے تفصیل بتا دی۔

”اس کا کارخانہ کہاں ہے جہاں یہ بنتا ہے۔“..... عمران نے
پوچھا۔

”مجھے نہیں معلوم۔ کونکہ میں اپنے اڈے سے کبھی باہر نہیں گیا۔
اس کا علم میں ڈسٹری بیوٹر حشمت خان کو ہو گا۔ وہی براہ راست
سپلائی دیتا ہے۔ چونکہ کاروبار مسلسل اور تیزی سے ہو رہا ہے اس
لئے میں نے بھی پوچھا ہی نہیں اور نہ مجھے پوچھنے کی ضرورت ہے۔
میرا کام ڈسٹری بیوشن ہے جس کا مجھے دل فیصد معاوضہ ملتا ہے جو
میرے لئے بہت کافی ہے۔“..... فریدرک نے جواب دیتے ہوئے
کہا۔

”خشمت خان کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔ اس کا اڈا اور
رہائش کہاں ہے۔“..... عمران نے پوچھا۔

”خشمت خان کامیڈی یس مارکیٹ میں کراس ورلڈ میڈیا یس کے
نام سے دفتر ہے جو ڈسٹری بیوشن کو پورے ملک میں کنٹرول
کرتا ہے۔“..... فریدرک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہاں اس کے گودام کہاں ہیں۔“..... عمران نے پوچھا۔
”مجھے نہیں معلوم۔ مجھے تو صرف کاغذات بھیجے جاتے ہیں اور

کمیشن میرے اکاؤنٹ میں جمع ہو جاتا ہے۔۔۔ فریدرک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
”فیروز خان کا آفس کہاں ہے۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”وہ بھی فیروز خان انٹر پارکرز کے نام سے میدیسین مارکیٹ میں کام کرتا ہے۔۔۔ فریدرک نے جواب دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کی گروپ لیکفت جھٹکے سے ایک طرف ڈھلک گئی۔ عمران اٹھ کر تیزی سے اس کے قریب گیا لیکن فریدرک نایدز زہنی دباو کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا تھا۔ عمران نے ہاتھ میں سو جو نجمر کو اس کے لباس سے صاف کیا اور پھر نجمر کو جیب میں رکھ کر دو اپیں دروازے کی طرف مڑ گیا۔

”اسے آف کرے۔ قی بھی میں ڈال دو جوزف۔۔۔ عمران نے کہا کیونکہ اس کے دوبارہ ہوش میں آنے کا امکان ختم ہو چکا تھا۔

”لیں باس۔۔۔ جوزف نے جواب دیا اور عمران بلیک روم سے نکل کر اس کرے میں آ گیا جہاں فون موجود تھا۔ اب اسے نایگر اور جوانا کی واپسی کا انتظار تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ سوچ رہا تھا کہ فریدرک سے بھی اسے مکمل معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ جب تک کارخانوں اور گوداموں کا درست پتہ معلوم نہ ہو جائے تب تک ان پر ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا کیونکہ ایسا بزرگ کرنے والے فوری طور پر کیموفلانج ہو جانے کا آپشن بیشہ سامنے رکھتے ہیں اور پھر

تقریباً ایک گھنٹے بعد نایگر اور جوانا کی واپسی ہوئی۔ نایگر کو جب معلوم ہوا کہ عمران کمرے میں ہے تو وہ براہ راست کمرے میں آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی۔ نایگر نے کمرے میں داخل ہو کر سلام کیا۔

”کچھ ملایا تھیں۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”گولڈن کولوک کے بارے میں سرف ایک فائل ہے اور اس میں بھی دس فیصد کمیشن کی روپورٹس ہیں۔۔۔ نایگر نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی فائل عمران کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

”کیا وہاں صرف یہی ایک فائل تھی۔۔۔ عمران نے جرمن ہوتے ہوئے کہا۔

”گولڈن کولوک کے بارے میں یہی ایک فائل تھی۔ باقی بے شمار فائلیں اور میں نے ایک ایک فائل چیک کی ہے۔ وہ سب اسکے کم اسکنک سے متعلق تھیں۔۔۔ نایگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو فریدرک کا اصل کام الٹو کی اسکنک تھا۔ یہ کام وہ صرف دس فیصد کی دصویں لئے کرتا تھا۔ تھیک ہے اب اس سینہہ اسلم کو تلاش کرنا ہو گا۔ پھر اصل حقائق سامنے آ کیں گے۔۔۔ عمران نے فائل کو بند کرتے ہوئے کہا۔

”سینہہ اسلم کون ہے باس۔۔۔ نایگر نے پوچھا۔

”اس زہریلے نش کے بھیاںک بزرگس کا کرنا دھرتا وہی ہے۔

اس کے ساتھ اور لوگ بھی ہیں لیکن اس سارے مکروہ دھنے کا
اصل آدمی وہی ہے۔۔۔ عمران نے کہا۔
”تو میڈیسین برس میں اسے تلاش کیا جائے۔۔۔ نایگر نے
کہا۔

”ہاں۔ لازماً میڈیسین کا کاروبار کرنے والے اس کے بارے
میں جانتے ہوں گے۔۔۔ عمران نے جواب دیا تو نایگر نے اثبات
میں سر ہلا دیا۔

جس طرح گھرے سیاہ بادلوں میں بجلی کی لہر بار بار نمودار ہوتی
ہے اسی طرح صدیقی کے تاریک ذہن میں روشنی کی ایک باریک
کی لہر نمودار ہوئی اور پھر بار بار نمودار ہونے لگی۔ اس کے ساتھ ہی
تاریک پڑے شعور میں بھی روشنی چھیلتی چلی جا رہی تھی۔ پھر چند
لحنوں بعد اس کا ذہن جاگ اٹھا اور ایک لمحے کے ہزارویں حصے
میں اس کو یاد آگیا کہ وہ خاور کے ساتھ مارٹن سے دوسری کارڈ
لے کر دوسری منزل پر جیگر کے رہائشی کمرے میں داخل ہوئے تھے
اور پھر کٹاک کی آواز کے ساتھ ہی ان کے گرد سفید رنگ کا دھواں
چھیل گیا تھا اور ان کے ذہنوں پر تاریکی کا مکمل غلبہ چھا گیا تھا اور
آخری احساس جو اس کے ذہن میں ابھرا تھا وہ تیکی تھا کہ مارٹن
نے دھوکہ دیا ہے۔ یہ سب کچھ یاد آتے ہی اس کی آنکھیں ایک
چھٹے سے کھلیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے

کی کوشش کی لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ اس نے دیکھا کہ وہ ایک کری پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے دونوں ہاتھ معقب میں کر کے باندھے گئے ہیں اور اس کے جسم کو بھی کری کے ساتھ باندھ دیا گیا ہے۔ اس نے گردن موڑی تو باسیں ہاتھ پر موجود کری پر خاور بندھا ہوا بیٹھا تھا۔ البتہ اس کا جسم ڈھالکا ہوا تھا اور وہ ہولکی میں آنے کے عمل سے گزر رہا تھا۔ یہ ایک قدر سے بڑا کمرہ تھا۔ ان دونوں کے سامنے دو کریاں موجود تھیں جن میں سے ایک کری پر ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی بڑے فاخرانہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا جبکہ دوسری کری خالی تھی۔ کری پر بیٹھے آدمی کے پیچھے ایک آدمی کا بندھے پر مشین گن لیکا کے کھڑا تھا جبکہ ایک اور آدمی صدیقی اور خاور کی سائیدن میں ہاتھ میں مشین گن پکڑے کھڑا تھا۔ ایک سائیدن پر ایک جدید ساخت کا میک اپ واشر ایک فرالی پر رکھا ہوا موجود تھا۔ اسی لمحے خاور کے منہ سے کراہنے کی آواز سنائی دی تو صدیقی نے اس کی طرف دیکھا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں ایک جھماکہ سا ہوا۔ اس نے دیکھا کہ خاور اپنے اصل چہرے میں ہے۔ چہلے اس کا ذہن یہ بات نوٹ نہ کر سکا تھا لیکن میک اپ واشر دیکھنے کے بعد اس کے ذہن نے یہ بات نوٹ کی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ خود بھی اپنے اصل چہرے میں ہو گا۔ اب خاور حیرت بھری نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

”تمہیں ہوش آ گیا دوستو“..... اچانک سامنے بیٹھے ہوئے لمبے

قد اور بھاری جسم کے آدمی نے بڑے دوستانہ لمحے میں کہا۔ ”ہاں۔ آ تو گیا ہے لیکن ہمیں دوست بھی کہہ رہے ہو اور ہمیں اس طرح باندھ بھی رکھا ہے تم نے۔ یہ کیسی دوستی ہے“..... صدیقی نے مکراتے ہوئے کہا تو وہ آدمی بے اختیار ہنس پڑا۔ ”میں جنہیں انتہائی خطرناک سمجھتا ہوں صرف ان سے ہی دوستی کرتا ہوں۔ تم دونوں نے نادر جیسے آدمی کا خاتمہ کر دیا اس لئے تمہیں بھی میں دوستوں کے زمرے میں شامل کر رہا ہوں“۔ سامنے بیٹھے ہوئے آدمی نے مکراتے ہوئے کہا۔

”تمہارا نام جیگر ہے“..... صدیقی نے کہا۔ ”ہاں۔ میرا نام جیگر ہے۔“ تم دونوں بغیر اجازت میرے پیدا روم میں داخل ہونے جا رہے تھے اس لئے تمہیں روک کر یہاں چھپا دیا گیا۔ تم نے خواہ مخواہ اپنے چروں پر میک اپ کی تمہیں چڑھائی ہوئی تھیں۔ خواہ مخواہ کا وزن۔ میں نے یہ وزن اتار دیا ہے۔ البتہ تم اپنا تعارف خود کراؤ گے“..... جیگر نے اسی طرح بڑے دوستانہ لمحے میں کہا تو صدیقی اس کے انداز سے ہی سمجھ گیا کہ یہ آدمی ذاتی طور پر بے حد شاطر واقع ہوا ہے۔

”تمہیں ہمارے بارے میں کس نے اطلاع دی تھی“..... صدیقی نے اب اپنے آپ کو آزاد کرنے کے لئے سب سے پہلے کالائیوں پر بندھی ہوئی رسی کی گانجہ تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”مادرن نے۔ اس نے مجھے فون کر کے بتا دیا تھا کہ تم مجھ سے

ملتا چاہتے ہو اور اس سے پہلے سینہہ الہم مجھے تاپکا تھا کہ تم دونوں نے خادر کا خاتمہ کر دیا ہے اس لئے میں نے ملاقات کی اجازت دے دی اور اسی لئے اب ہماری تمہاری بھرپور انداز میں ملاقات ہو رہی ہے۔ جیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی کرے کا دروازہ کھل اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچے ایک گن میں تھا۔ اس آدمی کے اندر داخل ہوتے ہی جیگر بھی انہ کر کھڑا ہو گیا۔

”آئیے۔ آئیے سینہہ الہم۔ ان دونوں سے ملینے جنہوں نے خادر کو ہلاک کر کے آپ کو پریشان کر دیا تھا۔“ جیگر نے اپنے مخصوص لجھ میں آنے والے سے مقاطب ہو کر کہا تو صدیقی اور خادر دونوں سمجھے گئے کہ آنے والا سینہہ الہم ہے۔

”کیا کہتے ہیں یہ۔ کون ہیں اور کیوں یہ سب کارروائیاں کرتے پھر رہے ہیں۔“ سینہہ الہم نے صدیقی اور خادر کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”آپ کا انتظار تھا تاکہ آپ کے سامنے سب کچھ آجائے۔ تشریف رہیں۔“ جیگر نے کہا تو سینہہ الہم کری پر بینہ گیا۔ اس کے بینہ ہی اس کے پیچے آنے والا گن میں بھی اس کی کرسی کے عقب میں کھڑا ہو گیا جبکہ پہلے سے موجود دونوں شین گن بردار اپنی چلکی والی جگہوں پر ہی موجود تھے۔

”یہ دونوں کہاں سے پکڑے گئے ہیں اور کیسے یہ معلوم ہوا ہے

کہ یہ وہی دونوں ہیں جو ہمیں مطلوب تھے۔“ سینہہ الہم نے کری پر بینہ ہی کہا۔

”یہ دونوں میک اپ میں تھے۔ میں نے اپنے ایک دوست سے جدید ترین میک اپ واشر منگولیا اور ان کے میک اپ واش کر دیئے۔ اب یہ اپنے اصل چہروں میں ہیں۔“ جیگر نے ان کے پکڑے جانے کی تفصیل بتانے کے بعد میک اپ کے بارے میں بتا دیا۔

”میک اپ۔ کیا مطلب۔ عام لوگ تو میک اپ نہیں کر سکتے۔ ایسا تو یا تو سرکاری لوگ کرتے ہیں یا پھر غیر ملکی ایجنسٹ۔ عام لوگ تو ایسا نہیں کر سکتے۔ ان کا تعلق کس سے ہے۔“ سینہہ الہم نے پھر بھرے بھرے میں کہا۔

”ذیں آپ کے آنے کا منتظر تھا تاکہ آپ کے سامنے سب کچھ پوچھا جائے۔ اب آپ آگئے ہیں تو اب ان سے پوچھتے ہیں۔“ جیگر نے کہا تو سینہہ الہم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”ہا۔ تو تم دونوں پہلے اپنے نام بتا دو تاکہ بات چیز میں آسانی ہو سکے۔“ جیگر نے کہا۔

”میرا نام گولڈن ہے اور میرے ساتھی کا نام کولوک ہے۔“ صدیقی نے جواب دیا تو سینہہ الہم بے اختیار اچھل پڑا۔

”یہ۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ ان پر کوڑے برساؤ۔ ان کے جسموں پر زخم لگا کر ان پر نک چھڑکو۔ یہ اللہ ہمارا مذاق اڑا رہے

ہیں۔۔۔ سینھو اسلم نے یکاخت انتہائی عصیلے لمحے میں چیختے ہوئے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں۔ یہ سب کچھ ہو گا بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو گا۔ انہیں ابھی معلوم ہی نہیں ہے کہ ان کے ساتھ کیا ہو گا۔۔۔ جیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے صوتی اور خاور کی طرف رخ کیا۔

”ہاں تو دوستو۔ تم نے شاید اپنے آپ کو زندہ اور صحیح سلامت دیکھ کر یہ کچھ لیا ہے کہ تمہارے ساتھ صرف باشیں ہوں گی ।۔۔۔ آخری بار کہہ رہا ہوں کہ سب کچھ حق پنج بتا دو۔۔۔ جیگر کا اس پر لمحہ خاصا خفت تھا۔

”ہمارے ناموں پر آپ کو اتنا غصہ کیوں آ گیا ہے۔ کیا یہ نام گالیاں ہیں۔۔۔ صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ مسکرا اس لئے رہا تھا کہ اس نے کری کے عقب میں موجود اپنے بازو دری سے آزاد کرائے تھے۔ اب صرف چند رسیاں رہ گئی تھیں جن سے اس کے سینے کو کری سے باندھا گیا تھا۔ اس کی الگیاں مسلسل کری کے عقب میں ان رسیوں پر کام کر رہی تھیں اور اسے یقین تھا کہ جیسے ہی وہ گانٹھ اس کے ہاتھ میں آئے گی تو وہ اس کری سے آزاد ہو جائے گا۔ اس کے بعد بہرحال اسے لٹائی کرنا پڑے گی۔ خاور خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ البتہ پہلے لمحے پہلے اس نے لوں کو سیز کر ہلکی سی سیٹی بجائی تھی جس کا مطلب تھا کہ اس نے کوئی کامیابی حاصل

کر لی ہے لیکن صدیقی کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس نے جزوی کامیابی حاصل کی ہے یا نہ۔

”یہ اتنا ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں۔ انہیں گولیوں سے اڑا دو۔۔۔ سینھو اسلم نے یکاخت چیختے ہوئے لمحے میں کہا۔

”آپ معلوم نہیں کرنا چاہتے کہ یہ کون ہیں اور کس کے کہنے پر آپ کے اور آپ کے کاروبار کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو میں ایک لمحے میں انہیں گولیوں سے اڑا سکتا ہوں۔۔۔ جیگر نے کہا۔

”یہ نہیں بتائیں گے۔ تم نے دیکھا کہ اس حالت میں بھی یہ لوگ اتنا ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں۔۔۔ سینھو اسلم نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ جیسے آپ کہیں۔ میں ابھی آپ کے سامنے ان کا خاتمہ کر دیتا ہوں۔۔۔ جیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک جھلک سے انہوں کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے لمحے میں ناراضگی اور غصہ جھلک رہا تھا۔

”غصہ کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں جان سے مارنے سے پہلے ان پر کوئی نہیں۔ ان کی زبانیں کھلواؤ۔ یہ ڈھیٹ لوگ ہیں۔ ان سے خالی باشیں کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔۔۔ سینھو اسلم نے کہا۔

”روگر۔۔۔ جیگر نے خاور کے قریب کھڑے ہوئے مشین گن بردار سے مخاطب ہو کر کہا۔

”لیں باس“..... اس آدمی نے چونکہ کر کہا۔

”جا کر الماری سے کوڑا نکالو اور ان دونوں پر اس وقت تک کوڑے برساتے رہو جب تک ان کی زبانیں نہ کھل جائیں“..... جیگر نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”لیں باس“..... روگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کو خاور کی کری سے ہاتھ لگا کر رکھ دیا۔ اس کا خیال تھا کہ خاور تو بندھا ہوا ہے اس لئے مشین گن یہاں رکھنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا اور شاید اسی خیال سے تھا جیگر سیست کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا۔ اتنی بات وہ بہر حال سمجھتے تھے کہ روگر نے چونکہ کوڑے مارنے تھے اس لئے وہ مشین گن ہاتھ میں پکڑ سکتا تھا اور نہ ہی کامنے سے لکا سکتا تھا۔ اس نے بہر حال اسے کہیں نہ کہیں رکھنا تھا۔ چاہے یہاں رکھتا یا اس الماری میں جہاں سے اس نے کوڑا نکالنا تھا۔ اس نے شاید اس خیال سے اسے یہاں رکھ دیا تھا کہ کسی بھی وقت اس کی فوری ضرورت پڑ سکتی ہے۔ مشین گن رکھ کر روگر مذکور کونے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔

”میرے ہاتھ آزاد ہیں اور مشین گن میرے پاس موجود ہے۔ تیار ہو جاؤ“..... خاور نے آہستہ سے سرگوشی کے انداز میں کرائی زبان میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”سینہ اسلم اور جیگر دونوں کو زندہ رہنا چاہئے“..... صدیقی نے

سی کرانی زبان میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”یہ تم کیا باتیں کر رہے ہو“..... جیگر نے یکنہت چونکہ کر اور قدرے سخت لمحے میں کہا لیکن اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ مکمل ہوتا خاور کا پیچھے کی طرف مڑا ہوا بازو تھوڑا سا گھوما اور دوسرے لمحے اس نے مشین گن اچک لی اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی سنبھالتا کرہ ریٹ ریٹ کی آوازوں اور انسانی چیزوں سے گونج اٹھا۔ خاور نے چلی سے بھی زیادہ تیزی سے کمرے میں موجود دو مشین گن بہداروں اور آخر میں الماری سے کوڑا نکال کر مڑتے ہوئے روگر کو گولیاں مار دیں۔

”خبردار۔ اگر تم نے کوئی حرکت کی“..... صدیقی نے ساتھ ہی صحیح کر کہا لیکن جیگر جو چند لمحے تو حریت کی زیادتی سے تمدن سا بیخا رہا تھا لیکن صدیقی کے پیچھتے ہی وہ یکنہت ایک جھکلے سے اٹھا اور اس کے ساتھ ہی اس کا بازو جیب کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی الٹ کر کری پر گرا اور پھر کری سیست چینتا ہوا پیچھے کے بل فرش پر جا گرا۔ یہ فائرنگ خاور نے کی تھی جبکہ سینہ اسلم کری پا اس طرح بیخا رہا تھا جیسے وہ کوئی انسان ہونے کی بجائے کوئی بت ہو لیکن جیسے ہی جیگر نیچے گرا وہ یکنہت اٹھا اور چینتا ہوا مڑ کر دروازے کی طرف بڑھنے لگا لیکن اس سے پہلے کہ وہ دروازے تک پہنچتا ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی وہ چینتا ہوا اچھل کر سر کے بل فرش پر گرا اور پھر اس طرح ترپے گا

جیسے بکری ذبح ہوتے ہوئے پھر کتی ہے۔ چند لمحوں بعد وہ ساکت ہو گیا۔ جیگر بھی چند لمحے پھر کنے کے بعد ساکت ہو چکا تھا لیکن صدیقی نے یہ چیک کر لیا تھا کہ جیگر اور سینہہ اسلم دونوں کی نانگوں پر گولیاں ماری گئی تھیں اس لئے ظاہر ہے وہ دونوں ہلاک نہیں ہوئے تھے بلکہ زخمی ہو کر بے ہوش ہو گئے تھے۔

ناٹنگر نے کار ریڈ روز کلب کی پارکنگ میں موڑی اور پھر اسے روک کر وہ بیچے اتر آیا۔ وہ کئی گھنٹوں سے سینہہ اسلم کے بارے میں معلومات حاصل کرتا پھر رہا تھا اور اسے معلوم ہو گیا تھا کہ سینہہ اسلم میڈیسین مارکیٹ میں باقاعدہ سینہہ میڈیسین کار پورشن کے ہام سے کاروبار کرتا ہے لیکن وہاں سے اسے حصی طور پر یہی معلوم ہوا تھا کہ وہ کسی کاروباری نور پر کافرستان گیا ہوا ہے۔ گوناٹنگر نے وہاں سے یہ معلومات بھی حاصل کرنے کی کوشش کی تھی کہ کسی طرح معلوم ہو جائے کہ کیا سینہہ اسلم گولڈن کالوک دوسرے لفظوں میں زہریلے نئے کاروبار تھی کرتا ہے لیکن اسے ناکامی ہوئی تھی۔ اسے اس بارے میں کسی قسم کی معلومات نہیں مل سکی تھیں اس لئے وہ سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔ سینہہ اسلم تو نجانے کب واپس آئے گا۔ چنانچہ یہی سوچتا ہوا وہ جب ریڈ روز کلب کے سامنے

”لیں سر۔ مجھے آپ کے شیش کا علم ہے۔“ دیر انور علی نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا اور واپس مڑنے لگا۔

”ارے ہاں۔ منیر دفتر میں موجود ہے یا نہیں؟“ نائیگر نے پوچھا۔

”لیں سر۔ اپنے آفس میں ہی ہیں،“ دیر نے مژکر موادبانہ لجھے میں جواب دیا تو نائیگر کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ مژکر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد چائے اسے سرو کر دی گئی اور وہ چائے بنانا کر ٹھینان بھرے انداز میں چسکیاں لے رہا تھا کہ اس کی نظریں میں گیٹ پر پڑیں تو وہاں ایک آدمی کھڑا ہاں کا اس انداز میں جائزہ لے رہا تھا جیسے اسے کسی خالی میز کی تلاش ہو۔ نائیگر کے بیٹھنے سے اب تک اس کی سائیڈوں پر موجود باقی میزیں بھی پڑ ہو چکی تھیں۔ نائیگر نے ہاتھ اوپر اٹھا کر اس انداز میں لہرایا جیسے اسے بلا رہا ہو۔ اس نے واقعی اسے بلانے کا اشارہ کیا تھا کیونکہ وہ اسے جانتا تھا۔ اس کا نام کرامت تھا اور وہ ایک بڑے اخبار کا کرامہ رپورٹر تھا۔ چونکہ وہ بھی اندر ورلد میں ہر وقت گھومتا پھرتا رہتا تھا اس لئے نائیگر کے ساتھ اس کی نہ صرف اچھی دعا سلام تھی بلکہ خاصی دوستی بھی تھی۔ کرامت نے بھی نائیگر کا اشارہ دیکھ لیا تھا کیونکہ اس کے چہرے پر پھیلنے والی مسکراہٹ دور سے ہی نظر آ رہی تھی۔ پھر وہ تیز قدم اٹھاتا میز کی طرف آ گیا تو نائیگر نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا اور پھر سکی نقرات کی ادائیگی اور مصالحت کے بعد وہ

سے گزر تو اس نے ہاں میں بیٹھ کر چائے پینے اور سوچنے کا فیصلہ کر لیا۔ ریڈ روز کلب کا ہاں نہ صرف اسے پہنچا بلکہ یہاں کی چائے کی کوالٹی بھی بے حد اعلیٰ ہوتی تھی اس لئے اسے یہاں کی چائے بھی پہنچتی اور وہ اکثر یہاں چائے پینے آتا رہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہاں کا ملہ اور منیر روپرٹ بھی اس کا دوست تھا۔ وہ جب بھی یہاں آتا تھا تو پہلے ہاں میں بیٹھ کر ٹھینان سے چائے پیتا تھا اور پھر جا کر منیر روپرٹ سے ملتا تھا۔

گواہے چائے منیر کی طرف سے بھی مل سکتی تھی میں جو لطف اسے اکیلے بیٹھ کر ٹھینان سے چائے پینے میں آتا تھا وہ منیر روپرٹ کے ساتھ بیٹھ کر چائے پینے میں نہیں آتا تھا۔ پارکنگ میں کار روک کر اور پارکنگ بوائے سے کارڈ لے کر وہ تیز تیز قدم بڑھاتا میں گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ہاں تقریباً بھرا ہوا تھا۔ البتہ آخر میں چند میزیں خالی تھیں۔ نائیگر ان کی طرف بڑھ گیا۔ ایک خالی کرسی پر بیٹھ کر اس نے پہلے تو سرسری انداز میں ہاں میں موجود افراد کا جائزہ لیا لیکن ہاں میں موجود افراد اس کے لئے اجنبی تھے۔ ان میں سے کوئی بھی اس کا واقف نہ تھا۔

”لیں سر۔“ اسی لمحے اسے دیر کی موادبانہ آواز سنائی دی۔

”اچھی سی چائے پلواؤ انور علی،“ نائیگر نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ اسے طویل عرصے سے جانتا تھا اس لئے اس نے اس کا نام لے کر بات کی تھی۔

سامنے والی پر بینجھ گیا۔

”چائے پی رہے ہو۔ مگر بیہاں کی کافی بھی اچھی ہے۔“
کرامت نے کہا۔

”مجھے تو بیہاں کی چائے پسند ہے۔ تمہارے لئے کافی منگولیتا ہوں۔“..... نائیگر نے کہا اور ساتھ ہی اس نے دیش کو بلا کر کرامت کے لئے کافی لانے کا کہہ دیا۔

”تمہارے پاس میرے لئے یقیناً کوئی بڑی خبر ہوگی۔ اگر ایسا ہو جائے تو بڑا لطف رہے گا۔“..... کرامت نے سکراتے ہوئے کہا۔

”ابھی خبر نہیں تو نہیں لیکن بن جائے گی۔“..... نائیگر نے سکراتے ہوئے کہا تو کرامت چونک پڑا۔

”پچھو بتاؤ۔“..... کرامت نے کہا۔

”شرط ہے کہ جب تک خبر مکمل طور پر بن نہ جائے اس وقت تک اسے شائع نہ کرنا ورنہ معاملات خراب ہو سکتے ہیں۔“..... نائیگر نے کہا۔

”وعدہ رہا اور تمہیں معلوم ہے کہ کرامت جو وعدہ کر لے اسے ہر حال میں پورا کرتا ہے۔“..... کرامت نے آگے کی طرف بھکتے ہوئے کہا لیکن پھر اس سے پہلے کہ نائیگر پچھہ بتاتا دیش کافی کے برتن اٹھائے آ گیا اور اس نے کافی کے برتن میز پر لگائے اور چائے کے خالی برتن اٹھا کر واپس چلا گیا۔

”ہاں اب بتاؤ۔“..... کرامت نے کافی کی پیالی اٹھا کر اپنے

سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

”گولڈن کولوک کے بارے میں کچھ جانتے ہو۔“..... نائیگر نے کہا۔

”کیا یہ کسی کلب کا نام ہے۔“..... کرامت نے چونک کر پوچھا تو نائیگر بے اختیار فس پڑا۔

”ارے نہیں۔ سکون آور دوا کا نام ہے۔“..... نائیگر نے بنتے ہوئے جواب دیا۔

”اوہ ہاں۔ مجھے یاد آ رہا ہے۔ کالوک نام کی ایک مشہور سکون آور دوا ہے لیکن تم تو گولڈن کالوک کہہ رہے ہو۔“..... کرامت نے کہا۔

”کالوک نامی دوا تو باقاعدہ کوئی بڑی کمپنی تیار کرتی ہے لیکن ایک جعلی دوا گولڈن کولوک کے نام سے بھی تیار کی جاتی ہے۔ اس میں ایسا زہر یا لا مواد شامل کیا جاتا ہے کہ جو لوگ اسے استعمال کرکتے ہیں ان کو باقاعدہ نشہ ہو جاتا ہے اور پھر اس کی طلب بڑھتی چلی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ نوجوان سرور اور نشہ حاصل کرنے کے لئے زیادہ تعداد میں اسے بیک وقت استعمال کرتے ہیں اور نتیجہ یہ کہ کسی بھی وقت ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اب تک لاکھوں نہیں تو ہزاروں نوجوان بلاک ہو چکے ہیں۔ ایک عزیز نوجوان کی موت پر میں نے اس کے گھروں کی حالت دیکھی ہے۔ یہ لوگ قاتل ہیں جو صرف چند روپوں کی خاطر نوجوانوں کو موت کے منہ

میں دھکیل رہے ہیں۔۔۔ نائیگر نے قدرے جذباتی لمحے میں کہا۔
”تو خبر کیا ہے جو ابھی بنی نہیں ہے۔۔۔ کرامت نے کافی کی
چسکی لیتے ہوئے کہا۔

”یہ سارا کاروبار انتہائی خفیہ طور پر ہو رہا ہے۔ مخصوص لوگ
مخصوص لوگوں کو یہ گولڈن کلوک فروخت کرتے ہیں۔ میں ان دونوں
اس کیس پر کام کر رہا ہوں لیکن باوجود شدید کوشش کے صرف اتنا
معلوم ہو سکا ہے کہ اس بارے میں سینھہ اسلم سے معلومات حاصل
کی جا سکتی ہیں لیکن سینھہ اسلم کا فرستان گیا ہوا ہے۔۔۔ نائیگر نے
کہا۔

”سینھہ اسلم۔ وہی جو میڈیسن کا کاروبار کرتا ہے۔۔۔ کرامت
نے چونکہ کہا۔

”ہاں۔ کیا تم اسے جانتے ہو۔۔۔ نائیگر نے پوچھا۔

”ہاں اور یہ بھی بتا دوں کہ وہ کافرستان سے واپس آ گیا
ہے۔۔۔ کرامت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”واپس آ گیا ہے۔ کیسے تمہیں معلوم ہے۔۔۔ نائیگر نے چونکہ
کر پوچھا۔

”میں یہاں آنے سے پہلے جیگر کے کلب بلیک پوائنٹ گیا
تھا۔ ہاں ایک آدمی سے ملاقات ملے تھی۔ میں اس آدمی کے
انتظار میں اسٹینٹ مینجر جانس کے آفس میں بیٹھا تھا کہ ایک
آدمی نے آ کر اس سے کہا کہ وہ بس کو اطلاع دے دے کہ سینھہ

285
اسلم کافرستان سے واپس ایئر پورٹ پہنچ رہا ہے اور وہ اسے لے کر
زیر و پوائنٹ پر پہنچ رہا ہے۔ اسی وقت اسٹینٹ مینجر نے رسیور اٹھا
کر بھی پیغام جیگر کو دے دیا۔ اب تم نے سینھہ اسلم اور کافرستان کی
بات کی تو مجھے یاد آ گیا۔ میں ابھی وہاں سے سیدھا یہاں آیا
ہوں۔۔۔ کرامت نے کہا۔

”جیگر کا اس سینھہ اسلم سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔۔۔ نائیگر نے
کہا۔

”اتا تو مجھے معلوم ہے کہ ان دونوں کے درمیان خاصی بے
تكلفی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے گھرے دوست ہیں۔۔۔ کرامت
نے جواب دیا۔

”کیا تمہیں معلوم ہے کہ زیر و پوائنٹ کہاں ہے۔۔۔ نائیگر نے
پہنچنے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ میں نے تو یہ نام ہی پہلی بار سنایا ہے۔۔۔ کرامت نے
جواب دیا اور وہ بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ نائیگر نے دیش کو بلا کر اسے
حستہ کی اور پھر وہ کرامت سے مصافحہ کر کے یہ ورنی دروازے کی
طرف بڑھ گیا۔ قلب کے باہر برآمدے میں ایک پلک فون بوتھ
موجود تھا۔ اس نے پلک فون بوتھ میں داخل ہو کر جیب سے ایک
کارڈ نکال کر فون پیس کے مخصوص خانے میں ڈال کر اسے ایک
چھکے سے آگے کیا تو فون پیس پر سزرگ کا بلب جل اٹھا۔ اس
نے رسیور اٹھایا اور انکوارٹری کے نمبر پر لس کر دیئے۔

”لیں۔ انکوارری پلیز“..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”بلیک پوائٹ کلب کا نمبر دیں“..... نائیگر نے کہا تو چند لمحوں کی خاموشی کے بعد نمبر بتا دیا گیا۔ نائیگر نے کریڈل کو پریس کیا اور ایک بار پھر وہی نمبر پریس کرنے شروع ہوئے جو انکوارری آپریٹر نے بتائے تھے۔

”لیں۔ بلیک پوائٹ کلب“..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”اسٹنٹ میخ جانس سے بات کرو۔ میں نائیگر بول رہا ہوں۔“..... نائیگر نے کہا۔

”ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ جانس بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”نائیگر بول رہا ہوں جانس“..... نائیگر نے کہا۔ وہ اور جانس خالی سے بے تکلف دوست تھے اور جانس جانتا تھا کہ نائیگر اگر بگر جائے تو پھر اس کا سیدھا ہونا تقریباً ناممکن ہوتا ہے اس لئے نائیگر کو معلوم تھا کہ وہ اس سے کوئی بات نہیں چھپائے گا۔

”اوہ تم۔ کوئی خاص بات۔ جو یہاں آنے کی بجائے فون کر رہے ہو“..... جانس نے کہا۔

”میں ایک پیلک فون بوتھ سے بات کر رہا ہوں اس لئے“.....

خاموشی سے یہ بتا دو کہ تمہارے باس جیگر کا زیر پوائٹ کہاں ہے اور پھر اس بات کو بھول جاؤ“..... نائیگر نے کہا۔

”لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو۔ وہ تو باس جیگر کا خاص ادا ہے“..... جانس نے چونک کر کہا۔

”جتنا کم جانو گے اتنا ہی فائدے میں رہو گے۔ یہ بتاؤ اور بس“..... نائیگر نے کہا۔

”میرا نام سامنے نہ آئے ورنہ مجھے ہلاک کر دیا جائے گا۔“..... جانس نے قدرے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تم مجھے جانتے ہو اس لئے بے ٹکر رہو“..... نائیگر نے کہا۔ ”ڈان کالوں کی کوئی نمبر ایک سو ایک“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”وہاں کتنے افراد رہتے ہیں“..... نائیگر نے پوچھا۔ ”مجھے نہیں معلوم کیونکہ میں صرف ایک بار وہاں گیا تھا۔ البتہ چیف باس اس وقت وہاں موجود ہے“..... جانس نے جواب دیا۔

”اور وہ ستمہ اسلم کیا پہنچ گیا ہے وہاں“..... نائیگر نے پوچھا۔ ”تمہیں کیسے معلوم ہوا ہے۔ حیرت ہے“..... جانس نے کہا۔

”میری بات کا جواب دو“..... نائیگر نے کہا۔

”ہاں۔ اب تک وہ پہنچ گیا ہو گا“..... جانس نے جواب دیا تو نائیگر نے او کے کہہ کر رسیور رکھ دیا اور اپنا کارڈ باہر کھینچ کر اس نے جیب میں ڈالا اور پیلک فون بوتھ سے کھل کر وہ سیدھا پارکنگ کی

ہاتھ میں تھا۔ ابھی وہ راہداری تک پہنچا بھی نہ تھا کہ اس کے کافنوں میں تیز فائرنگ اور انسانی چینوں کی آوازیں پڑیں تو وہ بے اختیار اچھل پڑا۔ فائرنگ واضح طور پر شین گئی تھی۔ یہ آوازیں سختے ہی نائیگر آگے کی طرف دوڑ پڑا۔ فائرنگ ایک بار پھر سنائی دینے لگی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے انداھا وہند گولیاں چلانی جا رہی ہوں۔ راہداری کر اس کر کے نائیگر جب فرنٹ کی طرف آیا تو وہاں کاریں موجود تھیں لیکن کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ وہ تیزی سے برآمدے کی طرف بڑھا۔ البتہ وہ بے حد چوکنا اور حفاظت تھا۔ برآمدہ بھی خالی تھا۔ البتہ درمیانی راہداری میں ایک آوازیں سنائی دے رہی تھیں جس سے محسوس ہوتا تھا کہ کوئی آدمی جیخ کر بول رہا ہے۔ نائیگر اس درمیانی راہداری میں آ گیا۔ راہداری کے اختتام پر سیرھیاں نیچے جا رہی تھیں اور چند غیر واضح سی آوازیں اسے نیچے ہی سنائی دے رہی تھیں۔ چند لمحوں بعد وہ ایک بند دروازے کے ہمراستے پہنچ گیا۔

”جلدی کرو ورنہ یہ دونوں مر جائیں گے۔“..... ایک واضح آواز سنائی دی اور یہ واضح آواز سن کر نائیگر بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر شدید ہمتوں کے تاثرات تھے کیونکہ وہ صدیقی کی آواز پہچان گیا تھا۔

”تم بھی کوشش کرو صدیقی۔ میں بھی کر رہا ہوں۔“..... ایک اور آواز سنائی دی تو نائیگر کی حالت دیکھنے والی ہو گئی کیونکہ دوسری

طرف بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے ڈان کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے کی مسلسل ڈرانسونگ کے بعد وہ ڈان کالونی پہنچ گیا۔ کوئی نمبر ایک سو ایک متوسط درجے کی کوئی تھی۔ اس کا پھانک بند تھا۔ دیواریں زیادہ اوپری نہیں تھیں۔ نائیگر نے کوئی کو دیکھ کر نیصلو کیا کہ وہ عقبی طرف سے دیوار پھاند کر اندر جائے گا تاکہ وہ سینہ اسلم اور جیگر کے سر پر اچانک پہنچ کر انہیں کور کر سکے۔ اس نے کار سائیڈ روڈ کی طرف ہوں پلک پارکنگ میں روکی۔ سائیڈ سیٹ کو اٹھا کر بیچے موجود بالکل میں سے اس نے ایک مشین پسل نکالا اور اسے جیب میں ڈال کر اس نے سائیڈ سیٹ کو سیدھا کیا اور پھر کار لاک کر کے وہ سڑک کر اس کے جیگر کی کوئی سائیڈ روڈ پر پیدل چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ ٹریک کا زور میں روڑ پر تھا۔ البتہ چند کاریں سائیڈ روڈ پر بھی آ جا رہی تھیں۔ کوئی کے اقتام پر بھی ایک گلی تھی جو آگے جا کر بند ہو جاتی تھی۔ وہاں کوڑے کے ذریم پڑے ہوئے تھے۔ نائیگر عقبی گلی میں داخل ہوا اور پھر چند لمحوں بعد اس نے یکنہت جب پلکیا اور ایک لمحے کے لئے اس کے دونوں ہاتھ دیوار پر جمع اور دوسرے لمحے اس کا جسم فضا میں گھومتا ہوا دوسری طرف جا گرا۔ بلکہ سا دھماکہ ہوا اور نائیگر اس دھماکے کا رد عمل جانتے کے لئے دیہی دبک گیا لیکن جب چند لمحوں تک کوئی رد عمل سامنے نہ آیا تو وہ اٹھا اور سائیڈ راہداری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ مشین پسل اس کے

کر اندر آیا ورنہ میں دروازہ کھلتے ہی مشین گن کا رخ دروازے کی طرف کر چکا تھا۔..... خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں نے تم دونوں کی آوازیں پہچان لی تھیں۔.....“ نائیگر نے جواب دیا۔ پھر نائیگر اور صدیقی نے مل کر دونوں زخمیوں کی بینڈ بج کی اور انہیں طاقت کے مخصوص انجمن لگا دیئے۔ اب ان کی حالت خطرے سے باہر ہو گئی تھی۔

”ان میں سے سینہ اسلم کون ہے۔.....“ نائیگر نے پوچھا۔

”یہ ہے اور یہ جیگر ہے۔ بلکہ پا اکٹ لکب کا مالک۔“ صدیقی نے کہا۔

”تم یہاں کیسے پہنچ گئے۔ کیا سینہ اسلم کے پیچے آئے تھے۔“ خاور نے پوچھا تو نائیگر نے اسے بتایا کہ کس طرح اس نے جوانا کے ساتھ مل کر فریڈرک کے خلاف کارروائی کی اور فریڈرک کو اس کی بڑی سی عمارت سے اٹھا کر رانا ہاؤس پہنچایا اور مسئلہ آخر سینہ اسلم نکلے پہنچا۔ سینہ اسلم کے متعلق پہلے بتایا گیا کہ وہ کافستان گیا ہوا ہے جنکی پھر اطلاع مل گئی کہ وہ آج ہی واپس آیا ہے اور جیگر کے زیر پوائنٹ پر موجود ہے جس پر اس نے یہاں روئی کیا۔

”آپ بھی گولڈن کالوک کے خلاف کام کر رہے ہیں کیا۔“ نائیگر نے تفصیل بتائے کے بعد پوچھا۔

”ہاں۔ سینہ اسلم کا نام تو پہلے ہی اس فیروز خان نے لیا تھا لیکن ہم نے سوچا کہ ثبوت ملنے کے بعد ہی اس پر ہاتھ ڈالیں

آواز خاور کی بھی جبکہ خاور نے صدیقی کا نام بھی لیا تھا۔ اس نے تیزی سے دروازے کو دھکلایا جو کھلتا چلا گیا۔

”میں نائیگر ہوں۔.....“ نائیگر نے جیج کر کہا اور پھر تیزی سے اندر داخل ہوا تو کمرہ مذبح خانہ بنا ہوا تھا۔ دو کرسیوں پر صدیقی اور خاور رسیوں سے بندھے ہوئے تھے جبکہ تین افراد کی لاشیں وباں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک آدمی دروازے کے قریب ہی اوندوں سے من فرش پر پڑا ہوا تھا جبکہ دوسرا آدمی کری سمیت بیخے پڑا تھا۔ ان دونوں کی نامگوں پر گولیاں لگی تھیں جن سے تیزی سے خون بہرہ رہا تھا۔

”نائیگر۔ جلدی سے میڈیکل بیکس خلاش کرو۔ جلدی۔ ہم نے انہیں زندہ رکھنا ہے۔.....“ اسی لمحے صدیقی نے کہا تو نائیگر سر بلاتا ہوا تیزی سے مڑا۔ دیسے وہ محتاط تھا کہ کہیں کسی سے گراونڈ پر ہو جائے لیکن کوئی خالی پڑی ہوئی تھی۔ البتہ ایک الماری سے اسے میڈیکل بیکس مل گیا تو وہ اسے اٹھا کر واپس اس کمرے کی طرف دوڑ پڑا جہاں صدیقی اور خاور موجود تھے۔ آواز دے کر وہ کمرے میں داخل ہوا تو صدیقی نور خاور دونوں رسیوں کی بندش سے آزاد ہو چکے تھے اور ان دونوں زخمیوں کو سنبھال رہے تھے۔

”تم کدرہ سے پیک پڑے تھے۔.....“ صدیقی نے میڈیکل بیکس لیتے ہوئے نائیگر سے پوچھا۔

”اس نے سمجھ داری سے کام لیا کہ دروازہ کھول کر اپنا نام لے

UrduDeen For Nadeem

گے۔ پھر ہمیں معلوم ہوا کہ سینٹھ اسلم اور جیگر کے گھرے تعلقات ہیں اور جیگر سے ہمیں اس کی تفصیلات مل سکتی ہیں۔ چنانچہ ہم نے جیگر پر اس کے کلب آفس میں ریڈ کیا لیکن جس آدمی مارٹ سے جیگر کے خلاف معلومات حاصل کی گئی تھیں اس نے غداری کی اور جیگر کو ہمارے ہارے میں فون پر بتا دیا جس کے نتیجے میں ہم پر ریز ایک کر کے ہمیں وہاں بے ہوش کیا گیا اور جب ہوش آیا تو ہم یہاں رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ صدیقی نے کہا اور پھر اس نے خاور کی طرف سے فائرنگ اور جیگر کی آمد کا کام سارا حال بتا دیا۔

”اب اس سینٹھ اسلم اور جیگر کو کہیں لے جانا ہے یا ان سے سینکڑے پوچھ لیا جائے؟“..... نائیگر نے کہا۔

”یہ جگہ کون سی ہے؟“..... صدیقی نے پوچھا۔

”ڈان کالونی کی کوئی نمبر ایک سو ایک ہے؟“..... نائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

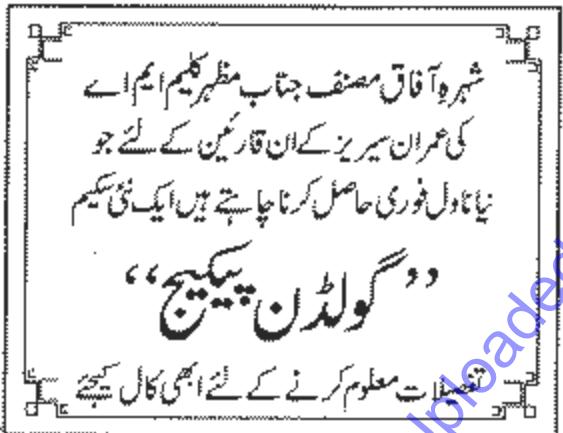
”اس اڑے پر تو کسی بھی وقت کوئی آنکھا نہیں ہے۔ ہمارے پاس تو کار نہیں ہے۔ تمہارے پاس کار ہو گی۔ تم اپنی کار میں ان دونوں رسیوں کو فورٹشارز ہیڈ کوارٹر پہنچا دو“..... صدیقی نے کہا۔

”میں نے سینٹھ اسلم کو پاس کے پاس راتا ہاؤس پہنچانا ہے اسی لئے تو میں یہاں آیا ہوں“..... نائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ فورٹشارز کا کیس ہے اس لئے تم بے شک عمران سے فون

پر بات کرو۔ اگر تم نہیں لے جا سکتے تو یہاں ایک کار تو بہر حال موجود ہو گی۔ اسے ہم استعمال کر لیں گے۔“..... صدیقی نے کہا۔

”اب میں آپ کے سامنے تو ضد نہیں کر سکتا اس لئے بہتر ہی ہے کہ میں پاس سے فون پر بات کروں“..... نائیگر نے کہا تو صدیقی کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ مز کر پیرو فی دروازے کی طرف بڑھ گیا کیونکہ یہاں فون موجود نہیں تھا۔



Mob:0333-6106573

Ph:061-4018666

ارسلان پبلیکیشنز اوقاف بلڈنگ ملتان

سے وہاں موجود تھے اور وہ سینہہ اسلم اور جیگر کو رانا ہاؤس کی بجائے فور شارز ہیڈ کوارٹر لے جانا چاہتے ہیں تو اس نے نائیگر کو کہہ دیا کہ وہ صدیقی اور خاور کے ساتھ مل کر سینہہ اسلم اور جیگر کو فور شارز ہیڈ کوارٹر پہنچا کر اسے اطلاع دے اور پھر واپس چلا جائے۔ چنانچہ جب نائیگر نے اسے اطلاع دی کہ سینہہ اسلم اور جیگر کو فور شارز کے ہیڈ کوارٹر پہنچا دیا گیا ہے تو عمران نے اسے واپس جانے کا کہہ دیا اور خود وہ کار لے کر یہاں آ گیا تھا تاکہ صدیقی اور خاور کے ساتھ مل کر اس سینہہ اسلم سے گولڈن کولوک کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم کی جاسکیں۔ تحوزی دیر بعد بڑا پھانک کھلا تو عمران یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ پھانک کھولنے والا خود صدیقی تھا۔

”کیا ہوا وہ تمہارا ملازم کہاں ہے“..... عمران نے کار آگے بڑھاتے ہوئے صدیقی کے قریب پہنچنے پر کہا۔

”اس کیس میں بے چارہ مارا جا چکا ہے“..... صدیقی نے کہا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھیج لئے اور پھر کار آگے بڑھا کر پورچ میں موجود ایک کار کے ساتھ روک دی اور پھر نیچے اتر آیا۔ صدیقی بھی پھانک بند کر کے واپس آ گیا تھا۔

”کیا ہوا تھا۔ مجھے تو علم نہیں ہے کہ تمہارا ملازم ہلاک ہو گیا تھا“..... عمران نے کہا تو صدیقی نے اسے اپنے یہاں بے ہوش کر کے انداز ہونے اور ملازم کے ہلاک ہونے کے بارے میں تمام تفصیل بتا دیا۔

عمران نے کار فور شارز کے ہیڈ کوارٹر کے گیٹ پر روکی اور پھر نیچے اتر کر اس نے سائیڈ ستون پر موجود کال بیل کا بن پر لیں در دیا۔

”کون ہے“..... چند لمحوں بعد صدیقی کی آواز ڈور فون سے سنائی دی۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ذی ایس سی“..... عمران بولتے بولتے رک گیا کیونکہ کٹاک کی آواز کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تھا۔

”کیا زمانہ آ گیا ہے کہ اب ڈگریوں کو بھی لوگ گھاس نہیں ڈالتے۔ چلو گھاس نہ ڈالو پوری ڈگریاں تو سن لو“..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور پھر وہ کار کا دروازہ کھول کر ڈرائیور گ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ نائیگر نے اسے فون کر کے سینہہ اسلم اور جیگر کے بارے میں تفصیل بتا دی تھی اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ صدیقی اور خاور پہلے

"اوہ۔ تو تم اس کیس پر مسلسل کام کرتے رہے ہو۔ میں نے سوچا بھی تھا کہ تم سے رابطہ کروں لیکن پھر خاموش ہو گیا کہ پہلے معلومات حاصل کر لوں پھر بات ہو گی۔ گذشتہ صدقی"..... عمران نے صدقی کے کامنے پر تھکنی دیتے ہوئے کہا تو صدقی نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس ہال میں بیٹھ گئے جہاں راذر والی کرسیوں پر دو آدمی جکڑے ہوئے موجود تھے ان دونوں کی گرد نیں ڈھلنگی ہوتی تھیں۔ خاور بھی وہاں موجود تھا۔ عمران نے اس سے بھی مصافحہ کیا اور پھر ان دونوں کے سامنے موجود کرسیوں پر وہ تینوں بیٹھ گئے۔

"ان میں سے سینہوہ اسلم کون ہے اور جیگر کون ہے"..... عمران نے کہا تو صدقی نے اسے دونوں کے بارے میں بتا دیا۔

"یہ تو دبلا پتا سا آدمی ہے۔ سینہوہ تو کسی زاویے سے بھی نہیں لگتا۔ سینہوہ کا لفظ تو ذکن میں آتے ہی بھاری بھرم سا جسم سامنے آ جاتا ہے"..... عمران نے کہا تو صدقی اور خاور دونوں ہنس پڑے۔

"اس سینہوہ اسلم کو ہوش میں لے آؤ۔ یہ جیگر تو جرام پیشہ اور تربیت یافتہ آدمی ہے اس لئے اس سے پوچھ چکھ تو آسان نہیں ہو گی۔ شاید یہ سینہوہ اسلم جندی قابو میں آ جائے"..... عمران نے کہا تو خاور انھ کر آگے بڑھا اور پھر اس نے سینہوہ اسلم کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد سینہوہ اسلم کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے تو خاور نے ہاتھ ہٹائے

اور پچھے ہٹ کر واپس اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد سینہوہ اسلم نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

"یہ۔ یہ کیا مطلب۔ اوہ۔ میں زندہ ہوں۔ میں فتح گیا ہوں۔ وہ۔ وہ گولیاں۔ وہ مجھے گولیاں ماری گئی تھیں"..... سینہوہ اسلم نے یکنہت چیخ چیخ کر بولتے ہوئے کہا۔ اس کے چیخ کر بولنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ چیخ کر تکلیف کو کم کرنا چاہتا ہو۔ اس کی دونوں ہاتھیں رخی تھیں اس لئے لامحالہ درد اور تکلیف کی تیز بہریں اس کے جسم میں دوز رہی ہوں گی۔

"سینہوہ اسلم۔ تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے اب تک لاکھوں نہیں تو ہزاروں بے گناہ نوجوانوں کو موت کے گھاٹ اٹا را ہو گا جبکہ تم معمولی سے رخی ہونے پر اس طرح چیخ رہے ہو جیسے کوئی انوکھی بات ہو گئی ہو"..... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"م۔ م۔ م۔ میں نے تو کسی کو نہیں مارا۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں کسی کسی کو مار سکتا ہوں۔ میں تو بزنس کرتا ہوں۔ میں قاتل تو نہیں ہوں"..... سینہوہ اسلم نے اس بار عمران پر نظریں جھاتے ہوئے کہا۔

"تم زہریلا نشہ فروخت کرتے ہو۔ گولڈن کولاک۔ جعل اور زہریلی دوا جسے کھا کر نوجوان نشہ کے عادی ہو جاتے ہیں اور پھر ان کی طلب بڑھ جاتی ہے اور زیادہ مقدار میں کھانے سے وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ بہر حال تم اس ملک کے نوجوانوں کے قاتل ہو۔

ملک کے مستقبل کے قاتل ہو اور تم جانتے ہو کہ قاتل کی کیا سزا ہوتی ہے۔ عمران نے غراتے ہوئے لبجھ میں کہا۔

”نہیں۔ نہیں۔ کوئی نہیں مرتا۔ صرف نشہ ہوتا ہے اس لئے لوگ گولڈن کولوک بھاری قیمت پر خریدتے ہیں۔“ سینہہ اسلم نے کہا۔

”خاور۔ اس جیگر کو ہوش میں لے آؤ تاکہ اس سینہہ اسلم کو اس کی موت کا نظارہ کرایا جائے ورنہ اس سے سب کچھ اگلوانا مشکل ہو جائے گا اور زیادہ تشدید سے یہ ہلاک بھی ہو سکتا ہے۔“ عمران

نے خاور سے کہا تو خاور سر ہلاتا ہوا اٹھا اور کرسی میں جمڑے ہوئے ہے ہوش جیگر کی طرف بڑا گیا۔ اس نے جیگر کا ناک اور منہ دنوں ناقصوں سے بند کیا۔ سینہہ اسلم جیعت بھری نظروں سے یہ

کارروائی دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد جب جیگر کے جسم میں حرکت کے آثار تمودار ہونے لگے تو خاور نے ہاتھ ہٹائے اور واپس آ کر کری پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد جیگر نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ کیا مطلب۔ یہ سب کیا ہے۔“ جیگر نے

پوری طرح ہوش میں آتے ہی جیعت بھرے لبجھ میں کہا۔

”تمہارا نام جیگر ہے اور تم سینہہ اسلم کے دوست بھی ہو اور اس کے ذرگ بُنس میں شریک بھی۔“ عمران نے کہا۔

”میری سینہہ اسلم سے صرف دوستی ہے اور کچھ نہیں۔“ جیگر نے کہا۔

”تو پھر سینہہ اسلم سے کہو کہ وہ گولڈن کولوک کے پارے میں تمام تفصیل بتا دے ورنہ تم بھی اس کے ساتھ ہی رگڑے جاؤ گے۔“..... عمران نے کہا۔

”گولڈن کولوک۔ وہ کیا ہوتا ہے۔“..... جیگر نے بڑے حیرت بھرے لبجھ میں کہا لیکن اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اداکاری کر رہا ہے۔

”اوکے۔ پھر تم چھٹی کرو۔“..... عمران نے کہا اور درمرے لئے اس کا ہاتھ جیگر کی طرف اٹھا تو اس کے ہاتھ میں مشین پسل تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ جیگر یا سینہہ اسلم کچھ بولتے تو ترڑاہٹ کی تیز آواز کے ساتھ ہی گولیاں تو اتر سے جیگر کے سینے پر پڑیں اور جیگر کے منہ سے گھٹی گھٹی چھین ٹھیں اور وہ چند لمحے ترپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ اس کا جسم بے جان ہو گیا۔ گردن ڈھلک گئی تھی اور آنکھیں بے نور ہو گئی تھیں۔

جیگر نے دیکھا سینہہ اسلم کہ موت کیسی ہوتی ہے۔“..... عمران نے سینہہ اسلم سے مخاطب ہو کر کہا جو آنکھیں بند کئے ہیں اور بری طرح کانپ رہا تھا۔ اس کا جسم اس طرح تھر تھر رہا تھا جیسے لاکھوں دلچسپی کا الیکٹریک کرنٹ مسلسل اس کے جسم سے گزر رہا ہے۔

”آنکھیں کھولو ورنہ۔“..... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

”م۔ م۔ مت مارو۔ مجھے مت مارو۔ یہ ظلم ہے۔ سفاکی ہے۔

والي لبجے میں کہا۔

”تم نے تو ہزاروں انسانوں کو گولڈن کولوک سے ہلاک کیا ہے۔ تم ایک آدمی کی ہلاکت پر اسے ظلم اور سفا کی کہہ رہے ہو۔ بہر حال سنو۔ میں تمہیں آخری موقع دے رہا ہوں۔ اگر تم ازخود سب کچھ بتا دو تو تمہیں سرکاری گواہ بتا کر رہا کردا دیا جائے گا درجہ تھا خبر سے تمہاری دونوں آنکھیں نکال دی جائیں اور تمہاری زخمی آنکھوں میں تھک ڈال دیا جائے۔ اسی طرح تمہارے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں، دونوں پیڑوں کی انگلیاں کاٹ دی جائیں۔ پورے جسم پر زخم ڈال کر ان سب زخموں پر سرخ مرچیں چھڑک دی جائیں تو تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ سفا کی اور ظلم ہوتا کیا ہے۔“..... عمران نے کہا۔

”نہیں۔ نہیں۔ ایسا مت کرو۔ میرے ساتھ ایسا کچھ نہ کرو۔“..... سینہ اسلم نے رو دینے والے اور کانپتے ہوئے لبجے میں کہا۔

”کہہ تو رہا ہوں کہ تمہیں سرکاری گواہ بتا کر رہا کردا دیا جائے گا اور اس سے فائدہ اٹھاؤ درجہ۔ اور سنو۔ میں صرف پانچ تک گنوں گا۔ اس کے بعد وہ ظلم اور سفا کی والی کارروائی شروع ہو جائے گی۔“..... عمران نے کہا تو اس کے ساتھ ہی اس نے رک رک کر گھنٹا شروع کر دی۔

”رک جاؤ۔ میں بتاتا ہوں۔ رک جاؤ۔ میں سب بتا دیتا ہوں

لیکن پہلے مجھے خلاف دو کہ مجھے کچھ نہیں ہو گا۔“..... سینہ اسلم نے کہا۔

”تفصیل بتا دو گے تو فتح جاؤ گے۔ میں بار بار اپنی بات دو ہراتے کا عادی نہیں ہوں۔ تین تک گھنٹی ہو چکی ہے۔ بولو درجہ پھر گھنٹی شروع ہو جائے گی۔“..... عمران نے سرد لبجے میں کہا تو سینہ اسلم نے اس طرح بولنا شروع کر دیا ہیسے ثیپ ریکارڈر آن ہو گیا ہو۔ عمران، صدیقی اور خاور تینوں حیرت پھرے انداز میں یہ سب کچھ سن رہے تھے۔ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا ہیسے دو الف لیلی کی کوئی دلچسپ کہانی سن رہے ہوں۔

”یہ سب کچھ یہاں ہماری تاک کے نیچے ہو رہا ہے۔ دری ہید۔“..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ یہ قومی جرم ہے۔ اس میں ملوث افراد کو کسی صورت معاافی نہیں ملنی چاہے۔“..... صدیقی نے کہا۔

”کھست مارو۔ مجھے وعدہ معاف گواہ بتا لو۔ مجھے موت مارو۔ میں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے۔“..... صدیقی کی بات سن کر سینہ اسلم نے ایک بار پھر روتے ہوئے کہا۔

”سینہ اسلم کی گواہی کے بغیر قانونی طور پر ان بڑے لوگوں یعنی سردار داؤد اور آغا کرامت وغیرہ کے خلاف کچھ ثابت نہ ہو سکے گا اس لئے اس کی گواہی ضروری ہے۔“..... عمران نے کہا۔

”تواب آپ کیا کریں گے۔ کیا ہمیں وہاں کلی میڈیس فیکٹری

پر چھاپہ مارنا ہو گا جہاں تمام ریکارڈ موجود ہے۔ گولڈن کولوک تیار کیا جاتا یا آپ حسب دستور سوپر فیاض سے چیک وصول کریں گے۔..... صدیقی نے کہا تو عمران اس کی بات سن کر بے اختیار ہنس پڑا۔

”صرف وہاں چھاپہ نہیں مارنا بلکہ پیلٹن فیکٹری، تمام چھوٹے بڑے گوداموں، تمام وہ سورز جو اسے خفیہ طور پر فروخت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی صنعت کار آغا کرامت۔ لہلی ممبر سردار داؤد اور ایک بھین نژاد بورتو اور وہ سب لوگ جو اس کاروبار میں کسی بھی انداز میں معاونت کرتے ہیں ان سب پر بیک وقت ریڈ کتنا ہو گا ورنہ جو شعبہ رہ گیا وہ فوری طور پر غائب ہو جائے گا۔“..... عمران نے کہا۔

”لیکن اس قدر وسیع کام کون کرے گا۔ سوپر فیاض کے بس کا روگ تو نہیں ہے۔“..... اس بار خاور نے کہا۔

”وہ اس سے بھی زیادہ کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کے پیچھے ذیلی کا ڈنڈا ہو اور ذیلی اس وقت ڈنڈا اٹھائیں گے جب تک انہیں ٹھوس اور واضح ثبوت نہیں ملیں گے اور واضح ثبوت اس وقت ملیں گے جب کلی میڈیس فیکٹری کے خفیہ ونگ جہاں ہر قسم کا تحریری ثبوت موجود ہے، پر ریڈ ہو گا اس لئے اس ریڈ میں سرسلطان بھی شامل ہوں گے تب ہی ذیلی بھی ساتھ جا سکتے ہیں۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ختم شد

”سرسلطان کیا آپ کے کہنے پر ساتھ چلے جائیں گے۔“..... صدیقی نے درجت بھرے لہجے میں کہا۔
 ”میرے کہنے پر تو سرسلطان کہیں بھی جا سکتے ہیں بشرطیکہ انہیں فرصت ملے اور فرصت انہیں اس وقت مل سکتی ہے جب چیف آف پاکیشیا سیکرٹ سروس ایکسٹو انہیں کہے گا اور چیف آف سیکرٹ سروس اس وقت سرسلطان کو کہے گا جب چیف آف فورسائز سے اپنے اس نئے کارنامے کی روپورث دے گا اور ان سے درخواست کرے گا کہ وہ سرسلطان اور سر عبدالرحمٰن کو اس کا حکم دیں۔ باقی رہا میں۔ تو میں بے چارہ نہ تین میں نہ تیرہ میں۔ میں کیا کر سکتا ہوں سوائے اس کے کہ قل شار خاور مجھ لعل شار کو ایک کپ چائے پلوا دے۔“..... عمران نے بڑے درجت بھرے لہجے میں کہا تو صدیقی اور خاور دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔

مکمل ناول

مصنف

سائزس

مظہر کلیم ایم اے

سائزس — ایک ایسی تنظیم جس کے بارے میں کوئی نہ جانتا تھا۔ کیوں اور کیسے؟
سائزس — جس نے انتہائی آسانی سے پاکیشیا کا انتہائی اہم فارمولہ کافرستان
کے لئے اڑا کیا اور پاکیشیا سیکرٹ سروس مندرجہ تھی رہ گئی۔ پھر —؟
کافرستان — جس نے فارمولہ خود وصول کرنے کی بجائے سائزس پر ہی اعتاد کیا
اور اسے فارمولہ امانتار ٹھکنے کے لئے دے دیا۔ کیوں —؟

کیا سائزس کافرستان سے زیادہ مضبوط تنظیم تھی؟

پاکیشیا سیکرٹ سروس — جس نے فارمولے کے حصول کے لئے انکریبیا میں
قتل عام شروع کر دیا۔ پھر —؟

پاکیشیا سیکرٹ سروس — جب تنویری کی سر کردگی میں حرکت میں آئی تو نہ صرف
 مجرموں بلکہ ایک بین پولیس کی لاشوں کے ڈھیر بھی لگنے شروع ہو گئے
کیا عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس سائزس سے فارمولہ حاصل
کرنے میں کامیاب ہو سکے یا صرف ایکشن ہی کرتے رہ گئے؟

انتہائی دلچسپ، تیز ایکشن اور خوفناک ہنگاموں سے بھر پورا یک منفرد اور یاد گار ناول

کتب منگوانیے کا پستہ Ph 061-4018666 اوقاف بلڈنگ ار سلان پبلی کیشنز

پاک گیٹ ملتان Mob 0333-6106573